نذرِ نصیر گیلانی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ترتیب و تقدیم
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

نوادرات پبلشرز، لاہور، فیصل آباد

Marfat.com

297.692
ن 72 ظ
141991

جملہ حقوق بحق نوادرات پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــــــ نذرِ نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتقدیم ـــــــ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

معاون اشاعت ـــــــ صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ نوری
0300-8660128

تعداد ـــــــــ 1100

سرورق ـــــــ محمد اجمل (خطاط القرآن)

گرافکس ڈیزائنز ـــــــ عدیل الرحمٰن اظہر

کمپوزنگ ـــــــ سیدہ ناہید کوثر

پرنٹرز ـــــــ البغداد پرنٹرز مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد
Tel: +92-41-8788807
E-mail. ab_printers007@yahoo.com

Marfat.com

بسمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحیم

نَحمدہٗ ونصلّی علی رسولہِ الکریم۔

دی یونیورسٹی آف فیصل آباد اس لحاظ سے معاشرے میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے کہ یہاں سے نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اسلامی نصابِ عشق ومحبت کی ترویج واشاعت بھی روزِ اوّل سے جاری ہے۔ یہ اعزاز وتوفیق اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ میں یونیورسٹی بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین جناب الحاج میاں محمد حنیف صاحب کو عطا فرمایا ہے۔ جنہیں اپنے جدِ اعلیٰ الحاج میاں محمد امین صاحب والد ماجد الحاج میاں محمد سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدفون جنت البقیع شریف) کی خصوصی تربیت مشائخ سلسلہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کی نظرِ شفقت سیدنا حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے والہانہ عشق بزرگانِ دین سے نیازمندانہ تعلق کے اعزازات حاصل ہیں۔

اللّٰھم زِد فزِد

دی یونیورسٹی آف فیصل آباد میں 21 جنوری 2009 کو ہونے والا مشاعرہ دراصل خراجِ عقیدت تھا اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی بارگاہِ عشق ومحبت میں۔

فیصل آباد اور بیرون فیصل آباد سے شریک مشاعرہ، شعراء نے نہایت ہی نیاز مندانہ انداز میں پیش گاہ آئمہ کرام میں اپنی اپنی حاضری پیش کی اس مشاعرہ کی گونج نے وجہ مصروفیات شرکت نہ کرسکنے والوں کو اپنی محرومی کا سخت احساس دلایا خصوصاً حضرت غلام نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ جن کا یہ آخری مشاعرہ ثابت ہوا کا کلام، توجہ کلام، توجیہہ کلام اور حاضری کا اہتمام تمام چیزیں لائق سماعت اور زیارت تھیں۔

آج کے پُر آسائش دور میں اتنا دور دراز سفر اور بغیر حصولِ آسائش سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر اور انداز بے نیازی۔ اللہ اکبر

سخت گرمی میں بغیر پنکھے نماز پڑھتے دیکھ کر ایک نیاز مند نے پنکھا لگا دیا، سخت

Marfat.com

پنکھا لگا دیا، سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ ہمیں بھی مشقت برداشت کرنا چاہیے۔ اپنے محبین کو اپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر کھلانے والے "پیر جی" حضور بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے شاہ جی۔ غریب سے غریب مرید کو بھی شاہ وقت کا اعزاز بخشنے والے "شاہ جی" نے اپنے کلام سے حاضرینِ مشاعرہ کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ بقول امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم"

آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کی آن بان شان، جن کی تمام تر مصروفیات اور معمولات کا تعین حضرت سیدنا پیر غلام محی الدین بابو جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے اور حضرت پیر سید غلام نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ ان میں سرمو فرق نہ آنے دیتے اپنے تمام خدام و مریدین، محبین، مخلصین کو سوگوار چھوڑ کر اعلیٰ علیین میں ہم سے بہت اچھے لوگوں کے پاس تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بھر کی مصروفیات نے یہ ثابت کر دیا کہ تاجدار گولڑہ شریف حضور پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد آپ ہی کے لئے تھا

لحمك لحمي - جسمك جسمي

فرق نہیں ما بین پیا

آج کا مشاعرہ اہلِ بیت اطہار کی بارگاہ بیکس پناہ میں خراج عقیدت تھا اور پیر سید غلام نصیر الدین نصیر بھی اسی خانوادہ کے ایک فرد ہیں۔

نیاز مند

(صاحبزادہ) عطاء المصطفیٰ نوری

مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ (ٹرسٹ) مصطفیٰ آباد فیصل آباد

Marfat.com

انتساب

پیرِ جوان و جواں مرگ حضرت نصیر الدین نصیرؔ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے
پہلے عرس مبارک کے موقع پر
ایک یادگاری مجموعہ منظومات، مقالات اور تاثرات بطورِ نذرانہ
محبت و عقیدت
ان کی روح پرفتوح کے لیے پیش ہے
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

نوادرات پبلشرز، لاہور، فیصل آباد

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مؤلف	صفحہ نمبر

منظومات

1	پہلی بات	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	5
2	تبرکاتِ نصیریہ: تم اول و آخر ہو (ماہیا)	پیر سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ	8
3	مرثیہ: وصال نامہ نصیر رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا	11
4	رباعیات	سیّد نظام الدین جامی گیلانی	17
5	دلی تأثرات	مولانا ممتاز احمد چشتی	20
6	تأثراتِ قلب بصورت اشعار	محمد افضل خاکسار	21
7	چند اشعارِ مرثیہ	اجمل ضیغم بن افضل خاکسار	23

مقالات

8	تبرکاتِ نصیریہ: اِسلام میں شاعری کی حیثیّت اور متعلّقاتِ شعر پر ایک تحقیقی نظر	پیر سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ	25
9	نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ، رنگِ نظام اور نظامِ خانقاہی	ڈاکٹر محمد حسین آزاد	72
10	خانقاہی نظام کے اصلاح طلب پہلو اور پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ کی آراء	ڈاکٹر محمد شریف سیالوی	94
11	پیرِ محقق	ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس	100

Marfat.com

12	سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محقق و مصلح	پروفیسر الیاس اعظمی	107
13	بزمِ نصیر	پروفیسر محمد شاہ کھگہ	151
14	نام و نسب کے علمی مسائل کا مطالعہ	سیّدہ ناہید کوثر	172
15	راہ و رسمِ منزلہا	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	187

تأثرات

16	یادیں ان کی مہکی مہکی	علاّمہ ممتاز احمد چشتی	203
17	خوش درخشید و لے شعلۂ مستعجل بود	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	212
18	مردِ دوراں	جسٹس (ر) نذیر احمد غازی	231
19	ایک وضع دار سید زادہ	ڈاکٹر قمر علی زیدی	236
20	ہے کمی تو بس اسی چاندنی۔۔۔	سیّدہ ناہید کوثر	249
21	پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ گیر شخصیت	پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	253
22	آہ! حضرت پیر نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ	محمد افضل خاکسار	260
23	ایک مفکر، مصنف اور صاحبِ طرز ادیب	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی	263
24	سیّد نصیر گیلانی کا آخری یادگار مشاعرہ مدخل		267
25	مناقبِ اہل بیت علیہم السلام	پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ	269
26	پیش لفظ	سیّدہ ناہید کوثر	270
27	خطبۂ استقبالیہ	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	273
28	خطاب مہمانِ خصوصی	جناب نذیر احمد غازی	277
29	خطبۂ صدارت	پیر سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ	281

Marfat.com

بسمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرحیم

پہلی بات

پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی، رحمۃ اللہ علیہ، کی وفاتِ حسرت آیات، ان کے متعلقین اور متوسلین کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ اور ان کے احباب کے لیے کوہِ غم سے کم نہیں، لیکن یہ ملک اور قوم کے لیے نا قابلِ تلافی نقصان اور علم و ادب کی دنیا میں ایک خلا بھی ہے جو کبھی پُر نہیں ہو گا!

تاہم جانے والوں کے لیے فقط رونے دھونے یا آنسو بہانے سے نہ صدمہ کم ہوتا ہے اور نہ غم کا علاج ہوتا ہے۔ نقصان کی تلافی اور خلا کو پُر کرنے کے لیے بھی افسوس کا اظہار یا غم سے نڈھال ہونا کافی نہیں، اس کے لیے تو کچھ عملی اقدامات کرنے پڑتے ہیں جن میں ان جانے والوں کی خدمات اور کمالات کو اجاگر کرنا سرِ فہرست ہے۔

سیّد نصیر گیلانی، رحمۃ اللہ علیہ، راقم کے مخلص، مشفق اور درد مند دوست تھے، میرے ساتھ ان کے تعلقات تقریباً نصف صدی کا قصہ ہے، ان سے ہر ملاقات میرے لیے نئے حوصلوں کا پیغام، اچھے مستقبل کی اُمید اور پُر زور جذبۂ عمل کی نوید ہوا کرتی تھی، ان کی وفات میرے لیے اندھیروں کی ایک ایسی دنیا چھوڑ گئی ہے جس میں اب وہ راہیں تو نظر نہ آسکیں گی جو نصیر صاحب مسکراتے ہوئے دکھلا دیا کرتے تھے!

یہ ان کی شخصی عظمت اور بڑائی کی بات ہے کہ یونیورسٹی آف فیصل آباد میں میری درخواست پر علالت کے باوجود "مناقبِ اہلِ بیت" کے حوالے سے منعقد ہونے والے مشاعرہ میں انہوں نے نہ صرف شرکت کی دعوت قبول فرمائی بلکہ اس کی صدارت بھی فرمائی، یہ مشاعرہ غالباً ان کے عوام میں آنے کا آخری موقع تھا مگر اس میں پیر سائیں

Marfat.com

اپنے فن کی معراج، جذبۂ ایمان، اسلوبِ اظہاراور زورِ بیان میں آخری بلندیوں پر تھے!
گیلانی صاحب یہ مشاعرہ کیا لوٹ کر لے گئے وہ تو ہمارے دل بھی اپنے ساتھ لے گئے!

یہ نہایت ہی متواضع سا علمی وادبی مجموعہ ہے جو تین اقسام پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں شعرائے کرام کا نذرانہ عقیدت ہے جو انہوں نے اپنے پیرومرشد اور شاعرِ بے بدل اور شیریں نوا کی جدائی میں ان کے حضور مراثی وتاثرات کی صورت میں پیش کیا ہے، دوسرا حصہ مقالات کی شکل میں ہے جو سیّد نصیر گیلانی کے فکروفن سے تعلق رکھتے ہیں، جبکہ تیسرا اور آخری حصہ ان تاثرات واحساسات پر مشتمل ہے جو "پیرِ جوان وجواں مرگ" کی ان حسین اور پیاری یادوں سے عبارت ہیں جو وہ اپنے احباب کے دلوں کے سپرد کر گئے تھے اور وہ یہ یادیں سپردِ قلم کر کے بطورِ امانت قوم کو سونپ رہے ہیں، یہ غیر فانی یادیں اور تاثرات سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی کی شخصیت، سیرت، خدماتِ دین اور فنونِ شعروادب کے لیے ایک معتبر مصدر اور مرجع کا کام دیتی رہیں گی! یہ متواضع مجموعہ ہم اپنے اس عظیم دوست ہفت زبان شاعر، بے بدل ادیب، بے مثال خطیب، ایک صاحبِ درد مسلمان، سچے انسان، پیکرِ روحانیت اور عاشقِ رسول ﷺ کی خدمت میں "نذرِ نصیر گیلانی" کے عنوان سے پیش کرتے ہیں اور ان کی روح پرفتوح سے قبولیت کی امید رکھتے ہیں،

" گر قبول افتدز ہے عزوشرف! "

<u>فیصل آباد</u>

5 فروری 2010م

نیازمند

ظہور احمد اظہر

ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز

دی یونیورسٹی آف فیصل آباد

سرگودھا روڈ فیصل آباد

Marfat.com

منظومات

Marfat.com

تم اول و آخر ہو
(ماہیا)

کالی کملی والے
اے شاہِ شبِ اسریٰ، کونین کے رکھوالے
دربار الگ تیرا
جبریل علیہ السلام ترا شیدا محتاج ہے جگ تیرا
بگڑی کو سنواریں گے
طیبہ کے تصور میں، دن رات گزاریں گے
کیوں اور کسی گھر سے؟
جو کچھ ہمیں ملنا ہے، ملنا ہے تیرے در سے
چوکھٹ تیری عالی ہے
کچھ بھیک ملے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جھولی میری خالی ہے
ملنے ہی نہیں جاتا
شاہوں کو ترا منگتا، خاطر میں نہیں لاتا
اب کون ہمارا ہے
دولہا شبِ اسریٰ کے، اک تیرا سہارا ہے
فریادی ہوں میں کب کا
بس اِک نظر رحمت، ہو جائے بھلا سب کا
فطرت میں بلالی ہوں
میں غیر سے کیوں مانگوں، جب تیرا سوالی ہوں

Marfat.com

ہے دھوم ترے در کی

کونین میں بٹتی ہے، خیرات ترے در کی

گونجی ہے صدا ہر سو

عالم میں محمد ﷺ کی، پھیلی ہے ضیاء ہر سو

اُمت کے نگہباں ہیں

محبوبِ خدا وہ ہیں، کونین کے سلطاں ہیں

نخچیرِ ستم ہوں میں

دن رات تڑپتا ہُوں، محتاجِ کرم ہُوں میں

ماتھے پہ پسینہ ہے

ہو پار شہِ بطحا! طوفاں میں سفینہ ہے

ٹھوکر نہ کہیں کھاؤں

رحمت کی نظر آقا ﷺ! برباد نہ ہو جاؤں

تم اوّل و آخر ہو

گھر گھر ہے یہی چرچا، تم حامی و ناصر ہو

ہر ذرّہ ہوا شیدا

کیا بات تمہاری ہے، تم پر ہے خدا شیدا

رحمت کا خزینہ ہو

دنیا نے تمہیں مانا، تم شاہِ ﷺ مدینہ ہو

تم ختمِ رُسُل ٹھہرے

ایمان کا جز بن کر، تم حاصلِ کُل ٹھہرے

دریائے سخاوت ہو

Marfat.com

میدانِ قیامت میں، تم سایۂ رحمت ہو
جلوے ہیں بہم تم سے
تم دین کی عظمت ہو، ہے شانِ حرم تم سے
سبطین رضی اللہ عنہ کے نانا ہو
رحمت کا خزینہ ہو، حکمت کا خزانہ ہو
محشر کے تمہی مالک
تسنیم کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو، کوثر کے تمہی مالک
سانسوں میں رواں تم ہو
ہر دل میں تمہارا گھر، وہ جانِ جہاں تم ہو
تم سیّد و سرور ہو
تم ارفع و اعلیٰ ہو، تم شافعِ محشر ہو
تنویرِ شریعت تم
تصویرِ حقیقت تم، توقیرِ طریقت تم
دو ابرو ہیں اَوْ اَدْنیٰ
وَالّیل تو گیسو ہیں، والشّمس رُخِ زیبا
جذبوں کو ہوا دے کر
دیکھو تو ذرا ان کی، رحمت کو صدا دے کر
کیا خوب ترا گھر ہے
داماد علی رضی اللہ عنہ تیرے، زہرا رضی اللہ عنہا تری دختر ہے
مٹتے نہیں کب تم پر
یہ جنّ و ملک، انساں، قربان ہیں سب تم پر

Marfat.com

مرثیہ:

وصال نامۂ نصیر رحمۃ اللہ علیہ

سرودۂ محمد حسین تسبیحی رہا

ڈاکٹر تسبیحی جو "رہا" تخلص کرتے ہیں، فارسی کے شاعر و ادیب ہیں، انہوں نے پاکستان میں فارسی زبان و ادب کی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں، حضرت داتا صاحب کی کشف المحجوب کی تصحیح و تحقیق کی، یہ اشعار انہوں نے بطورِ مرثیہ، نذرانہ عقیدت اور تاریخِ وفات کی شکل میں حضرت پیر نصیر گیلانی کے حضور میں پیش کئے ہیں، جو ہمیں پروفیسر معین نظامی کے توسط سے موصول ہوئے ہیں۔ (ظہور احمد اظہر)

به نام خدای بسیار بخشنده و بخشایشگر و مهربان

وصال نامۂ نصیر

به مناسبت وصال ناگهانی مرحوم مبرور مغفور پیر طریقت و شمس حقیقت حضرت الحاج پیر سید نصیر الدین نصیر ادیب و سخنور و دانشمند بزرگ سلسلۂ مهریه قادریه گولڑه شریف۔ اسلام آباد۔ پاکستان تاریخ وصال ۱۳۸۷ھ ش/ ۱۲۳۰/ ۔ عمر ۵۹ سال

پیر عرفان و ادب سید نصیر الدین برفت | عارف نیکو سر مهریہ را شاہین برفت
صوبۂ پنجاب و سرحد بلوچستان و سندھ | سرو کشمیر محبت را گل گلچین برفت
آن کہ در "آغوش حیرت" آمدہ سلطان مہر | مہربان و باوفا روشنگر و شیرین برفت
پیر نصیر الدین نصیر کوششگر فرہنگ عشق | حامل افکار مہریہ مہ مہرین برفت
خوشہ چین بودم من از درگاہ مہریہ یقین | آن سخندان ادیب و قاری یٰسین برفت

Marfat.com

بہرہ ھا بردم ز شعر و نثر او بالطف او
شاعر شیرین سخن براوج علیین برفت

یوسف شعر و سخن رفت از جہان عاشقی
مولوی معنوی را عاشق دیرین برفت

سر بہ سر گولڑہ شریف غمگین و پاکستان غمین
مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ محبت راسخن آئین برفت

ناظر و منظور عشق مہریہ مدفون شد
یاور و یار محبّ مردم مسکین برفت

عاشق فارسی زبان و شاعر شیرین سخن
روشنی بخش جہان آن ماہ نو آئین برفت

دروفات او قلم گریان و نالان آمدہ
زینت پاک قلم آن کاتب دیرین برفت

او خطیب روزگار و ماہر و استاد کار
گوہر درج سخن را گلبن ونسرین برفت

سایہ بان عشق حق بہ مہریہ افکندہ بود
صف شکن در بحث وتوضیح وکلام دین برفت

مجلس شعر و ادب روشنگر اشعار او
فارسی و پنجابی واردو وزبان سایین برفت

اینک او با مہر علی شاہ ہم نشین جنت است
تابع عہد و وفا آن پیر با تمکین برفت

خاندان مہریہ اینک غمین و دل فگار
شمسہ تابان عشق و گلشن زرین برفت

خوش بود براو کنون در سایۂ طوبیٰ یقین
عاشق "الفقر فخری" مہد مہدیین برفت

پنج تن آل کسا را (ع) در دل و جان جای داد
نعت گوی مصطفیٰ را شاعر شوقین برفت

ہم صحابہ ، ہم ائمہ، ہم تمام اولیاء
بر دل و جان نقش بست و با علی آمین برفت

کاشف سرّ و علن بود و امیر عارفان
سرو ناز باغ عرفان روضۂ تسکین برفت

جملہ آثارش ہمہ روشنگر اسلام ناب
مشعل راہ محبت چشمۂ نوشین برفت

کل شاگردان او درس و بحث و گفت و گو
راہ او دارند و او چون چرخۂ سیمین برفت

ہر کجا نامش بود ورد زبان عاشقان
مثنوی دان، مثنوی خوان جلال الدین برفت

رحمت و غفران و آمرزش رسد برروح او
در کنار جد امجد آن نصیر الدین برفت

چوں برفت از ملک دنیا آن بزرگ مہریان
ہاتف ملک سخن را در جمل رہ بین برفت

"پیر نصیر الدین نصیر صدق وصفا" تاریخ فوت
مدفنش باشد زیارتگاہ ہر بادین برفت

Marfat.com

"۱۳۸۷ھ. ش"

"پیر نصیر الدین نصؔیر انفاس قدسیہ" برفت — روضۂ رضوان عشق با فکر نو تدوین برفت

"۱۳۸۷ھ. ش"

"پیر نصیر الدین نصؔیر ایزد شناس" رفت از جہان — شد وصال او غم انگیز و ہمہ غمگین برفت

"۱۴۳۰ھ. ق"

پیر نصیر ادلدین نصیر آغا سوی جنت شتافت — خوشۂ حلم و صفا آن شاعر شیرین برفت

"2009م"

"پیر نصیر الدین نصیر دریای راز" خاموش شد — آہ افسوس آن امیر گولڑہ رامین برفت

"1430ھ، ق"

"پیر نصیر الدین نصیر فضل محمد" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت او — در بہشت جاودان ہمراہ حورعین برفت

این رؔھا خواند دعا و رسم قل بر آن بزرگ — یادِ او دارد بہ دل، جانم نصیر الدین برفت (22)

(ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی متخلص بہ رہا، تہران، ایران)

Marfat.com

رباعیات

سیّد نظام الدین جامی گیلانی۔ گولڑہ شریف

تسکیں کا احساس فزوں ملتا ہے انسان کو اک کیفِ دروں ملتا ہے
اسبابِ طرب سکوں نہیں دے سکتے اللہ کے ذکر سے سکوں ملتا ہے

☆

ممنونِ کرم رکھ نہ اٹھا در سے مجھے کر گوہرِ نایاب تو پتھر سے مجھے
دے مجھ کو شعور و آگہی کی خیرات آراستہ کر علم کے زیور سے مجھے

☆

تاراج کی احتیاج پوری فرما بے لاج کی احتیاج پوری فرما
سائل کو نہ پھیر در سے خالی یارب! محتاج کی احتیاج پوری فرما

☆

تقدیر کا لکھا نہیں ٹلتے دیکھا ہر اِک کفِ افسوس ہی ملتے دیکھا
ہر چند رہا بشر کو زعمِ قدرت پر سکہ اسی ذات کا چلتے دیکھا

☆

دنیا کے خیالات میں کھوجاتا ہے دکھ درد، رگ و پے میں سموجاتا ہے
ممکن نہیں ہر وقت مسرت کا حصول انسان پریشان بھی ہوجاتا ہے

☆

دنیا ہی میں اِک حشر بپا ہونا ہے تدبیر کا ہر تیر خطا ہونا ہے
ہر چیز کو لوٹنا ہے مرجع کی طرف ہر چیز کو اِک روز فنا ہوناہ ے

☆

Marfat.com

میں ٹھوکریں کھاتا ہوں جدھر جاتا ہوں جتنا بھی سمٹتا ہوں بکھر جاتا ہوں
ہوتا ہے جب احساس ترے کھونے کا میں غم کے سمندر میں اتر جاتا ہوں

☆

آلام و مصائب کا نشانہ میں ہوں نخچیرِ ستم ہائے زمانہ میں ہوں
دیکھی ہیں گلستاں کی بہاریں میں نے اجڑے ہوئے گلشن کا فسانہ میں ہوں

☆

اے کاش! کہ اک بار اسے پا سکتا الجھے ہوئے حالات کو سلجھا سکتا
جس دور میں خوشیاں تھیں مقدر میرا کیا لوٹ کے وہ دور نہیں آ سکتا؟

☆

محرومیِ قسمت کی شکایت کیسی؟ ہر اک سے غمِ دل کی حکایت کیسی؟
اس دور میں اپنے نہیں بنتے اپنے غیروں سے پھر امیدِ عنایت کیسی؟

☆

انسان تو فانی ہے، بقا چاہے گا ہر درد کی ہر غم کی دوا چاہے گا
جو چاہے وہ چاہے، اسے حق ہے لیکن ہوگا تو وہی کچھ جو خدا چاہے گا

☆

سینے میں ترا درد نہاں رہتا ہے کھو کر تجھے احساسِ زیاں رہتا ہے
یادیں تری تنہا نہیں رہنے دیتیں خلوت میں بھی جلوت کا سماں رہتا ہے

☆

یوں جلوۂ بے مثل دکھایا اس نے پردہ تھا جو مابین اٹھایا اس نے
مدت سے تمنا تھی کہ ملتے اس سے سو آج اجل آئی، بلایا اس نے

☆

Marfat.com

نیرنگیٔ دوراں کا چلن کچھ بھی نہیں یہ رونقِ بازارِ کہن کچھ بھی نہیں
دنیا میں سکوں کا متلاشی مت بن دنیا میں بجز رنج و محن کچھ بھی نہیں

☆

شبنم کی طرح سحر کو رونا سیکھو قلزم میں مثالِ قطرہ، کھونا سیکھو
پانی ہے اگر اپنی حقیقت تم کو خود اپنے سے ہمکلام ہونا سیکھو

☆

سید نظام الدین جامی گیلانی
لختِ جگر
حضرت پیر نصیر الدین نصیر گیلانی، گولڑوی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

دلی تاثرات

ممتاز احمد چشتی

حضرتِ پیر سیّد نصیر الدین نصیؔر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر " تاثراتِ قلب " کے عنوان سے اپنے فارسی اشعار براہِ راست ان کے اوصاف وکمالات، فضائل ومناقب، عوارف ومعارف، خصوصیات وامتیازات، علمی وفنی خدمات، سیرت وتعلیمات، افکار ونظریات اور خیالات واحساسات کے بھرپور آئینہ دار ہیں جن میں غور وفکر کرنے سے ان کی منفرد وجامع شخصیت آئینے کی طرح صاف وشفاف نظر آتی ہے۔

(ممتاز احمد چشتی)

Marfat.com

تأثراتِ قلب بصورتِ اشعار بروصالِ پُر ملال

حضرت پیر سیّد نصیر الدین نصیؔر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حیف از دنیائے فانی پیکرِ اعجاز رفت	۱	لیک با صد احتشام و عظمت و اعزاز رفت
تاجدارِ کشورِ شعر و سخن در عہدِ خویش	۲	گرمیٔ بازارِ عشق و درد و ساز رفت
شوقِ جامیؔ، ذوقِ سرمدؔ، رنگِ بیدلؔ، طرزِ میرؔ	۳	جامع الاوصاف آں یک دلنشیں آواز رفت
صدرِ بزمِ علم و فن، منزل شناسِ معرفت	۴	طائرِ لاہوت سوئے آشیانہ باز رفت
بر وصالش اہلِ دل، اہلِ بصیرت گفتہ اند	۵	عارفِ رومیؔ برفت و حافظِ شیراز رفت
حامیٔ شرعِ متیں، در عصرِ حاضر برملا	۶	جذبۂ ابلاغِ حق را نقطۂ آغاز رفت
صید کردہ صد ہزاراں دل بدامِ زلفِ خویش	۷	عاشقاں را محوِ حیرت کرد و با صد ناز رفت
بر سریرِ اوجِ معنی شاہبازِ نکتہ رس	۸	پَر کشادہ و ناگہاں جَست و بیک پرواز رفت
جلوۂ بنمود و بر رُخ بعد ازاں پردہ کشید	۹	مرحبا آمد، دریغا با چنیں انداز رفت
در جنازہ ازدحامِ خلق چوں عرفات بود	۱۰	منفرد در ایں شرف بے مثل و بے انباز رفت
فردِ کامل شہ نصیر الدین در موت و حیات	۱۱	در جہاں ممتاز بود و از جہاں ممتاز رفت

Marfat.com

بیادِ نصیر رحمۃ اللہ علیہ

تیرے بعد کیا بتاؤں، مرا حال کیا ہوا ہے
نہ کسی کا میں رہا ہوں، نہ کوئی مرا رہا ہے

تری جستجو میں کیسا یہ مقام آگیا ہے
نہ کوئی خبر ہے اپنی، نہ کسی کا کچھ پتہ ہے

مجھے چھوڑ جانے والے ترا غم رہے سلامت
مرے بے قرار دل کا، یہی ایک آسرا ہے

کسے حالِ دل سناؤں، کسے داغِ دل دکھاؤں
ترے بعد کون پیارے، مرا درد آشنا ہے

کبھی موجِ گل کی صورت، مجھے دے پیام کوئی
تُو نگارِ بزمِ ہستی، تری نامہ برصبا ہے

کسی روز چپکے چپکے، مرا حال پوچھتا جا
تو پسِ حجابِ برزخ، تجھے کون دیکھتا ہے

نہ بچا مری نظر میں، کوئی اور ناز پرور
مرے دل کو جس نے لوٹا، وہ تری حسیں ادا ہے

مرے جرم عشق پردی، مجھے قید عمر بھر کی
کیا تجھے یہی سزا تھا، کیا یہی مری سزا ہے

ترے غم کے دائرے سے، مرا دل کبھی نہ نکلا
تجھے یاد کیوں نہ رکھوں، کہ سرشت میں وفا ہے

بخدا نصیر میرا، ہے وہ دستگیر میرا
جو ہجومِ رنج وغم میں، مرا ہاتھ تھامتا ہے

شبِ غم کی تیرگی میں، کہاں خاکسار جاؤں
مرے مطلعِ نظر سے، مرا چاند چھپ گیا ہے

(افضل خاکسار)

١٤١٨٨١

Marfat.com

مرثیہ کے چند اشعار

محمد اجمل ضیغم ابن محمد افضل خاکسارؔ

لالہ جی کی آنکھ کا تارا نصیر الدین تھا
ہم کو اپنی جان سے پیارا نصیر الدین تھا

عکس بابو جی رحمۃ اللہ علیہ تھا اور مرد قلندر تھا نصیرؔ
علم و دانش، آگہی کا اک سمندر تھا نصیرؔ

در بدر اب پھر رہا ہوں مارا مارا پیر جی رحمۃ اللہ علیہ
بے سہارا ہو گیا ہوں، دو سہارا پیر جی رحمۃ اللہ علیہ

نجم دین و شمسِ دیں کو تم اکیلا کر گئے
اپنے شہزادوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئے

چلتے پھرتے مسکراتے اس چمن کو چھوڑ کر
چل دیئے ہو کس طرف کو اپنا گلشن چھوڑ کر

چل دیئے کیوں جامیؔ و رومیؔ کو تنہا چھوڑ کر
کتنی جلدی ہو گئے رخصت دل ان کا توڑ کر

اب کہاں وہ پیار کی باتیں کہاں وہ محفلیں
اب کہاں وہ خلوتیں، وہ جلوتیں، وہ رونقیں

آپ کیا رخصت ہوئے ہر اک خوشی رخصت ہوئی
مجھ کو اپنے آپ سے، دنیا سے بھی نفرت ہوئی

بن تمہارے زندگی کیسے گزاروں پیر جی رحمۃ اللہ علیہ
کون ہے میرا کسے اب میں پکاروں پیر جی رحمۃ اللہ علیہ

درد جو مجھ کو ملا، وہ زباں پر لاؤں کیا
آپ کی فرقت میں روتے دل کو اب بہلاؤں کیا

درد جو مجھ کو ملا وہ آنسوؤں میں ڈھل گیا
آپ کے جانے سے دل کا آشیانہ جل گیا

تھی ہزاروں حسرتیں، دل کی جو دل میں رہ گئیں
آرزوئیں خون بن کر آنسوؤں میں بہہ گئیں

چاہنے والوں کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئے
ہم غریبوں کے لئے اک حشر برپا کر گئے

آپ کے جانے سے دنیا ہو گئی بے رنگ سی
اب دلِ اجملؔ ہے اور اک ماتمِ بے چارگی

Marfat.com

مقالات

Marfat.com

تبرکاتِ نصیریہ:

اِسلام میں شاعری کی حیثیّت
اور متعلّقاتِ شعر پر ایک تحقیقی نظر

سید نصیرالدین نصیر گیلانی

شاعری کے متعلّق بعض لوگ عجیب قسم کی رائے رکھتے ہیں، جو خود اچھا شعر کہہ لیتے ہیں، اُن کے نزدیک یہ قدرت کا ایک عظیم انعام ہے، مگر جو نہیں کہہ سکتے، وہ اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں بناتے اور تمسخر تک اُڑاتے ہیں۔ آیئے آج ہم دیکھیں کہ کلامِ مطلق بہ صورتِ نثر کیا چیز ہے اور کلامِ منظوم یعنی شعر و شاعری کی کیا حیثیّت ہے۔ اس سلسلے میں بہت سے مباحث پر گفتگو ہوگی، اُمید ہے کہ مضمون کی طوالت قارئین میں اکتاہٹ پیدا نہیں کرے گی۔ کیونکہ یہ موضوع نازک بھی ہے اور قدرے تفصیل طلب بھی۔ ہم کوشش کریں گے کہ کلام کے مختلف زاویوں کو سامنے رکھ کر بات کو آگے بڑھائیں، تاکہ شعر و شاعری کے جُملہ معائب و محاسن قارئین پر واضح ہو سکیں۔

کلامِ موزوں کو شعر کہتے ہیں۔ موزوں سے مراد یہ ہے کہ الفاظ مخصوص اور وزن میں ہوں شعر کا لغوی معنٰی ''جاننا'' ہے اور اصطلاح میں کلامِ مخیّل و موزوں کو شعر کہتے ہیں۔ ایک دوسری تعریف کے مطابق جمہور کلامِ موزون و مقفّٰی کو شعر کہتے ہیں۔ تو گویا تعریفِ شعر کے چار اجزاء ٹھہرے نمبر 1 کلام، نمبر 2 تخیّل، نمبر 3 وزن، نمبر 4 قافیہ (یعنی اشعار کے آخری حروف کا ایک جیسا ہونا) پھر شعر کے مختلف اوزان ہیں، جنہیں علمِ عروض کی زبان میں بحر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رِدَم اور لَے ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، رِدَم کے تسلسل کو دُھن کہتے ہیں۔ دُھن ماتروں کی مجموعی صورت کا نام ہے،

Marfat.com

جسے عربی میں ضرب اور اصطلاحِ موسیقی میں ماترہ کہا جاتا ہے۔ پھر ماتروں کے حساب اور تعیّن کے مطابق لَے اور تال کی تعیین کی جاتی ہے۔ موسیقی اور شاعری کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ کیونکہ موسیقی میں لَے کو سُر سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ماہرینِ موسیقی کے نزدیک یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ بے سُرا منظور مگر بے گُرا یعنی بے لَے نامنظور۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ جسے ہم بے سُرا کہتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ وہ لَے کا پکّا ہو۔ چوں کہ سُر سے زیادہ رِدَم سماعت کو ذوق دیتا ہے۔ اس لئے اساتذۂ موسیقی کے نزدیک بے سُرے انسان کو تو قبولیّت مل سکتی ہے، مگر بے لَے کو نہیں۔ یہی لَے (رِدَم) کلامِ موزوں اور غیر موزوں میں خطِ امتیاز کھینچتی ہے، گویا شعر وہ ہوگا جس میں رِدَم اور وزن ہوگا۔ ماہرینِ عروض اِسی کو شعر کہتے ہیں۔ جس طرح یہ ضروری نہیں کہ ہر گلوکار ایک ماہر لَے کار بھی ہو، اِسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ محض وزن میں کلام کر لینے والا یعنی شاعر افکار اور تخیّل کے اعتبار سے بھی اُتنا ہی بلند اور ماہر ہو۔

خوش آوازی اور چیز ہے اور لَے کاری بالکل اور چیز۔ ایک خوش آواز انسان جس قدر اپنی آواز کا جادو جگا سکتا ہے، اُسی قدر اگر وہ لَے کار بھی ہو تو اِسے نورٌ علیٰ نور والا معاملہ سمجھنا چاہئے۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص وزن میں شعر کہہ سکنے کے ساتھ بلندئ تخیّل، زبان و بیان اور رعایتِ لفظی اور دوسرے محاسنِ شعری پر بھی قدرت رکھتا ہو تو دنیائے فن میں ایسے باکمال انسان کو کلاسیکی شاعر یا ایسی شاعری کو کلاسیکل شاعری (Classical Poetry) کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کلاسیکل شعراء میں خواجہ حافظ شرازی رحمۃ اللہ علیہ امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ مرزا عبدالقادر بیدل رحمۃ اللہ علیہ اور علاّمہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔

اردو میں میر تقی میرؔ، غالبؔ، مصحفیؔ، داغؔ، ابراہیم ذوقؔ، میر انیسؔ وغیرھُم کے نام بھی لیے جاسکتے ہیں عربی ادب میں شعرائے جاہلیّت کے چند شاعر، جنہیں کلاسیکل

Marfat.com

ادب کا اُستاد کہا جاسکتا ہے۔ اُن میں متنبّی، حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت، صاحبانِ سبعہ معلّقہ، لبید رحمۃ اللہ علیہ وغیرھُم شامل ہیں۔

آگے بڑھنے سے قبل رِدَم یعنی لَے کی اہمیّت کے بارے میں اگر غور کیا جائے تو کائنات کی ہر شئے ایک خاص رِدَم سے دوچار ہے۔ لَے کی حقیقت اور اہمیّت سمجھنے کے لئے قرآنِ مجید کی دو چار آیات سے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوا۔

والشمس تجری لمستقر لھاذلك تقدیر العزیز العلیم O

ترجمہ: اور سورج چلتا ہے اپنی قرارگاہ کے لئے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔

والقمر قدرنٰہُ منازل حتیٰ عاد کا لعُرجون القدیم O

ترجمہ: اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ پھر ہو گیا، جیسے کھجور کی پرانی ڈالی۔

لا الشمس ینبغی لھا ان تُدرك القمر ولا اللّیل سابق النھار و کل فی فلكٍ یسبحون O ترجمہ: سورج کو (حق) نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے اور ہر ایک گھیرے میں تیر رہا ہے۔

انّا کلّ شیءٍ خلقنٰہ ُبقدَر O ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی۔

واذاالنجوم انکدرَت O ترجمہ: اور جب تارے جھڑ پڑیں:

واذاالسماء کُشِطت O ترجمہ: اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔

Marfat.com

ان آیاتِ محولہ بالا سے یہ نتیجہ بخوبی ظاہر ہے کہ خالقِ ارض وسماء نے کائنات کی ہر چیز کو ایک مربوط ومنضبط نظام کے تحت پیدا کیا اور رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی ارتباط وترتیب کے حوالے سے ہی کلام، سُر اور لَے کی موزونیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ جب ہر جرمِ فلکی اپنے مقررہ محور میں تیر رہا ہے اور تیرنے کے لئے رفتار ضروری ہے۔ تو رفتار لَے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔

هُوَالّذی جعَلَ الشّمسِ ضیاءً وّ القمرَنوراًوقدرهٗ منازلَ لتعلموا عددالسنین والحساب ماخلق اللّٰه ذٰلك اِلّابالحقِّ ٥

ترجمہ: وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند کو چمکتا اور اس کے لئے منزلیں ٹھہرائیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب جانو، اللہ نے اسے نہ بنایا مگر حق، نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے علم والوں کے لئے۔

لطیفہ: ایک منکرِ قرآن اور ملحد نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کیا کہ قرآن میں آیا ہے کہ "کل فی فلكٍ یسبحون" یعنی ہر ایک سیّارہ دائرے اور گھیرے میں تیر رہا ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرِ جرمِ فلکی (سیّارہ) سیدھا تیرتا ہے ایک ہی جانب۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ سیّارے اُلٹے بھی تیرتے ہیں آج ادھر سے اُدھر اور کل اُدھر سے اِدھر۔ قرآن نے یہ نامکمل بیان کیوں دیا ہے۔ اس پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سمجھایا کہ کاغذ اور قلم لے آؤ جب وہ لے آیا آپ نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھے کل فی فلك اور فرمایا کہ ان تین حروف کی ترتیب یہ ہے "ک ل ف ی ف ل ک" ان حروف کو جدھر سے بھی پڑھو ترتیب ایک ہی ہے۔ لہٰذا اس آیت کی یہ ترتیب یہ راز آشکارا کر رہی ہے کہ سیارے اُلٹے سیدھے جس طرح بھی چلیں اور تیریں ان کا بیان قرآنِ مجید میں موجود ہے۔ وہ معترض یہ بیان سن کر مبہوت وحیران رہ گیا اور قرآن کی بلاغت وجامعیت پر عش

Marfat.com

عش کر اُٹھا۔

"کل فی فلکٍ یسبحون" سے پتہ چلتا ہے کہ ہر جرمِ فلکی اپنے مقررہ محور میں تیر رہا ہے اور تیرنے کے لئے رفتار ضروری ہے۔ تو رفتار لَے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ آیۂ "والنجوم انکدرت" میں ستاروں کے بے چال ہونے اور بکھر جانے کا ذکر ہے جس کے معنٰی یہ ہوئے کہ جب ستارے اپنی مقررہ چال چھوڑ دیں گے یعنی "بے لَے" کر دیے جائیں گے تو اُن کے بے چال اور بے لَے ہو جانے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اختتامِ سلسلۂ کائنات اور آغازِ لمحۂ قیامت۔ تیسری آیت میں فرمایا "ہم نے ہر شے کو ایک مقررہ مقدار میں پیدا کیا" مقدار سے مراد اس کا جسمِ مادی بھی ہے اور اس کا مزاجِ رفتار بھی اور رفتار میں لَے کا وجود بھی۔

ان آیات میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ رِدم یعنی لَے کائنات کی اساس بھی ہے، جس دِن لَے کا یہ مربوط نظام بے چال کر دیا جائے گا تو کائنات کی محسوس ہونے والی یہ خوبصورت حقیقت ایک افسانہ بن کر رہ جائے گی پھر بقول علامہ سیماب رحمۃ اللہ علیہ

دفعتاً سازِ دو عالم بے صدا ہو جائے گا
کہتے کہتے رُک گئے جس دِن ترا افسانہ ہم

اس بات کو ایک نہایت خوبصورت انداز میں برج نرائن چکبست ہندو شاعر نے بھی بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے اِنہی اجزا کا پریشاں ہونا

Marfat.com

یعنی کائنات کی ہر شے جن عناصرِ تخلیقی سے مرکّب ہے (جیسے کہ انسان عناصرِ اربعہ، آگ، مٹی، ہوا اور پانی سے) اُن میں اگر ترتیب قائم رہے تو یہی قیام وظہورِ ترتیب زندگی کہلاتا ہے اگر اُن کی ترکیب بکھر جائے اور پریشان ہو جائے، تو اسی کو موت کہتے ہیں۔ گویا نظامِ کائنات میں کنٹرول، ترتیب اور ضبط اسی کا نام حیات ہے، ثابت ہوا کہ بقائے کائنات میں بھی اللہ تعالیٰ نے ترتیب اور انضباط کا لحاظ فرمایا ہے، اسی ترتیب کے کلام اور آواز کی مناسبت ملحوظ رکھنے کو رِدم اور شعر یعنی کلامِ موزوں کہتے ہیں۔

حُجّةُ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف احیاء العلوم میں جہاں موسیقی پر تفصیلی بحث کی وہاں خوش آوازی اور لحن کے علاوہ رِدم اور لَے کی اہمیّت پر بھی عقلی دلائل پیش کیے۔ ایک دلیل یہ بھی دی کہ لَے کے اندر اگر ذوق اور کیفیتِ انہماک نہ ہو تو روتا ہوا شیر خوار بچہ گھنٹی کی آوازِ مسلسل سن کر خاموش کیوں ہو جاتا ہے، جُھولے کی مخصوص رفتار جب ایک مسلسل لَے کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو بچہ اس کی خنک لوریوں میں جھول کر رونا بند کر دیتا ہے۔ اس قسم کی عام فہم مثالوں سے لَے کی اہمیّت واضح ہو جاتی ہے۔

لَے کی اہمیّت پر ایک لطیفہ:

ایک مرتبہ دورانِ سفر ریل گاڑی میں ایک مولانا سوار ہوئے وہ موسیقی سے خاصے بیزار نظر آتے تھے اور موسیقی ان سے بیزار۔ غالباً وہ کسی اور مسلک سے تعلّق رکھتے تھے۔ جب خانقاہ کے حوالے سے میرا تعارف ہوا تو فرمانے لگے آپ لوگ ایسے غیر اہم مشغلوں میں مصروف رہتے ہیں کہ توبہ بھلی۔ میں نے عرض کی کہ قبلہ ذرا وضاحت تو فرمایئے۔ بولے یہی طبلے کی تھاپ اور قوالیاں۔ میں نے کہا کہ اس کی شرعی حیثیت کو ذرا چھوڑیئے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، آپ نے چونکہ طبلے کی تھاپ کا ذکر کیا اور میں فطری طور پر لَے اور سُر کا شعور رکھتا ہوں اس لئے اتنا کہوں گا کہ آپ لَے اور سُر کی اہمیت کو غیر اہم

Marfat.com

چیز نہ کہیے۔ جب وہ میری بات اور لَے کی اہمیت کو نہ سمجھ سکے تو میں نے مولانا سے کہا کہ اسٹیشن قریب ہے، ابھی فیصلہ ہو جائے گا، کہنے لگے وہ کیسے؟ سٹیشن یہ مسئلہ کیسے حل کر دے گا۔ جب گاڑی اسٹیشن کے قریب آ کر آہستہ ہوئی اور پھر دھیرے دھیرے اور آہستہ ہوتی گئی تو میں نے کہا مولانا! اب مسئلہ کے حل کا وقت قریب آچکا ہے، اُٹھیے، وہ اُٹھ کھڑے ہوئے، مَیں نے کہا اب آپ پلیٹ فارم کی طرف نہیں بلکہ اس کی مخالف سمت کی طرف اُتر کر دوڑیے۔ کہنے لگے جدھر گاڑی جارہی ہے اُدھر کیوں نہ دوڑوں، میں نے کہا کہ اگر آپ اُدھر اُتر کر دوڑیں گے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ کہنے لگے مجھے اس کا علم نہیں۔ میں نے کہا سُنیئے! اگر آپ جدھر گاڑی جارہی ہے اُس طرف اُتر کر بھاگتے ہیں تو آپ کو تھوڑی دیر گاڑی کی رفتار کے ساتھ بھاگنا پڑے گا اور جب آپ اپنی رفتار پر قابو پا کر آہستہ آہستہ دوڑتے جائیں گے تو کچھ دیر بعد آپ رُک بھی سکتے ہیں اور موت سے بھی بچ سکتے ہیں اور اگر گاڑی کی مخالف سمت اُتریں گے تو بے لَے ہو جانے کی وجہ سے دھڑام کر کے ایک مرتبہ گر کر مر بھی سکتے ہیں۔ خیر یہ بات اُن کی سمجھ میں آگئی۔ اگلے اسٹیشن پر میں نے تجربۃً اپنے ایک ساتھی سے اُلٹی طرف اُترنے کو کہا تو اُس نے یہ کہہ کر معذرت چاہی کہ ابھی میرا مرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ مولانا تب جا کر کہیں لَے اور رِدم کے قائل ہوئے۔

یہ واقعہ لکھنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوسری تخلیقات کی طرح لَے بھی کائنات میں ایک حقیقت ہے جسے ہم ہر تخلیق کا اہم جزو بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہی لَے شعر کا بنیادی وصف ہے اس کے بغیر شعر کو شعر نہیں کہا جا سکتا دریاؤں کا بہاؤ، سمندر کا تلاطم، ہواؤں کا خرام، آوازوں کا زِیروبم، زمین اور فضاؤں میں اُڑنے والے پرندوں اور جہازوں کی اُڑان اور اجرامِ فلکی کی مختلف چالیں، درحقیقت اسی لَے کی مرہونِ منّت ہیں۔

Marfat.com

دیکھا دیکھی شعر موزوں کر لینا اور بات ہے۔ اور باقاعدہ شاعر ہونا اور شاعری کرنا بالکل اور بات ہے۔ بعض لوگ صرف وزن میں الفاظ جوڑ کر اپنے آپ کو شاعر سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض اوزانِ شعر کا شعور نہ رکھنے کے باوجود محض تک بندی کی بنیاد پر خود کو بڑا شاعر سمجھ لیتے ہیں یہ دونوں چیزیں شاعری کی تعریف کے سراسر خلاف ہیں۔

یہاں ہم اپنی مطالعاتی محنت اور ذوق کے تحت دنیائے شعر سے متعلّق اساتذۂ عروض کی تصریحات اور ان کی پیش کردہ تعریفاتِ اصطلاحات کا اجمالی ذکر مناسب سمجھتے ہیں، تاکہ بعض سہل انگاروں پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ شاعری صرف چند اُلٹے سیدھے لفظوں کو جوڑ لینے یا وزن میں دو مصرعے کہہ لینے کا نام نہیں بلکہ یہ ایک باقاعدہ اور مشکل ترین فن ہے، جسے ہم ایک باقاعدہ علمِ موہوبی بھی کہہ سکتے ہیں، ایسا علم جس کا سلسلہ "وما علّمنٰہ الشّعر" پر منتہی ہوتا ہے، جسے خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایک علم قرار دیا، کیونکہ علّمنا کا مادۂ اشتقاق ثلاثی مجرّد کی صورت میں علم ہی قرار پاتا ہے۔ اگر شعر گوئی کوئی باقاعدہ علم یا فن نہ ہوتا تو حضور ﷺ سے اس کے انتفائے نسبت کے وقت مادۂ علم سے مشتق لفظ استعمال میں نہ لایا جاتا۔ اس سے یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ شاعری نبی ﷺ کے شایانِ شان نہ ہونے کے باعث نبی ﷺ کیلئے درجۂ علم نہیں رکھتی، مگر غیر نبی کے لئے ایک باقاعدہ علم کی حیثیّت رکھتی ہے اور یہ کہ علمِ شعر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم شدہ علم ہے، جسے بندوں کو اُن کے ظرف کے مطابق تعلیم کیا جاتا ہے، لیکن یہ بات خصائصِ نبوی ﷺ سے ہے کہ اللہ نے اس علم کی آپ ﷺ سے نفی کر دی۔ اب ذرا دنیائے عروض کی سیر ملاحظہ ہو۔

شعر کہنے کے لئے سب سے ضروری چیز "موزونیت" ہے جسے خداداد سمجھئے۔ موزونیت سکھانے یا بتانے سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہاں جن لوگوں کو موسیقی

Marfat.com

(گانے بجانے) سے کچھ دلچسپی ہے اُن کے لئے طبیعت کا موزوں کر لینا کسی قدر آسان ہوتا ہے۔ کسی خاص شعری بحر کو سامنے رکھتے ہوئے کسی راگ میں آواز موزوں کرتے رہنے سے یعنی گنگنانے سے اکثر موزونیت حاصل ہو جاتی ہے۔ شعر کہنے کے لئے علم کی سخت ضرورت ہے۔ مگر معمولی علم والے بھی اگر چاہیں تو شعر کہہ سکتے ہیں۔ جو لوگ علوم کے ماہر ہوں اِنہیں زیادہ مشکل کا سامنا نہیں ہوتا۔ اس لئے شاعری سیکھنے سے پہلے علم حاصل کر لینا ضروری ہے۔

عقلاء اِس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں کہ کلام کی دو قسمیں ہیں۔ منظوم اور منثور۔ منظوم کا مصدر نظم اور منثور کا نثر ہے۔ ان کی مختصر تشریح ملاحظہ ہو۔

نظم: نظم کا لغوی معنیٰ موتی پرونا ہے۔ اصطلاحاً وہ کلام جس میں موزونیّت (موسیقی) پائی جائے اور جو بالقصد کہا جائے، اس کی دس (10) قسمیں ہیں۔ فرد، رباعی، قطعہ، غزل، قصیدہ، مثنوی، ترجیع بند، ترکیب بند، مستزاد اور مسمّط۔

فرد: فرد بروزنِ گرد، بمعنیٰ یکتا، تنہا اور طاق۔ مگر شاعرانہ اصطلاح میں اسے شعر کہتے ہیں۔ شعر دو مصرعوں کا ہوتا ہے اور مصرعہ کہتے ہیں دروازے کے کواڑ کو۔ دو کواڑ ملتے ہیں تو دروازہ بنتا ہے۔ اس طرح دو مصرعے مل کر ایک شعر بنتا ہے۔ فرد کی مثال۔

عشق کا عالم کیا کہیے
جیسے کوئی نیند میں ہو

رباعی: رباعی بروزنِ دلائی بمعنیٰ (چار والا) منسوب بہ ربع۔ فارسی میں اس کو ترانہ کہتے ہیں اس کا موجد رودکی ہے۔ عربی میں ربع کے معنیٰ چوتھائی کے ہیں۔ کیونکہ

Marfat.com

رباعی چار مصرعوں کی ہوتی ہے اس لئے اس کو اِس نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ عروضی لحاظ سے چوبیس (24) اوزان میں کہی جاتی ہے۔ اساتذۂ ماسبق ان چوبیس لفظوں کے خط کو جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ وزن سالم سے نکالا گیا ہے۔ مثال از علاّمہ فوقؔ سبزواری مرحوم صاحبِ فکروفن ۔

اظہارِ شہود کی ضرورت کیا تھی — اس نام ونمود کی ضرورت کیا تھی
جب مر کے عدم کو پھر بسانا ہوگا — دنیا کے وجود کی ضرورت کیا تھی

واضح ہو کہ رباعی کا مفہوم چوتھے مصرعہ پر منحصر ہوتا ہے اس لئے چوتھا مصرعہ نہایت چست اور بامعنٰی ہونا چاہیے۔ ایسا کہ پہلے تینوں مصرعوں سے بلحاظِ مفہوم مربوط بھی ہو۔

قطعہ: قطعہ بروزنِ حصہ بمعنٰی ٹکڑا۔ یہ وہ نظم ہوتی ہے جو کم از کم دو شعروں سے ترتیب دی گئی ہو پہلے تو قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا تھا مگر ذوقؔ نے مطلع کو بھی قطعہ میں شامل کیا ہے۔ ہر وہ غزل قطعہ ہے جس میں مطلع نہ ہو مگر واضح ہو کہ قطعہ کا موضوع غزل سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ غزل کا ہر شعر علیحدہ ہوتا ہے اور قطعہ کے اشعار میں بلحاظِ مضمون تسلسل ہونا چاہیے۔ مثال ۔

کیا وہ جینا جس میں ہو کوشش نہ دیں کے واسطے
واسطے واں کے بھی کچھ، یا سب یہیں کے واسطے
ذوقؔ عاصی ہے تو اس کا خاتمہ کیجو بخیر
یاالٰہی اپنے ختم المرسلیں کے واسطے

Marfat.com

غزل اور قصیدے میں اکثر قطعہ بند اشعار ہوتے ہیں۔

غزل: غزل بروزنِ اثر۔ بمعنیٰ حسن و محبت کی باتیں کرنا، چنانچہ غزل میں تغزّل کا ہونا شرطِ اوّل ہے مگر فی زمانہ غزل میں فلسفہ، منطق، سائنس، ہیئت،، بہار و خزاں، مناظرِ قدرت اور فطری جذبات جیسی باتوں کا ذکر بھی شامل ہے۔ غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔ طلوع بمعنیٰ نکلنا گویا مطلع سے غزل شروع ہوتی ہے۔ مطلع میں دونوں مصرعے ردیف اور قافیے رکھتے ہیں۔ غزلِ داغ مشہور ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

غزل کا آخری شعر مقطع ہوتا ہے۔ مقطع میں شاعر اپنا تخلص نظم کرتا ہے جس کی وجہ سے سامعین یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ غزل فلاں شاعر کی ہے جیسے غالبؔ کا مقطع ہے۔

غالبؔ بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے

ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

قصیدہ: قصیدہ بروزنِ ملیدہ بمعنیٰ مُوئے مغز۔ وہ نظم جس میں کسی کی مدح یا ہجو ہو۔ قصیدہ بھی غزل کی طرح ہوتا ہے، مگر فرق صرف اتنا ہے کہ غزل میں حسن و عشق، ہجر و وصال کا مضمون ہوتا ہے۔ قصیدوں میں حمد، نعت، منقبت، مدح، ہجو، نصیحت، شکایتِ روزگار وغیرہ کا تذکرہ ہوتا ہے۔ قصیدہ میں کم سے کم بیس (20) اشعار ہونے چاہئیں، زیادہ کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ قصیدہ اکثر قافیہ اور ردیف کے نام سے مشہور ہوتا ہے مثلاً اگر قافیہ کنول، آنچل ہے تو اس کو لامیہ کہیں گے۔ اگر آفتاب ردیف ہے جیسے بہار آفتاب، قرار آفتاب تو قصیدۂ شمسیہ ہوگا۔ اقسامِ نظم میں قصیدہ کا لکھنا مشکل ہے۔ اس کے لئے شوکتِ الفاظ اور عمدہ تراکیب کے علاوہ مضمونِ دقیق معنئ بلند اور استعارۂ نازک کی ضرورت رہتی ہے، متاخرین غزل اور قصیدہ ایک ہی طرز پر لکھتے ہیں۔

Marfat.com

قصیدہ دو قسم کا ہوتا ہے خطابیہ اور تمہیدیہ۔ قصیدہ ، قصد سے مشتق ہے بمعنٰی کسی کی جانب متوجّہ ہونا۔

خطابیہ: خطابیہ وہ قصیدہ ہوتا ہے جس میں مطلع سے آخری شعر تک شاعر کسی خاص مقصد کے تحت سامعین کو مخاطب کرے۔ اس میں وعظ، پند، مدح، ہجو وغیرہ شامل ہیں اس میں تمہید نہیں ہوتی۔

تمہیدیہ: تمہید کے معنٰی لُغت میں ہموار اور درست کرنا کے ہیں۔ یہاں بھی شاعر ایک خاص مقصد کو بیان کرتا ہے تمہیدیہ قصائد میں پہلے تشبیب پھر گریز پھر خطاب یا مدّعا اس کے بعد دعا اور آخر میں خاتمہ کے متعلّق کچھ اشعار ہوتے ہیں۔

تشبیب: تشبیب بروزنِ تدبیر بمعنٰی ایّامِ شباب کا ذکر کرنا۔ اس کو تمہید بھی کہتے ہیں۔ لغوی معنٰی جوانی کا حال اور معشوق کی صفت بیان کرنا ہے، کیونکہ شاعر نفسِ مضمون کو معشوق کے ذکر سے بلند کرتا ہے اس لئے اس کو تشبیب کہا گیا۔

گریز: گریز بروزنِ منڈیر بمعنٰی بھاگنا۔ اصطلاحِ شاعری میں ایک مضمون سے ہٹ کر دوسرے مضمون کی جانب آنے کو کہتے ہیں یعنی وہ شعر جو تشبیب کے بعد نفسِ مضمون کی جانب اشارہ کرے گریز جس قدر خوبصورتی کے ساتھ کیا جائے گا اُسی قدر قصیدہ اچّھا ہوگا۔

خطاب: خطاب بروزنِ عتاب، بمعنٰی بات کرنا، گریز کے بعد شاعر مدّعا بیان کرتا ہے اس کو خطاب کہتے ہیں۔

دُعا: دعا بروزنِ خُدا بمعنٰی مانگنا، خواہش۔ وہ اشعار جو بطورِ دُعا نظم کیے جائیں۔

Marfat.com

خاتمہ : خاتمہ بر وزنِ فاطمہ، بمعنٰی انجام ۔وہ اشعار جن پر قصیدہ ختم کیا جائے (مثال کے لئے قصائدِ سوداؔ اور ذوقؔ وغیرہ ملاحظہ ہوں)

مثنوی : مثنوی بر وزنِ سرسری بمعنٰی منسوب بہ مثنٰیٰ جس کے معنٰی دو کے ہیں۔چونکہ مثنوی کے ہر بیت میں دو قافیہ مختلف ہوتے ہیں، اسی نسبت سے اس کو مثنوی کہا گیا ہے۔اس کی ترتیب تمہید توحید، نعت، مناجات، ساقی نامہ وغیرہ ہوتی ہے۔مثنوی کے تمام ارکان ایک ہی وزن پر ہوتے ہیں۔اس کے اشعار کی تعداد معیّن نہیں۔مثنوی میں عام طور پر قصّے کہانیاں نظم ہوتی ہیں مگر اب واقعات بھی لکھے جاتے ہیں۔مثال میں مثنوی میر حسنؔ اور گلزارِ نسیمؔ دیکھیے یا حالیہ مثنوی پیام ساوتری کا مطالعہ کیجئے۔

ترجیع بند : ترجیع بند وہ نظم ہے جو غزل کی طرح ردیف اور قافیہ کی پابندی سے لکّھی جائے اور ان اشعار کے بعد ایک مطلع دوسری ردیف وقافیہ میں لکھا جائے جو موضوع کے مطابق ہو اور یہ مطلع ہر بند کے آخر میں بغیر تبدیلی کے آتا رہے۔

ترکیب بند : یہ نظم ترجیع بند کی طرح لکّھی جاتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ بند کا مطلع تبدیل ہوتا رہتا ہے دیکھیے ترکیب بندِ حالیؔ مرحوم۔

مستزاد : مستزاد بروزنِ مستجاب بمعنٰی زیادہ کیا گیا۔رباعی یا غزل کے وزن میں ہر مصرع کے بعد ایک یا دو رکن اسی وزن کے اور بڑھا دیں۔پہلے تو صرف رباعی کے وزن کو مستزاد کیا جاتا تھا اب غزل کے وزن کو بھی مستزاد کر لیا جاتا ہے، مثال ع
پھر ذرا کہہ دیجیئے ہنس کر کہ دیکھا جائے گا، آپ کا کیا جائے گا

مسمّط : مسمّط بروزنِ مسبّع بمعنٰی لڑی میں موتی پرونا۔لُغت میں تسمیط جمع کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں چند متفق الوزن والقافیہ مصرعوں کو ایک جگہ جمع کرنا۔

Marfat.com

اس کی آٹھ قسمیں ہیں۔ مثلّث، مربع، مخمّس، مسدّس، مسبّع، مثمّن، متسّع، معشّر۔

بہر حال شعر کے لوازم ومحاسن کو سامنے رکھتے ہوئے شعر کہنا انتہائی مشکل کام ہے۔ ندرتِ فکر اور بلندیِ تخیل کے ساتھ ساتھ ابلاغِ مفہوم کے لیے الفاظ کا چناؤ اِس قدر کٹھن مرحلہ ہے کہ اللہ اکبر۔ خواجہ آتش نے ایسی ہی شاعری کے لئے کہا تھا۔ ع

شعر گوئی کام ہے آتش ! مرصّع ساز کا

نگینوں کی طرح الفاظ کا رکھنا، اِس طرح کہ اگر کوئی اُس کو اُٹھا لے اور کوئی دوسرا لفظ اُسکی جگہ رکھنا چاہے تو شعر بے جان ہو کر رہ جائے۔ مثلاً غالب نے ایک مصرعہ میں ایک بھاری بھرکم لفظ رکھ دیا، جو بظاہر نثر کا معلوم ہوتا ہے، مگر کوئی بڑے سے بڑا شاعر اور زبان دان اُسکی جگہ اُس سے بہتر کوئی لفظ نہیں رکھ سکتا وہ مصرع یہ ہے۔ ع

تھی وہ اِک شخص کے تصوّر سے

اِس مصرعے میں شخص کی جگہ آپ اور کوئی لفظ نہیں لا سکتے اور اگر لائیں گے تو شعریّت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اساتذہ کی شاعری اور آج کل کی شاعری میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ آج کے اکثر شاعر جو الفاظ استعمال کرتے ہیں، اُن سے بہتر الفاظ کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ مگر اساتذۂ متقدّمین جب شعر کہتے تھے تو یہ تمام گنجائشیں ختم کر دیتے تھے۔

کلامِ موزوں کا شعر ہونا بطریقۂ احسن بیان ہو چکا۔ لیکن شعر وشاعری کی شرعی حیثیّت پر بھی کلام کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اگر چہ بعض اساتذۂ سخن اور محقق علمائے اسلام نے اِس موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے۔ ہمارا یہ مختصر مقالہ اس کا متحمل نہیں تاہم بالاختصار اس پر ہم کچھ ضرور عرض کریں گے۔ جو لوگ شعر گوئی کو ناجائز اور منافیِ

Marfat.com

علم و تحقیق خیال کرتے ہیں۔ وہ سب سے پہلے دو دلیلیں آیاتِ قرآنیہ کے حوالے سے دیتے ہیں۔ پہلی آیت جو سب سے زیادہ پیش کی جاتی ہے۔ سورۂ یٰسین شریف میں ہے۔ وما علمنٰہُ الشعر وماینبغی لہ۔ ترجمہ: اور ہم نے اُن (محمد ﷺ) کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ شاعری اُن کے شایانِ شان ہے۔ اِس آیت محولہ بالا سے استدلال کرتے ہوئے معترضین کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے مجمع الکمالات بنایا اور آپ سے ہر نقص و رِجس کی نفی کر دی ہے۔ اگر شاعری کوئی کمال والی بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو شاعری کی تعلیم دینے کی نفی نہ کرتا۔ شاعری کیونکہ اچھی چیز نہیں اس لیے اللہ نے اُس کی ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے نفی کر دی۔

اس اعتراض کے متعدّد جوابات ہیں :

نمبر 1 : وما علّمنٰہُ الشعرَ کی حکمت و علّت وما ینبغی لہ ہے یعنی صرف رسولِ اکرم کی ذاتِ اقدس کے شایانِ شان شاعری نہیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ فی نفسہٖ شاعری کسی کے لیے بھی جائز یا مناسب نہیں۔ کیونکہ قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت بے مثال ہے اور اِس میں باعتبارِ فواصل ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جو فنِ شاعری کے حوالے سے کلامِ موزوں (شعر) محسوس ہوتی ہیں۔ اور اِسی بنا پر منکرینِ قرآن یہ کہتے تھے کہ یہ شاعرانہ کلام ہے اس میں قوافی، ردیف اور وزن کا خیال رکھّا گیا ہے اسی لیے یہ کلامِ مخلوق ہے اور محمد ﷺ شاعر ہیں اور یہ اُن کا موزوں کیا ہُوا کلام ہے۔ اِس شکّ واعتراض کا دفعیّہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کہیں تو یہ فرمایا وما ھو بقولِ شاعرٍ اور وہ (قرآن مجید) کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ اور کہیں وما علمنٰہُ الشعر وما ینبغی لہ ان ھوالا ذکروقرآن مبین فرمایا۔

نوٹ : ہم یہاں ایک نہایت باریک و لطیف نکتہ امامِ اجلّ علاّمہ فخر الدّین

Marfat.com

رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیرِ کبیر سے بیان کرتے ہیں۔ جس میں سابقہ اعتراض کا جواب بھی باریک نظر سے نظر آئے گا۔ فرماتے ہیں:

(البحث الاوّل) خصّ الشعر بنفی التعلیم مع ان الکفار کانوا ینسبون الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشیاء من جملتها السحر ولم یقل وما علمنٰہ السحر و کذٰلك کانوا ینسبو نه الی الکهانة ولم یقل وما علمنٰہ الکهانة۔

ترجمہ: نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے بطورِ خاص تعلیمِ شعر کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ کفّار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جادو اور کہانت بھی منسوب کیا کرتے تھے اللہ نے یوں نہیں فرمایا کہ ''ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادو کی تعلیم نہیں دی'' اور نہ یوں فرمایا ''ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہانت کی تعلیم نہیں دی'' اس بات کا جواب دیتے ہوئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فنقو ل أما الکهانة فکا نوا ینسبو ن النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیها عند ما کان یخبر عنِ الغیوب و یکون کما یقو ل واما السحر فکا نو ا ینسبونه الیه عند ما کان یفعل مالا یقدر علیه الغیر کشق القمر وتکلم الحصی والجذع وغیر ذلك واما الشعر فکانواینسبونه الیه عند ماکان یتلو القرآن علیهم لکنه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا کَان یتحدی اِلا با لقر آن کَما قالَ تعالیٰ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبد نا فأ توا بسُورةٍ من مثلهِ اِلیٰ غیر ذلك ولَم یقلُ ان کنتم فی شكٍ من رسالتی فأنطقوا الجذوع او اشبعوا الخلق العظیم أو اَخبرُوا با لغیوب فلمّا کَان تحدیه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با لکلا م و کا نوا ینسبو نه الی الشعر عند الکلا م خصّ الشعر بنفی التعلیم۔

Marfat.com

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ کفّار نبی پاک ﷺ کو کہانت کی طرف اُس وقت منسوب کرتے تھے جب حضور ﷺ غیب کی خبریں دیا کرتے اور آپ ﷺ کی خبر کے مطابق وہ بات اُسی طرح ظہور پذیر ہو جاتی اور جادو کی طرف آپ ﷺ کی نسبت اُس وقت کرتے جب حضور ﷺ کے دستِ مبارک سے ایسے واقعات صادر ہوتے جو کسی غیر کے بس کی بات نہ ہوتی جیسا کہ چاند کو ٹکڑے کرنا کنکریوں اور درختوں کے تنے سے کلام کرانا، لیکن شعر و شاعری کی نسبت اُس وقت کرتے جب آپ ﷺ اُن کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے نیز آپ ﷺ نے چیلنج بھی کفار کو صرف قرآنِ پاک کے حوالے سے دیا چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ "اے کافرو! اگر تم اس کتاب کی صداقت کے بارے شک و شُبہ میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے عبدِ مقدّس پر نازل کی تو اس کی مثل ایک سورت ہی لا کر دکھا دو" اور آپ نے اس بات کا چیلنج نہیں دیا کہ اگر تمہیں میری رسالت میں شک ہے تو تم درخت کے سوکھے تنوں سے کلام کرا کے دکھاؤ یا تھوڑے طعام سے کثیر مخلوق کو سیر کر دو یا غیب کی خبریں لے آؤ۔ لیکن کیونکہ حضور ﷺ دعوتِ مقابلہ بھی کلامِ الٰہی قرآن مجید کے معاملہ میں دیتے تھے اور اِسی کلام کی وجہ سے کفّار آپ کو شاعر اور کلام کو شعر کہا کرتے تھے اِسی لئے خصوصاً شعر کی تعلیم کی نفی ذاتِ رسالت ﷺ سے کی گئی۔

نمبر 2 : نبی کریم ﷺ کو تعلیم دینے والا آپ ﷺ کا معلّم اللہ تعالیٰ جلّ شانہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ ﷺ کو تعلیم دیا اور جو پسند نہ فرمایا تعلیم نہ دیا۔

نمبر 3 : علمائے باطن، عارفین و عاشقین کے نزدیک آنحضور ﷺ کو شاعری نہ سکھائے جانے کا ایک سبب اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شاعر خواہ کتنا ہی مشّاق اور بُلند پایہ کیوں نہ ہو، مگر اچھا شعر کہنے میں اُسے کچھ نہ کچھ محنت ضرور کرنا پڑتی ہے۔ اور

Marfat.com

نہیں تو قافیہ، ردیف اور عروض وغیرہ ہی کا خیال اُسے ضرور رکھنا پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی مگر جب تک وہ اپنی توجہات کو شعر کہتے وقت ایک خاص نقطہ پر مرتکز نہیں کر دیتا اُس سے شعر گوئی کا حق ادا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں آیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ چند لمحوں کے لیے بھی کسی دوسری طرف متوجہ ہوں اِسی لئے آپ کو سرے سے شاعری ہی نہیں سکھائی گئی۔

نمبر 4: منصبِ رسالت ﷺ اتنا ارفع وبُلند ہے کہ اُس کے مقابلے میں شاعری کوئی کمال نہیں، بلکہ نقص ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مرتبۂ رسالت کے حوالے سے آپ کی ذات سے شاعری کی نفی کی۔

نمبر 5 : شاعر پہلے الفاظ کو ترتیب دے کر اُسے قافیہ وردیف کے مطابق موزوں کرتا ہے پھر اُس کے تابع کر کے معانی و مفاہیم کو سوچتا ہے جب کہ حکمت و دانائی کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے معنی کو ملحوظِ فکر رکھا جائے، پھر الفاظ اُس کے تابع ہو کر آئیں۔ اور نبوّت و حکمت لازم و ملزوم ہیں، بلکہ نبی خود بھی حکیم ہے اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اِسی لئے شاعری مرتبۂ نبوت کے منافی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کو نہیں سکھائی گئی۔

نمبر 6: آنحضور ﷺ کو علمِ شاعری نہ سکھانے کا مقصد یہ نہیں کہ آپ کو کوئی شعر آتا ہی نہ تھا، بلکہ آپ تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض اشعار کی معنوی اصلاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ آپ ﷺ کو خود شعر موزوں کرنے کا ملکہ نہیں عطا کیا گیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت کعب بن زہیر اسلمی رضی اللہ عنہ نے قصیدۂ نعتیہ میں عرض کیا۔

وان الرسول لنار يستضاء به

وصارم من سيوف الهند مسلول

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا نار کی جگہ نور کہو اور سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ کہو۔

نمبر 7 : حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شعر کہنے پر قدرت دی گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر شعر کہنا حرام کیا گیا تھا اِسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شعر نہیں کہے۔ ورنہ جب کبھی آپ نے مسجّع و مقفّٰی کلام فرمایا تو عرب کے بڑے بڑے فصحاء حیران اور ششدرر رہ گئے، چنانچہ درجِ ذیل چند کلماتِ مبارکہ ہمارے اِس موقف پر دلیل ہیں۔

هل انت الا اصبع دميت وفی سبيل الله مالقيت۔ والله لولا الله ما اهتدينا ، ولا تصدقنا ولا صلينا ، فانزلن سكينة علينا وثبتِ الاقدام ان لاقينا ان الاولیٰ قد بغوا علينا ، اذا ارادُوافتنة ابينا يرفع بها صوته ابينا ابينا۔ اللّٰهم لاعيش الا عيش الآخرة فاغفرِ الانصارَ والمُهاجرة۔

نمبر 8 : بعض مفسّرین نے کہا ہے کہ وما ينبغی له کی ضمیر ''ہ'' قرآن کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کا شعر ہونا صحیح نہیں ہے (یعنی قرآن کو شعر کہنا غلط ہے)۔ تفسیرِ مظہری۔

ہم یہاں قارئین کے ذوقِ جستجو کا احترام کرتے ہوئے دو باتیں مزید عرض کرتے ہیں اور اس کے بعد معترضین کی مستدلہ دوسری آیت کی تشریح پیشِ خدمت کریں گے۔

اوّل: اس بات میں علمائے اسلام کا اختلاف ہے کہ آیا صرف ہمارے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے شاعری کی نفی کی گئی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شاعر

Marfat.com

نہیں بنایا گیا یا تمام انبیاء علیہم السلام کو شعر کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ صرف ہمارے حضرت ﷺ کی ذات سے نفی کی گئی، کیوں کہ عرب کا شاعرانہ ماحول اُس وقت کی شاعری کا معیار جھوٹے تخیّلات، اخلاق سوز طرزِ کلام اور عُجب و تکبّر سے بھری خلافِ واقعہ باتیں تھیں، اِنہی کی وجہ سے حضور ﷺ پر سے شاعر ہونے کا الزام رفع کیا گیا۔ جب کہ دیگر انبیاء علیم السّلام سے اِس کی نفی نہیں کی گئی، بلکہ حضرت آدم علیہ السّلام کے وہ شعر جو انہوں نے اپنے بیٹے ہابیل کی موت پر کہے تھے وہ بھی بعض کتب میں لکھے ہوئے ہیں۔

تغیرت البلاد و من علیها
ووجه الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی طعم ولون
وقل بشاشة الوجه الصبیح

(تفسیر روح المعانی)

اور دُوسرے بعض علماء کہتے ہیں کے یہ نفی کا حکم عام ہے تمام انبیاء علیہم السّلام کو تعلیمِ شعر نہیں دی گئی، کیونکہ یہی آیتِ مذکورہ بالا ہی عام نفی پر دلالت کر رہی ہے۔

ثانی۔ ہمارے پیغمبر جناب محمدِ مصطفیٰ ﷺ نے بعض اوقات کچھ اشعار اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے (کسی اور شاعر کے) لیکن آپ ﷺ نے ان کو ساقط الوزن فرما دیا۔ یا آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو ساقط الوزن ادا کرا دیا۔ چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے درجِ ذیل شعر پڑھا۔

Marfat.com

ستبدی لك الایام ما كنت جا هلا

و یاتیك من لم تزود بالاخبار

فقال ابو بكر رضی الله عنه لیس ھكذا یا رسو ل اللہ فقال علیه الصلاۃ والسلام " انی والله ما انا بشاعر ولا ینبغی لی۔ پس جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعر اِس طرح نہیں ہے بلکہ اصل شعر میں تو مصرعۂ ثانیہ یوں ہے.....ع

ویا تیك بالا خبا رِ من لم تز و دِ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم ہے، نہ تو مَیں شاعر ہوں اور نہ ہی میرے لئے یہ مناسب ہے۔ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شعر بطورِ مثال پڑھا۔

کفی با لا سلام و الشیب للمرء نا ھیا (اسلام اور بالوں کی سفیدی آدمی کو گناہوں سے روکنے کے لئے کافی ہے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! شاعر نے تو اس طرح کہا ہے۔کفی الشیب والاسلام با لمر ء نا ھیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ پڑھا تو پھر بھی پہلے ہی کی طرح پڑھا اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔اشھد انك رسول الله ما علمك الشعر وما ینبغی لك۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں! اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر سکھایا ہی نہیں اور نہ وہ آپ کے شایانِ شان ہے۔اِسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ یہ شعر پڑھا۔

اتجعل نھبی و نھب العبید

بین الاقرع و عیینة

Marfat.com

اس پر بھی جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہوں آپ نہ شاعر ہیں اور نہ راوی اور نہ یہ آپ کے شایانِ شان ہے۔

دوسری آیتِ مبارکہ اُنیسویں پارہ سورۂ شعراء کی ہے۔ وَ الشّعرآء یتّبعھُمُ الغاوٗون یعنی شاعروں کی پیروی تو بے راہ رَو لوگ ہی کرتے ہیں۔ یعنی شاعر لوگ کیونکہ خود گم کردہ راہ ہوتے ہیں اُن کا کلام بے راہ روی کا حاصل ہوتا ہے اِسی لئے اُن کی پیروی بھی بے راہ رَو لوگ ہی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کے شاعری کوئی مستحسن اور اچھا کام نہیں ہے، بلکہ فی کلّ وادٍ یھیمون کا مصداق ہے جواباً گزارش ہے کہ بے شک کافر ،مشرک لوگ، زمانۂ جاہلیّت کے بے راہ رَو لوگ اور شعراء یقیناً اِس زد میں آتے ہیں اور آج بھی ایسے شعراء جو کتاب وسنّت کی تعلیمات کے خلاف شاعری کریں' لوگوں میں اخلاقی بے راہ روی پیدا کرنے والے شعر لکھیں یا جو لوگ ایسے شعراء کی آنکھیں بند کر کے تقلید کریں اور مسلّمہ شرعی و دینی عقائد جو کتاب وسنّت سے ثابت ہیں اُن کے خلاف عقائد اپنائیں یا ایسے عقائد کی ترویج واشاعت کریں اور کتاب وسنّت اور اقوالِ سلف صالحین سے تمسّک کے بجائے شعر وشاعری سے استدلال کریں وہ یقیناً اس وعیدِ شدید کے مستحق ہیں، مگر یہ وعید بلا تخصیص وتحقیق سب کے لئے نہیں ہے۔ آخر اِلا الّذینَ اٰمنوا وعمِلوا الصّٰلِحٰت کا استثناء بھی تو کتاب اللہ میں موجود ہے اور صراحتاً تفسیر جلالین شریف میں اِس آیت کے زیرِ تفسیر مرقوم ہے۔ اِلا الّذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰتِ من الشعراء یعنی شعراء میں سے وہ لوگ جو صاحبِ ایمان بھی ہیں اور اعمالِ صالحہ بھی کرتے ہیں وہ اِس وعید کی زد میں نہیں، بلکہ وہ لوگ تو وذکروا اللہ کثیرًا کی شان والے ہیں، جس کی تفسیر صاحبِ جلالین نے یوں کی أی لم یشغلھم الشعر عن الذّکر یعنی اُن کو شعر وشاعری میں انہماک ذکرِ الٰہی سے غافل نہیں کر سکتا

Marfat.com

بلکہ وہ شعر گوئی کے ساتھ ساتھ عبادت الٰہی اور ذکرِ ربّانی میں بھی مشغول رہتے ہیں اور اپنی شاعری مین بھی بقولِ تفسیرِ مدارک ذکر ہی کرتے ہیں۔ وذکروا اللّٰہ کثیرًا ای کَان ذکر اللّٰہ وتلاوۃ القرآن اغلب علیھم من الشعر واذا قالُوا شعرًا قالوا فی توحید اللّٰہ تعالیٰ و الثناء علیہ والحکمۃ والموعظۃ والزھد والادب و مدحِ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم والصّحابۃ وصلحاء الامّۃ ونحوِ ذلکِ ممّا لیس فیہ ذنب الخ۔

ترجمہ: اُن لوگوں کی شعر گوئی پر ذکر اللہ اور تلاوتِ قرآن غالب ہوتی ہے اور جب شعر کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور حمد وثناء بیان کرتے ہیں۔ اپنے شعروں میں حکمت و دانائی، پند و نصیحت، دنیا کی بے ثباتی، دنیا سے بے رغبتی اور ادب واحترام کی تعلیم دیتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام اور صلحائے امتّ کی تعریف کرتے ہیں، اور شعروں میں گناہ کی بات یا گناہ پر برانگیختہ کرنے والی بات ہرگز نہیں کرتے۔

چنانچہ حضرتِ حسّان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب بن مالک رضوان اللہ علیھم اجمعین یہ تینوں اسلامی شاعر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اِس آیت کے نزول کے بعد روتے ہوئے بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم بھی شاعر ہیں اور شاعروں کی مذمّت میں یہ آیت نازل ہوئی ہے تو فأنزل اللّٰہ اِلا الّذین اٰمنُوا پس اللہ تعالیٰ نے آیات کا یہ حصّہ نازل فرما کر اُن کی تسلّی کرادی کہ جو شخص صاحبِ ایمان اور اعمالِ صالحہ والا ہے وہ اِس کی زد میں نہیں آتا اور کتبِ تاریخ ورجال میں یہ حقیقت موجود ہے کہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم شاعر تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تو سب سے اچھا شعر کہتے تھے بلکہ آپ کا دیوان بھی موجود ہے اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجدِ نبوی میں منبر بچھایا جاتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود

Marfat.com

اشعار سنتے اور اُن کے لئے دعا فرماتے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث شریف کا یہ جملہ خصوصاً قابلِ توجہ ہے۔ قال النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یوم قریظۃ لحسان بن ثابت اُھجُ المشرکین فانّ جبرئیل معکَ وکان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لحسّان اجِبْ عنّی اَللھُمَّ ایّدہ بروُحِ القدس۔

ترجمہ : قریظہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے حضرتِ حسّان رضی اللہ عنہ بن ثابت سے فرمایا تُو کفار کی ہجو کر بے شک جبریل تیرے ساتھ ہے اور جنابِ رسول اللہ ﷺ حضرتِ حسّان سے فرماتے تھے میری طرف سے مشرکین کو جواب دو اور آپ ﷺ دعا فرماتے۔ اے اللہ! حسّان کی روح القدس سے مدد فرما۔

آنحضرت ﷺ نے خود بھی اچھے اشعار سماعت فرمائے تھے اور سننے کی فرمائش بھی کی تھی۔ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث شریف حضور ﷺ کے ذوقِ سماعِ اشعار کا پتہ دیتی ہے۔ وعن عمرو بن الشرید عن أبیہ قالَ رَدِفتُ رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یوماً فقال ھَل مَعکَ من شعرِ امیّۃ بن ابی الصّلتِ شیء قلتُ نعم قالَ ھیہ فأنشدتہٗ بیتاً فقالَ ھیہ ثم انشدتہُ بیتاً فقالَ ھیہ حتّٰی انشدتہ مأئۃ بیتٍ رواہ مسلم۔

ترجمہ : حضرت عمرو بن الشّرید سے روایت ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (ان کے والد کہتے ہیں) میں ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی سواری پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار تھا۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے اُمیہؔ بن ابی الصلّت کا کوئی شعر یاد ہے؟ مَیں نے عرض کی جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لایئے (سناؤ) مَیں نے ایک شعر پڑھا۔ آپ نے فرمایا اور سناؤ، مَیں نے اور شعر پڑھا۔ آپ

Marfat.com

نے فرمایا اور پڑھوحتیٰ کہ مَیں نے ایک سو(100) شعر سنائے اور آپ ﷺ نے سُنے۔ حضرت لبید رضی اللہ عنہ کے متعلق تو آپ ﷺ کا فرمان ہر صاحبِ مطالعہ شخص کے علم میں ضرور ہوگا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں یہ متفق علیہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے موجود ہے۔

وَعَن ابی هریرَۃ قالَ رسُول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم اَصدقُ کلمۃٍ قالها الشاعر کلمة لبیدٍ ؎

اَلَا کلّ شیئی ما خلا اللّٰه باطل

و کل نعیم لا محالة زائل

ترجمہ : حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شعراء کی کہی ہوئی باتوں میں سے سب سے زیادہ سچّی بات لبیؔد کا یہ کلمہ (جملہ) ہے۔''خبردار! اللہ کے سوا ہر شے فنا کے گھاٹ اُترنے والی ہے اور ہر نعمت آخرِ کار ختم (زائل) ہونے والی ہے''۔

معلوم ہُوا کہ تمام شاعر اور سب اشعار بُرے نہیں، نہ یہ کام فی نفسہٖ بُرا ہے۔ بلکہ یہ حکمت ودانائی کی نعمت ہے جس کا اشارہ حکیمِ کائنات ﷺ نے انّ من الشّعر لحکمة سے فرمادیا۔ البتہ جو اِس حکمت کی نعمت کو غلط استعمال کرے وہ یقیناً ماخوذ اور گرفتارِ عذاب ہوگا جیسے کہ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

وقالت عائشة رضی اللّٰه عنها الشعر کلام فمنه حسن و منه قبیح فخذ الحسن وَدَعِ القبیحَ یعنی شعر بھی ایک کلام ہے اور کلام اچھا بھی ہوتا ہے

Marfat.com

اور بُرا بھی، پس اُس میں سے اچھا کلام (شعر) قبول کرلو اور بُرے کو چھوڑ دو (حاشہ جلالین) اگر کچھ بُرے اشعار کی وجہ سے سب شاعروں اور شعروں کی بُرائی کرنا جائز ہے تو پھر ابوداوٗد شریف کی یہ حدیث ہمیں کیا بتاتی ہے توجہ کیجئے وعن صخر بن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ عن جدّہ قالَ سمعت رسُول اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقولُ ان من البیان سحرا وانّ من العلم جھلًا وان من الشعر حکماً وانّ من القول عیالاً (رواہ ابوداوٗد) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بعض بیان جادو، بعض علم جہالت، بعض شعر حکمت اور بعض باتیں بوجھ ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ علم جسے جہالت کہا گیا وہ یقیناً وہی علمِ مضر ہے بقولِ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ع۔۔۔

علمے کہ راہِ حق ننماید جہالت است

جیسا کہ علمِ منفی اور علمِ مضر کی وجہ سے مطلق علم کی نفی فضیلت نہیں کہی جاسکتی اِسی طرح بُری شاعری کی وجہ سے ہر شاعری کو بُرا نہیں کہا جاسکتا۔ ایک حدیث شریف بھی اِسی مضمون کی دارِقُطنی نے روایت کی ہے۔

عن عائشہ قالت ذُکرَ عند رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم الشّعر فقالَ رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ھو کلامٌ فحسنہٗ حسنٌ وقبیحہٗ قبیحٌ (رواہ الدّارقطنی)

حضرت عائشہ علیہا السلام روایت کرتی ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر کیا گیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ (شعر) بھی ایک کلام ہے پس اُس کا اچھا، اچھا ہے اور بُرا، بُرا ہے۔

Marfat.com

لہٰذا جو روایات شاعری کی مذمت میں آئی ہیں اُن کا منشاء و مفاد اِسی قدر ہے کہ بتوں کی پوجا، شہوانی خیالات، آباء واجداد پر فخر و مباہات اور جاہلانہ رسوم کی تعریف میں جو شعر کہے جائیں وہ قبیح ہیں اور جو شعر مضمونِ توحید و رسالت اور پند و موعظت پر مشتمل ہوں وہ اچھے ہیں اُنہیں کسی طرح بُرا نہیں کہا جا سکتا۔

ایک دانشور سے قرآن وحدیث اور اسلامی تعلیمات کے پس منظر میں شاعری پر بحث چھڑ گئی۔ آخر جب اُن پر معقول دلائل کی تمام راہیں مسدُود ہو گئیں تو اُنہوں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر سنا دیا کہ اگر شاعری کوئی فعلِ مستحسن ہوتا تو وہ یوں نہ کہتے۔

ولولا الشعرُ بالعلماءِ یُزْرِی

لکنتُ الیومَ اَشعَرَ مَنْ لبیدٍ

کہ اگر شعر گوئی علماء کے لئے مُوجبِ عیب نہ ہوتی تو مَیں آج لبیدؔ سے بھی بڑا شاعر ہوتا۔ مَیں نے کہا کہ آپ یہ شعر پیش کر کے یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے شعر گوئی کو علماء کے شایانِ شان قرار نہیں دیا اور یہ کہ شعر گوئی ایک امرِ قبیح ہے۔ بولے ہاں۔ مَیں نے کہا کہ یہ نکتہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات نثر میں بھی تو کہہ سکتے تھے، آخر شعر میں کیوں کہی؟ اگر اُن کے نزدیک شعر کی کوئی اہمیّت نہ تھی تو اُس کا سہارا کیوں لیا۔ بات نثر میں کیوں نہ کہہ دی؟ اِس سے تو شعر گوئی کی اہمیت کا ثبوت ملتا ہے اور پھر جب یہ شعر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تو اُنہوں نے اپنے ہی قائم کردہ اُصول (کہ شاعری علماء کے شایانِ شان نہیں) کے خلاف کیا۔ گویا یہ شعر کہتے ہوئے اُنہوں نے اپنے ہی مرتبۂ علمی کو نظر انداز کر دیا۔ وہ نثر میں یہ فرما دیتے کہ اگرچہ میں شعر

Marfat.com

کہہ سکتا ہوں، مگر مَیں اِس لیے نہیں کہتا کہ یہ کام علمائے دین کی شانِ علم کے منافی ہے، لیکن تاریخ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اُنہوں نے بے شمار شعر کہے۔ بلکہ اُن کے نام سے ایک عربی دیوان بھی منسوب ہے اور اُن کے درجہ ذیل دو شعر تو اِس قدر مشہور ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحبِ علم وادب شخص اِن سے نا آشنا ہو۔

یَا أَھلَ بیتِ رسُول اللّٰہِ حبّکم
فر ض" مّن اللّٰہِ فی القرآنِ انزلہٗ

یا

لو کَانَ رفضًا حبّ آلِ محمّدٍ
فلیشھدِ الثّقلانِ اَنّی رافضٗ

میرا تجزیہ سُن کر وہ خاموش ہو گئے۔

مسندِ احمد میں ایک حدیث وارد ہے کہ انّ من البیان لسحر اً وانّ من الشعر لحکمۃ کہ بعض بیانوں میں جادو اور بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔ چوں کہ حضور ﷺ خود افصح العربِ والعجم ہیں اور آپ کی زبانِ معجز بیان سے نکلا ہوا ہر جملہ فصاحت وبلاغت کا عظیم ترین شاہکار ہے اس لئے آپ نے بیان کو جادو اور شعر کو حکمت سے تعبیر فرمایا۔ حدیثِ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ آپ بیان کی ساحری اور شعر میں دانائی کو پسند فرماتے تھے۔

علاوہ ازیں دورِ جاہلیّت کے ایک بہت بڑے فصیح وبلیغ خطیب کی تعریف بھی آپ نے فرمائی۔ اِس خطیب کا نام قُس بن ساعدۃ الایادی تھا۔ طائف میں عکاظ کا میلہ

Marfat.com

ہر سال لگتا تھا۔ تمام فصحائے عرب وہاں جمع ہو کر اپنے اپنے جوہر دکھاتے۔ حضور ﷺ کا ابتدائی دور تھا۔ آپ بھی اُس میلے میں تشریف لے گئے، جب قُس بن ساعدۃ الایادی کی باری آئی اور اُس نے خطاب شروع کیا تو حضور ﷺ سامعین میں تشریف فرما تھے۔ حدیث شریف میں قُس بن ساعدہ کے خطاب کا ذکر موجود ہے اور آپ نے اُس کے لئے رَحِمَ اللّٰہ قُسًّا کے الفاظ بھی فرمائے، خطیبِ موصوف نے اپنے خطبے میں بے ثباتیِ دنیا کا ذکر کیا۔

یہ کوئی ایسا موضوع نہ تھا، جسے پہلی بار بیان کیا گیا ہو، مگر قُس بن ساعدہ نے الفاظ کے سہارے اِس مضمون کو کیا بیان کیا، گویا الفاظ کو نگینوں کی طرح جملوں میں جڑ دیا۔ حضور ﷺ اگرچہ اُس وقت کم عمر تھے۔ مگر بیان کی فصاحت اور زبان کی بلاغت کو سمجھنے کے خداداد جوہر بہ تمام و کمال آپ کی طبیعت مبارک میں موجود تھے۔ یہاں ہم قُس بن ساعدہ الایادی کے اُس خطبے کو ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ تا کہ قارئین کو اندازہ ہو کہ محض ٹُوٹے پُھوٹے الفاظ میں بات کہہ لینا خطاب نہیں کہلاتا، بلکہ معمولی سی بات کو سلیقے اور فصاحت و بلاغت کے میزان پر تول کر بیان کرنا بیان کا جادو کہلاتا ہے۔ جس کا اعلیٰ ترین ثبوت قرآن مجید اور اُسکے بعد حضور علیہ السّلام کی قولی احادیث ہیں جن کو جوامع الکلم بھی کہا گیا ہے۔

قس بن ساعدہ کا وہ خطبہ جو حضور ﷺ نے بچپن میں سُنا اور اُسکی تعریف فرمائی۔

اقتباس: قدیم ادبِ عربی کی کتب میں قس کا خطبہ اِن الفاظ میں درج کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ایّھا الناس: اسمعوا و عُوا، انّه من عاش مات ومن مات فات، وکلّ ما ھو آتٍ آتٍ، لیل داج، ونھار ساج، وسماء ذات ابراج، ونجوم" تزھر، وابحار تزخر، وجبال مُرساۃ، وارض مُدحاۃ وانھار مجراۃ، انّ فی السماء لخبراً، وان فی الارض لعبرا، مابال النّاس یذھبون ولا یرجعون؟ ارضُوا فاقاموا، اَم ترکُوا فنامُوا؟ یامعشر ایاد، أین الأباء والا جداد، واین الفراعنة الشداد؟ الم یکونوا اکثر منکم مالاً، واطول آجالاً؟ طحنھم الدھر بکلکله، ومزقھم بتطاوله۔

ترجمہ : (عکاظ کے میلے میں تقریر کرتے ہوئے اس نے کہا) اے لوگو! سنو اور یاد رکھو جو زندہ ہے وہ مرے گا جو مرے گا وہ دنیا سے چلا جائے گا، جو کچھ ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا، یہ تاریک رات، یہ روشن دن، یہ بُرجوں والا آسمان، یہ چمکنے والے تارے، یہ موجیں مارنے والے سمندر، یہ جمے ہوئے پہاڑ، یہ پھیلی ہوئی زمین، یہ بہتے ہوئے دریا شاہد ہیں کہ یقیناً آسمان میں کوئی خاص قوّت ہے اور زمین میں عبرتیں ہیں۔ آخر یہ لوگ کہاں چلے جاتے ہیں کہ پھر وہاں سے واپس نہیں آتے؟ کیا وہاں رہنے پر رضا مند ہو گئے؟ یا پھر دنیا چھوڑ کر سو گئے؟ اے خاندانِ ایاد! تمہارے آباء واجداد کدھر گئے؟ اُن ظالم فراعنہ کا کیا حشر ہوا؟ کیا مال و دولت میں وہ تم سے بڑھ چڑھ کر نہ تھے؟ کیا اُن کی عمریں تمہاری عمروں سے زیادہ لمبی نہیں ہوتی تھیں؟ زمانہ نے سب کو حوادث کی چکّی میں پیس ڈالا اور ان کی جمعیّتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔

آپ نے دیکھا کہ دورِ جاہلیّت کے خُطباء کا مرتبۂ کلام کیا تھا۔ جس طرح بعض لوگوں کی گفتگو میں قدرتی طور پر تاثیر ہوتی ہے کہ وہ بات کریں تو دیر تک اُن کی گفتگو سننے کو جی چاہتا ہے۔ اِسکے لئے انسان کا عالم فاضل ہونا ضروری نہیں ہوتا۔

Marfat.com

چنانچہ ہماری نظر سے دیہاتوں کے بعض ایسے غیر تعلیم یافتہ لوگ بھی گزرے اور گزرتے ہیں کہ وہ اپنی مادری زبان میں اِس قدر فصیح و بلیغ گفتگو کرتے ہیں اور پھر اُن کی گفتگو میں اِس قدر جاذبیّت ہوتی ہے کہ ایک زبان وادب کا باذوق سامع اُن کی گفتگو اور اندازِ کلام میں کھو کر رہ جاتا ہے۔ الفاظ کا برمحل استعمال، لہجے کا حُسن، ضرب الامثال، محاورات اور روزمرہ میں تراشے ہوئے فقروں کا لبھاؤ، اُن کا دانائی سے بھرپور اور پُر مغز خطاب انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے اِس کے برعکس نظر سے ایسے ایسے تعلیم یافتہ اور عالم وفاضل حضرات بھی گزرتے ہیں کہ انتہائی بھدّی گفتگو کرتے ہیں۔ علمی فضیلت کے باوجود نہ اُن کی گفتگو میں تاثیر ہوتی ہے اور نہ جاذبیّت، جی چاہتا ہے کہ وہ سلسلۂ کلام بند کردیں تو اُن کی نوازش ہوگی۔ نہ کوئی لہجہ، نہ کوئی الفاظ کے چناؤ کا شعور، نہ خوبصورت جملے، نہ ادائیگی کا حُسن، نہ زبان، نہ محاورہ، اور نہ روزمرّہ کے استعمال کی استطاعت۔ یہی حال ہمارے اکثر خطباء کا ہے۔ اِن میں اکثر رٹی رٹائی تقریروں کے عادی ہوتے ہیں۔ غیر مستند واقعات، بعض خلافِ عقل ونقل باتیں اور چند غیر معیاری اشعار اِن کے خطابات کا محور ہوتے ہیں، پھر ستم یہ کہ اشعار بھی اکثر بے وزن پڑھتے ہیں۔ اور پڑھنے کا انداز ایسا بے مزہ اور پھیکا کہ اگر اتفّاقاً وہاں خود شاعر بھی بیٹھا سُن رہا ہو، تو مارنے مرنے پر تُل جائے اور پکار اُٹھے ''اِن ھٰذا الظلم عظیم'' قدیم خطبائے عرب جو خطبے دیا کرتے تھے اُن کا مقصد اہلِ زبان پر اپنی زبان دانی ثابت کرنا اور اُن پر علمی ولسانی دھاک جمانا ہوتا تھا۔ وہ اپنے خطابات پر اُجرت نہیں لیا کرتے تھے۔ حالانکہ اُن کے خطبات مذہبی اور دینی قسم کے نہیں ہوتے تھے کہ اُن میں اثر آفرینی کے عناصر بھی ہوتے۔ اِسکے برعکس ہمارے ہاں قرآن وحدیث کے مفاہیم کی چاشنی، الفاظ کی غیر معمولی جاذبیّت اور عقیدت ومحبّت کی بنا پر وہ سامانِ ذوق مہیّا ہوتا ہے کہ اگر مسلمان خطباء دنیوی حرص وہوا

Marfat.com

کو کچھ دیر کے لئے چھوڑ کر پوری عقیدت، خلوص اور تیاری سے خطاب کرتے تو یقیناً دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دیتے۔ بقولِ علامہ سیماب رحمۃ اللہ علیہ

خلوصِ دل سے جو سجدہ ہو اُس سجدے کا کیا کہنا

وہیں کعبہ سرک آیا جبیں میں نے جہاں رکھ دی

مگر آج کل ہوتا یہ ہے کہ خطیب صاحب نے موقع و محل کے مناسب چند تمہیدی جملے کہے، پھر اپنی زبان دانی کے جوہر دکھا کر سامعین کو مرعوب کرنا چاہا، اِس دوران کئی غلط سلط باتیں بھی کہہ گزرے، چوں کہ ایسے خطبات میں للّٰہیت اور خلوص نام کو نہیں ہوتا، اِس لئے سامعین مجبورًا اُسن تو لیتے ہیں اور وقتی داد و تحسین سے بھی نواز دیتے ہیں، مگر اُن کے قلوب پر نہ کوئی اثر پڑتا ہے، نہ آنکھ میں کوئی اشکِ نسبت چمکتا ہے اور نہ انابت الی اللہ پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے اسباب کے علاوہ اِسکے دو بنیادی سبب یہ ہیں۔ ایک خلوص کا فقدان اور دوسرا علم و بیان میں ناپختگی ۔عربی ادب میں حضرت پیرانِ پیر الشیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مواعظ کی دُھوم ہے، حالانکہ حضرتِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مادری زبان فارسی تھی اور ایران کے صوبہ گیلان میں ایک غیر معروف گاؤں بُشتیر میں پیدا ہوئے۔ عجمی ہونے کے باوجود اُنہیں اپنی زبان فارسی کے علاوہ عربی پر اِس قدر یدِ طولیٰ حاصل تھا کہ مستند مورّخین کے مطابق جب وہ منبر پر بیٹھ کر اپنا وعظ شروع کرتے تو کم از کم ستّر (70) ہزار کا مجمع ہوتا، اردگرد کھڑے لوگ یوں لگتے، جیسے شہر کے گرداگرد فصیل کھینچ دی گئی ہو۔ اُن کے ایک ایک جملے پر اکثر لوگ بے ہوش ہو جاتے، کئی لوگوں پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا اور بعض روایات کے مطابق کئی لوگوں کے جنازے اُٹھ جاتے۔ خوش عقیدہ لوگ تو اِسے حضرتِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت کہیں گے۔ مگر یہ محض کرامت نہیں، بلکہ یہ ایک مردِ مومن کی اُس

Marfat.com

زبانِ حق ترجمان کا اثر ہے، جو اخلاص، بے ریائی اور للّٰہیت کے مقامِ اعلیٰ سے سخن ریز ہوتی ہے اور جس کا رشتۂ تاثیر صاحبِ لسانِ وحی ﷺ سے جا ملتا ہے۔ اور بلا شبہ وہ زبان ''لسان الفقراء سیف اللّٰہ'' کی مصداق ہوتی ہے اور یہ مقام کرامت سے بھی بلند ہے۔ کیوں کہ انبیاء علیہم السّلام کی گفتگو میں اگرچہ قدرتی طور پر ایجاز و اعجاز تھا۔ مگر وہ ہر وقت اور بلا ضرورت اپنے معجزات کا اظہار نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مخصوص اور منصوص عہدے پر فائز تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ صوفیائے کرام خطابات میں اپنی کرامت کا اظہار فرمایا کرتے تھے، یہ نقطۂ نظر قرینِ حقیقت نہیں، بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ چونکہ وہ کمالِ اخلاص سے موضوعاتِ دینیہ پر کلام فرماتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ اُن کے ہر جملے میں وہ تاثیر بھر دیتا کہ سامعین کے قلوب تسخیر کر لیتے تھے۔

چوں کہ بیان اور اسلوبِ بیان کا ذکر چلا تھا۔ اس لیے نثر و نظم کے علاوہ اہلِ ادب کی گفتگو اور خطابات پر بھی ضمناً بحث کی گئی، تاکہ قارئین زبان و بیان کی اہمیت کو سمجھ سکیں اور پھر یہ اندازہ بھی لگائیں کہ ایک جاندار شعر کہنا کس قدر مشکل کام ہے، ڈھکوسلے سے کام لیتے ہوئے دو مصرعے کہہ لینا اور بات ہے اور زندۂ جاوید شعر کہنا بالکل اور بات۔ اکثر یہ دیکھا گیا کہ جب ایک نامور شاعر کی عزّت و شہرت دیکھنا برداشت سے باہر ہو جاتی ہے تو کم علم حاسدین معاشرے میں خود کو بڑا ثابت کرنے کے شوق میں تک بندی شروع کر دیتے ہیں یا پھر کسی اچھے شاعر سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں، جو اُن کو شعر کہہ دیتا ہے اور وہ اُسے اپنے نام سے منسوب کر کے شائع کر دیتے یا محفلوں میں پڑھواتے ہیں تاکہ لوگ اُن کو بھی کسی کھاتے میں سمجھیں۔ مگر ایسی شاعری اور شاعروں کی حیاتِ شعری بہت ہی مختصر ہوا کرتی ہے اور ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ فلاں شخص شعر کہہ بھی سکتا ہے یا نہیں،

Marfat.com

کسی کا اچانک شاعر بن کر سامنے آجانا کوئی ادبی کرامت نہیں ہوتی بلکہ اُس کی اپنی عزّت کی شامت ہوتی ہے۔ایسے دھوکہ بازوں کا اصلی چہرہ سامنے لانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ انہیں بحر اور زمین کے علاوہ قافیہ وردیف دیکر کہا جائے کہ وہ سب کے سامنے بیٹھ کر شعر کہیں، وقت مقرر کیا جائے۔کم از کم سات شعر ایک گھنٹے ہی میں کہہ کر دکھادیں، یا اُنہیں نعتیہ یا غزلیہ مشاعرے میں دعوت دی جائے، اس طرح جب وہ اساتذۂ سخن کے درمیان بیٹھ کر اپنا کلام سنائیں گے تو ماہرینِ سخن نہ صرف اُن کی چوری پکڑ لیں گے، بلکہ اُن کو وہیں ٹھنڈا بھی کر دیں گے، جس سے اصل اور نقل کا فرق واضح ہو جائے گا۔

مَیں نے جب شاعری کی ابتداء کی تو اُس وقت میری عمر دس (10) برس تھی۔ جب تیرہ چودہ برس کا ہوا تو فارسی میں ٹُوٹے پھوٹے مصرعے جوڑ لیتا تھا۔میرے اُستادِ محترم حضرت مولانا فتح محمد صاحب علیہ الرّحمہ عربی اور فارسی ادب کے علاوہ اردو ادبیات پر بھی مکمل دسترس رکھتے تھے۔مگر طبعًا شعری ذوق بہت کم پایا تھا۔ جب ذرا میری شاعری کی شہرت ہوئی اور حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں میرا کلام محبوب قوّال مرحوم پڑھنے لگے۔تو اُستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فکر لاحق ہوئی کہ میری ساری توجہ عربی اور فارسی کی درسی کُتب سے ہٹ کر صرف شعری فکر کی نظر ہو جائے گی تو مجھے سختی سے روکنا شروع کر دیا۔ مجھے یاد ہے کہ میں اُس وقت فارسی فاضل کی تیاری کر رہا تھا اور اُس وقت میری عمر چودہ (14) برس کی تھی۔ جب میں شعر گوئی سے باز نہ آیا تو ایک دن استاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھاتے پڑھاتے کتاب بند کر دی اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اگر تو واقعتًا شاعر ہے تو اِس مصرعہ پر میرے سامنے شعر کہہ کر دِکھا۔ اُس وقت مولوی ممتاز احمد چشتی میرے ہم سبق تھے۔ اُن کو میرے پاس سے اُٹھا دیا، ایک گھنٹے کا وقت دیکر چھڑی لیکر میرے آس پاس گھومنے لگ گئے چھڑی کا سر پر منڈلاتا ہوا خوف اور پھر شعر گوئی کا لطیف ذوق ہر چند یہ

Marfat.com

دونوں متضاد چیزیں تھیں۔ مولوی ممتاز صاحب کو بھی شعر گوئی سے مَس تھا۔ اُنھوں نے میری مدد کرنا چاہی، مگر اُستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُنھیں میرے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ مجھے یاد ہے کہ اُستادِ محترم رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مصرعہ بہ طورِ طرح دیا تھا ع

سینہ مالا مالِ درد است اے دریغا ہمدمے

پورا شعر جو غزل کا مطلع بھی ہے، یوں ہے۔

سینہ مالا مالِ درد است اے دریغا ہمدمے
جاں زِ تنہائی بجاں آمد خُدا را ہمدمے

اِسی زمین میں میرے جدِّ امجد حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ، نے بھی غزل کہی، جس کا مطلع یہ ہے۔

سینہ مالا مالِ درد است و بجوید ہر دمے
درد بر دردِ دگر زخمے بجائے مرہمے

مَیں نے اُس وقت جو مطلع کہا وہ یہ تھا۔

ایکہ نامت بر زبانِ ماغریباں ہر دمے
وے کہ یادت مُونسِ ہر بیدلے در ہر غمے

یہ پوری غزل میرے فارسی مجموعۂ غزلیات ''عرشِ ناز'' میں چھپ چکی ہے کیونکہ وہ ابتدائی دور تھا، اِس لئے بعد میں جب مجموعۂ کلام میں اُسے شامل کیا، تو مناسب تبدیلیاں بھی کی تھیں۔ صرف بتانا یہ مقصود تھا کہ میری شاعری کا امتحان لیا گیا کہ مَیں

Marfat.com

شاعر بھی ہوں کہ نہیں اور جب سامنے بٹھا کر اور سر پر کھڑے ہو کر مجھ سے شعر کہلوائے گئے اور میں بحمد اللہ اِس امتحان میں کامیاب نکلا تو اُستاد صاحب کو میرے شاعر ہونے کا یقین ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے سُرخرو کیا اور میں نے یوں ایک گھنٹے میں گیارہ شعر کہہ لئے اور اُستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دیئے، اشعار پڑھ کر اُستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی ممتاز صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''مَیں سمجھتا تھا کہ یہ غلط بیانی سے کام لیتا ہے اور کسی دوسرے سے شعر کہلوا کر اپنے نام سے منسوب کر دیتا ہے۔ مگر آج پتہ چلا کہ یہ کم بخت کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے''۔ تب جا کر میری جان چھوٹی۔ مَیں نے اپنے اُستاد بھائی مولوی ممتاز سے اُستاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تشریف لے جانے کے بعد کہا کہ اگر آج مولنا فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ صاحب جیسے سخت گیر ممتحن کے کاغذوں میں میری شاعری ثابت ہو گئی تو ان شاء اللہ کل میرا شاعر ہونا مسلّم سمجھو۔ چونکہ میری شاعری کا نہ صرف امتحان ہوا، بلکہ وہ بھی سرِ میدان ہوا۔ اس لیے میں اُس شاعر کو تسلیم کرتا ہوں جو میدان میں اُتر کر اپنی قابلیّت کے جوہر دکھائے اور اپنی خُداداد علمی و ادبی استعداد کا لوہا منوائے۔ بعض لوگ شعر نہ کہہ سکنے کی صورت میں یہ عذرِ لنگ پیش کرتے ہیں کہ، بھائی ہم تو آمد کے قائل ہیں آوَرد کے نہیں۔ جب کبھی طبیعت شعر گوئی پر آمادہ ہوتی ہے اور مضامین کا نزول ہوتا ہے تو شعر کہتے ہیں۔ یہ سب دھوکہ ہوتا ہے اور ایسے لوگ شعر نہ کہہ سکنے کے عیب کو ایسی باتیں کر کے چھپاتے ہیں۔ مشقِ سخن ایسی چیز ہے کہ انسان خلافِ طبیعت بھی شعر کہہ سکتا ہے۔ علّامہ سیماب رحمۃ اللہ علیہ اور اُن جیسے اکابر اساتذۂ سخن کو یہ کمال حاصل تھا۔ کسی نے امتحاناً یا فرمائش کے طور پر چند شعر کہنے پر اصرار کیا تو اگرچہ وہ ذہنی طور پر شعر کہنے کے موڈ میں نہ ہوتے مگر مشقِ سخن گوئی کا یہ حال تھا کہ بات کرنا اور شعر کہہ لینا اُن کے لیے برابر تھا۔ زبان و بیان پر قدرتِ کامل شعر گوئی کی بنیاد ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اگر شاعر کی اپنی طبیعت شعر گوئی پر آمادہ

Marfat.com

ہوتو ایسا کلام ہر اعتبار سے بلند تر ہوتا ہے، مگر یہ کہنا کہ جو فطری طور پر موزوں طبع ہو وہ بغیر موڈ کے شعر کہہ ہی نہیں سکتا۔ یہ بالکل غلط اور خلافِ تجربہ بات ہے۔

مَیں نے چند سطور قبل اپنے بچپن کا واقعہ تحریر کیا، ایک تو طبیعت کے خلاف اور پھر عالمِ ہرَ اس میں شعر کہے تھے جیسے بھی ٹُوٹے پھوٹے شعر تھے، مگر بحمد اللہ اوزانِ شعر سے خارج نہ تھے، بلکہ پورے وزن میں تھے۔ چونکہ میں فطری طور پر موزوں طبع، لَے اور رِدَم کی دنیا سے آگاہ تھا، اِس لیے عہدِ طفلی میں بھی مجھے چنداں زحمت نہیں اُٹھانا پڑی۔ اب تو بحمد اللہ میرے لیے خلافِ طبع شعر کہہ لینا بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ امیرزادے اور بالخصوص پیرزادے چونکہ مرکزِ عقیدت ہوتے ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی خدمات پیش کر کے جویائے قُرب وخوشنودی ہوتا ہے، اِس لیے اِس طبقہ کا کوئی بھی عمل مخدوش ہی ہوتا ہے، بالخصوص شعر گوئی یا نثر نویسی، چاہئے کہ برسرِ عام اِن کا امتحان لیا جائے، پھر پتہ چلے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے۔ آج تک دنیا کو کون دھوکا دیتا رہا۔ اس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر سامنے آجائے گا۔ تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ شعر کو پرکھنا اور اُسے ناقدانہ نگاہ سے دیکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ دیکھا کہ اشعار کے حُسن وقبح پر ایسے لوگ بھی زحمتِ تکلّم فرماتے ہیں جن کا دنیائے شعر وادب کی ابجد سے بھی واسطہ نہیں ہوتا شعر کہنا تو بہت دُور کی بات ہے۔ شعر کو وزن میں پڑھ سکنے کی توفیق تک نہیں رکھتے، مگر اچھے خاصے پختہ کلام پر تنقید فرماتے نظر آتے ہیں۔ بقولِ اکبر۔

شعر کہہ سکتا نہیں اور مجھ کو کہتا ہے غلط
خود زبانِ معترض ہی خارج از تقطیع ہے

شعر وادب کی دنیا میں فنِّ تنقید ایک الگ اور جداگانہ موضوع ہے۔ ہر فن کی

Marfat.com

طرح اس فن کی بھی اپنی اصطلاحات وقیود ہیں۔ ناقد کو تنقید کرتے وقت درجِ ذیل باتوں پر نظر رکھنا سخت ضروری ہے محسّناتِ کلام، اغلاطِ کلام اور عیوبِ کلام۔

اغلاطِ کلام کی تین قسمیں ہیں۔ لفظی، معنوی اور ترکیبی۔ عیوبِ کلام کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ مناقضہ، تقدیم وتاخیر، تعقید (پھر تعقید کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی) تضمین (قدماء کے نزدیک معیوب ہے، جدید شعراء بھی چند شرائط کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں) تخلیع، تخالف، تنافر (لفظی ومعنوی) غرابت، ضعفِ تالیف، عُدول، وصل، قطع، تخفیف، تشدید، ممدودہ، مقصورہ، اسکان اور تحریک وغیرہ۔

اِن سب اسطلاحات کو مع تعریفات وامثلہ جو شخص جانتا سمجھتا ہو، وہی کسی کے کلام پر تنقید کا حق رکھتا ہے نہ کہ ہر ایرا غیرا جو لفظ تنقید کا لغوی معنٰی بھی نہ جانتا ہو، چہ جائیکہ اصطلاحاتِ فنِ تنقید مع تعریفات وامثلہ۔ بقولِ شاعر۔

قابلیّت ہو تو دیدارِ جمال اچھا ہے

ورنہ اِس کوچے کا پھر ترکِ خیال اچھا ہے

جیسا کہ ہم نے سابقاً عرض کیا کہ باشعور اور باذوق لوگ اچھے شعر کو سمجھتے بھی ہیں، اُس کی تعریف بھی کرتے ہیں، اِس کے برعکس ایسا کور ذوق اور بے علم طبقہ بھی پایا جاتا ہے جو شاعری کو ایک فضول کام سمجھتا ہے۔ مگر ایسے لوگوں کی شعر کے بارے میں یہ رائے قطعی طور پر بے وقعت اور بے معنٰی ہے، کیوں کہ کلام موزوں کا مرتبہ اپنی جگہ ایک مسلّمہ امر ہے، جس کی تاثیر سے انکار ممکن نہیں۔ ابتدائے آفرینش سے سلسلہ شروع ہوا اور رفتہ رفتہ ایک باقاعدہ فن بن کر سامنے آیا۔ ہر ملک ہر تہذیب اور ہر زبان میں شعر گوئی کو ایک مخصوص مقام حاصل رہا اور شاعروں کو امتیازی نظر سے دیکھا گیا۔ جہاں اوراقِ عالم کی صفحہ گردانی اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے، وہاں دنیائے اسلام میں بھی اس کو بہ نگاہِ

Marfat.com

استحسان دیکھنے کے شواہد ملتے ہیں۔

قرآنِ مجید نے جس شاعری اور جن شاعروں کی پیروی سے روکا ہے، وہ ایک مخصوص ڈگر کی شاعری تھی۔ جس میں اخلاقی اقدار اور توحید و رسالت کی تعلیمات کے برعکس عریانی فحاشی اور غیر اخلاقی مضامین کو بیان کرنا اُس عہد کا دستور بن چکا تھا۔ غیر اللہ کی طرف رغبت، اسباب پر انحصار اور اصنام کی تعریف و توصیف کا عنصر بھی اُس شاعری کا جزوِ اعظم تھا۔ والشعراء یتّبعھم الغاوٗن اِسی بات کی طرف اشارہ ہے سبع معلّقات اگرچہ زبان اور بیان کے اعتبار سے عربی میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اشعار کی سلاست، الفاظ کا رکھ رکھاؤ، حسنِ بیان، محاورات کا برَمحل استعمال اور مضمون آفرینی اگرچہ ان کا طُرّہ ٔ امتیاز ہے، مگر قرآن وسنّت کے مفاہیمِ عالیہ کے سامنے اُس دور کی ساری شاعری خاک کے برابر بھی نہ تھی۔ حضور ﷺ نے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے منع فرمایا، مگر اُس دور میں فخر بالآباء کا دستور عام تھا یہاں ہم سبع معلّقہ میں سے ایک معلّقہ کے چند اشعار مع ترجمہ نمونہ کے طور پر نقل کرتے ہیں، تاکہ قارئین سمجھ سکیں کہ جس شاعری سے قرآن مجید نے منع فرمایا، وہ شاعری کیسی تھی اور اُن شاعروں کے دماغوں میں کس قدر بُوئے نخوت تھی۔ وہ کس قدر اُجڈ، ضدّی اور گنوار قسم کی ذہنیت کے مالک تھے۔ یہ قصیدہ عمرو بن کلثوم کا ہے۔

1۔ الَاَ لا یعلمِ الاقوامُ انّا

تضعضعنا وانّا قد وَنَینا

خبردار کوئی قوم بھی یہ نہیں جانتی کہ کبھی ہم نے عجز و انکسار کیا ہو یا کبھی اپنے کام میں سستی برتی ہو۔

2۔ الا لا یجھلن أحدٌ علینا

Marfat.com

فنجهل فوق جهل الجاهلينا

خبردار ہم سے کوئی جہالت کا معاملہ نہ کرے، ورنہ ہم (اُن کے ساتھ) جاہلوں کی جہالت سے بڑھ کر جہالت کریں گے۔

3۔ ورثنا مجد علقمة ابن سيفٍ

اباحَ لناحصون المجد دينا

ہم نے وراثت میں علقمہ بن سیف (سردارِ قبیلہ) کی بزرگی پائی اور اُس نے ہمارے لیے بوجہ قہر وغضب عزت وبزرگی کے قلعے جائز کر دیئے۔

4۔ ونشربُ ان وردنا الماء صفوًا

ويشربُ غيرُنا كدرًا وّطينا

جب ہم پانی (کے گھاٹ) پر پہنچتے ہیں تو پہلے ہم صاف سُتھرا پانی پی لیتے ہیں اور بعد میں دوسرے لوگ بچا ہوا میلا اور مٹی والا پانی پیتے ہیں۔

5۔الا ابلغ بنى الطمّاح عنّا

ودُعميًّا فكيف وجد تمو نا

ہماری طرف سے بنی طمّاح ودعمی (دوعرب قبائل) کو خبر پہنچا دے کہ انہوں نے ہمیں جنگ کے معاملے میں کیسا پایا۔

6۔ملأ نا البرّ حتى ضاق عنّا

ونحن البحر نملأهٗ سفينا

Marfat.com

ہم نے تمام روئے زمین کی خشکی کو اپنی فوج سے ایسا بھر دیا کہ وہ (باوجود وسعت کے) ہم پر تنگ ہوگئی اور اس طرح ہم نے سمندر کو اپنے قبیلے کی کشتیوں سے بھر دیا۔

7۔ اذا بلغ الفطام لنا صبیی"
تخرّ لہٗ الجبابرُ ساجدِ ینا

جب ہمارا بچّہ دُودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو دوسری اقوام کے بڑے بڑے نامور سردار اُس کے سامنے سجدہ ریزی کرتے ہیں۔

8۔ لنا الدّنیا ومن اضحی علیھا
ونبطشُ حین نبطش قادرِ ینا

دُنیا اور تمام دُنیا والے ہماری مملکت ہیں اور جس وقت ہم کسی کو پکڑتے ہیں اپنی قوّت سے پکڑتے ہیں اور چھوڑتے بھی نہیں (ہمیں اس پر پوری قدرت حاصل ہے)

مندرجہ بالا اشعار پڑھ کر انسان کے ذہن میں وہ تصّورِ انسانیت نہیں اُبھرتا، جس کا خاکہ قرآن وسنّت نے کھینچا ہے، بلکہ ذہن اس قسم کے اشعار سُن کر تہذیبی اقدار کے بجائے اکھڑ پن، رعونتِ نسبی اور رذیل صفات کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ اس لیے رسالت مآب ﷺ نے ایسے کلام کو پسند فرمایا اور اس کی تعریف فرمائی جس میں دانائی، دلیل اور حکمت ہو اور جسے پڑھ یا سن کر انسان کا ذہن اخلاقی پستیوں کی دلدل سے نکل کر عالی ظرفی، بلند حوصلگی اور صفاتِ عالیہ کی رفعتوں کو چھونے لگے۔ عربی ادب کی نسبت فارسی ادب ایسے اشعار سے بھرا پڑا ہے، جس میں بلند فکر اساتذۂ سخن نے اپنے فطری جوہر دکھاتے ہوئے اس خوبصورتی سے ایک مصرع بہ صورتِ دعوٰی اور مصرع

Marfat.com

ثانی بہ طورِ دلیل پیش کیا ہے کہ عالی اذہان مسحور ہو کر رہ جاتے ہیں اور اُن کی نادرہ زائیاں اور بلند خیالیاں دیکھ کر بے اختیار سبحان اللہ العظیم کہہ اُٹھتے ہیں۔ یوں تو دعوٰی اور دلیل کے ساتھ اشعار کہنے والوں کی تعداد بہت ہے، مگر جو اِس میدان کے شہسوار سمجھے جاتے ہیں اُن میں صائبؔ تبریزی، مولانا غنیؔ کاشمیری، مرزا عبدالقادر بیدلؔ اور مولانا جلال الدّین رومیؔ کے اسمائے گرامی سرِفہرست ہیں۔

اُردو شعراء اگرچہ یہ انداز پیدا نہ کر سکے۔ شاید اس کی وجہ اُردو زبان کی تنگ دامانی ہے۔ بہر حال پھر بھی میر ببر علی انیسؔ، مرزا اسلامت علی دبیرؔ، خواجہ آتشؔ، ناسخؔ، مصحفیؔ اور اُستاد ابراہیم ذوقؔ کے نام لیے جاسکتے ہیں مولانا غلام قادر گرامیؔ جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی رباعیات میں یہ جھلک پائی جاتی ہے اور پھر علاّمہ اقبالؔ کے اُردو کلام کی نسبت فارسی کلام میں یہ انداز پوری قوّت کے ساتھ جلوہ فرما نظر آتا ہے۔ جہاں تک بزرگانِ دین اور صوفیاء کے کلام کا تعلّق ہے تو ایسے لوگوں کے کلام کے سلسلے میں اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اِن میں سے بعض وہ حضرات ہیں، جو شاعری کو محض اظہارِ مدّعا کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اُسی حد تک شعر کہہ لیتے ہیں، اُن کا کلام شعری محاسن کا شاہکار نہیں کہلا سکتا۔ مگر وہ دوسرے میدان کے شہسوار ہوتے ہیں۔ مثلاً فقہ، حدیث، تفسیر اور دوسرے فنون میں مہارت رکھتے ہیں۔ اور اُنہیں شعر گوئی کا کوئی دعوٰی بھی نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں اگر اُن کی شاعری میں وہ فنّی کمالات نہ بھی پائے جاتے ہوں جنہیں ماہرین اساتذۂ سخن نے لازمۂ سخن قرار دیا ہے تو یہ کوئی اتنا بڑا عیب نہیں کہ جو قابلِ درگزر نہ ہو۔ اگر اُن کا کوئی مصرع ساقط الوزن ہو، یا اُن کا کوئی شعر غرابتِ لفظی کا شکار ہو، ایطائے خفی یا جلی کی زد میں ہو تقابلِ ردیف کا عیب ہو، یا وہ پوری قوّت سے بات نہ کہہ پائے ہوں۔ کسی مصرعے کی چُول ڈھیلی ہو۔ مضمون کمزور ہو۔ بلند خیالی نہ پائی جاتی ہو، یا شعر میں جاذبیّت مفقود ہو۔ تو ایسے صوفیاء کے کلام کو سنتے اور پڑھتے وقت درگزر سے کام

Marfat.com

لینا چاہئے اور یہ خیال کرنا چاہئے کہ انھوں نے دوسرے علمی میدانوں میں جو فطری جوہر دکھائے ہیں، وہ بھی اپنی جگہ وقیع ہیں۔ بعض ناقدین نے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ اُردو اور پنجابی صوفی شعراء کے کلام پر انگشتِ تنقید اٹھائی اور اُسے شائع بھی کیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے تمام صوفیاء کا کلام معیارِ سخن گوئی پر کماحقّہٗ، پورا اترتا ہے، کیوں کہ میں خود بھی اِس دنیا سے اچھّا خاصہ تعلق رکھتا ہوں، اس لئے ایسے جلد باز ناقدین سے اتنا ضرور کہوں گا کہ میں ان کے کلام کو بحوالۂ شاعری محاسنِ سخن کا شاہکار نہیں کہتا۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ بعض مصرعے ایسے بھی کہہ گئے کہ جن پر پورا ادب قربان کیا جا سکتا ہے چند اشعار اور مصاریع بطورِ ثبوت ملاحظہ ہوں۔

شاہ نیاز بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نہ مقامِ گفتگو ہے نہ محلِّ جستجو ہے

دلِ بےنوانے میرے جہاں چھاؤنی ہے چھائی

بلّھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مصرع۔۔۔۔۔ع

دِن لگّے دھرو دوال نی، میرا پیا گھر آیا، لال نی

یہ مصرع ایسا ہے کہ پورے عربی فارسی اُردو اور پنجابی ادب میں یہ مضمون کسی اور نے بیان نہیں کیا اس مصرعہ کے مضمون کی رفعت اور پھر کیفیّت و مستی کو ذرا ناقدین حضرات بچشمِ غور دیکھیں اور پھر انصاف سے فیصلہ دیں کہ کیا وہ ایسا ایک مصرعہ خود بھی کہہ لینے کی توفیق رکھتے ہیں۔ سیف الملوک کے مصنّف اور مشہور پنجابی شاعر میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کھڑی شریف والوں کا یہ شعر۔

کرنا کرنا ہر کوئی آکھے میں وی آکھاں کرنا

Marfat.com

جس کرنے وچ خوشبو ناہیں اُس کرنے کی کرنا

ناقدین اب بولیں کہ ایک پنجابی شاعر نے کرنا اور کرنے کی تکرار سے مضمون میں جو لطف پیدا کیا اور کرنا پھول کو بطورِ علامت استعمال میں لاتے ہوئے، جو خوبصورت نتیجہ نکالا ہے، کیا ایسا شعر آپ بھی کہہ سکتے ہیں؟ یا صرف تنقید ہی کر سکتے ہیں۔

میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔

جی کردا تینوں کول بٹھا کے درد پرانے چھیڑاں

ہجر ترا جے پانی منگے کھوہ نیناں دے گیڑاں

مجھے کوئی شخص ''کھوہ نیناں دے گیڑاں'' کا خیال اور یہ ترکیب عربی، فارسی اور اُردو ادب سے نکال کر تو دکھا دے۔

اِسی طرح حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کلام کہا ہے اور اپنے اپنے موقع و محل کے اعتبار سے خوب ہے، مگر آج بڑے سے بڑا ناقد ذرا درجِ ذیل شعر کو پڑھے اور پھر اِس کا جواب لا کر دکھائے۔

سبحان اللہ ما اجملکَ ما احسنکَ ما اکملکَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا، گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

میرے نزدیک بلاشبہ یہ وہ شعر ہے کہ جس پر پورے ادبیاتِ عقیدت کی دنیا قربان کی جاسکتی ہے۔ یہ بات مَیں خوشامدانہ طور پر نہیں کہہ گیا کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ میرے پردادا ہیں اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ہر ذی رُوح کی جان ہے۔ یہ وہ شعر ہے کہ جسے بار بار سننے سے ایسا لطف پیدا ہوتا ہے کہ جس کا بیان کرنا اُسکے

Marfat.com

لطف کو کھو دیتا ہے۔مَیں نے جو کچھ کہا وہ ایک شاعر اور عربی، فارسی اور اُردو ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم ہونے کے ناتے سے کہا۔کسی انسان کی بے جا تعریف میری عادت میں داخل ہی نہیں چاہے وہ کوئی شیخ ہو، عظیم صوفی ہو، یا کوئی اور صاحبِ فن ہو، بالخصوص علم وادب کی دنیا میں اگر کوئی شعر کمزور ہو گا تو بانگِ دُہل کہوں گا کہ اِس میں فلاں فلاں عیوب ہیں اور یہ معیارِ شعر سے گرا ہوا ہے، چاہے وہ جس کا بھی کلام ہو۔مَیں صوفیاء کے کمزور اور بے وزن اشعار کو عارفانہ کلام کی چادر میں ڈھانپنے کا قائل نہیں، بلکہ جس کا جو شعر یا جو مصرعہ جس درجے کا ہو اُس کے مطابق اُس کا تجزیہ کرنے کا قائل ہوں۔

جن لوگوں کا خیال ہے کہ نظم ونثر میں محض ابلاغِ مفہوم ضروری ہے زبان وبیان اور دیگر لوازمِ فن کا ہونا چنداں ضروری نہیں، میرے نزدیک یہ عجزِ بیان کا خاموش اعتراف ہوتا ہے۔ایسی تحریر یا ایسے شعر زیادہ دیر زندہ نہیں رہتے۔عقیدت مندی کی رَو میں بہہ کر کسی کی نظم یا نثر کو پڑھ لینا اور بات ہے مگر کسی کی نظم یا نثر کا شہ پارۂ ادب قرار پانا بالکل اور بات ہے ۔نظم ونثر یا خطاب وہ ہوتا ہے جس کی تعریف دشمن کرے۔قرآن مجید کو محض مسلمان عقیدت مندوں کے لئے ہی نازل نہیں کیا گیا کہ وہ اِسے صرف چُوم کر اعترافِ عظمت کر لیا کریں، بلکہ یہ ہدایت کا آخری پیغام ہونے کے ساتھ ساتھ اُن سر پھرے اور بزعمِ خویش زبان وبیان کے ٹھیکیداروں کے لئے ایک عظیم چیلنج بھی تھا، جنہیں اپنی فصاحتِ لسانی اور زبان دانی پر بڑا گھمنڈ تھا۔اللہ تعالیٰ نے اُن سے کہا کہ تم میری ایک سورۃ کے مقابلے میں کوئی سورۃ کہہ کر تو لاؤ مگر وہ کسی صورت بھی ایسا نہ کر سکے۔ہم چونکہ مسلمان ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید کا ایک ایک لفظ اپنے اندر ایک جہانِ معنٰی لئے ہوئے ہے اور اس کتاب میں ساری کائنات کے اسرار ورموز کا بیان موجود ہے، مگر مشرکینِ مکہ قرآن کی معنویّت کے قائل نہیں ہوئے، کیونکہ اُن کے نزدیک اِس میں ایسی بے شمار باتیں ہیں، جو دوسرے انسان بھی کہہ سکتے ہیں، گویا معنٰی اور مفہوم کے

Marfat.com

اعتبار سے اُن کے نزدیک آیاتِ قرآنیہ اس قدر بلند نہ تھیں مگر جس چیز نے اُنہیں عاجز کردیا، وہ قرآن کا اسلوبِ بیان، فصاحت و بلاغت، لفظوں کا رکھ رکھاؤ، خوبصورت جملوں اور مختصر الفاظ پر مشتمل آیات کی اثر انگیزی وغیرہ تھی۔ اِسی لئے قرآن نے فأتوا بسورةٍ من مثله کے الفاظ میں چیلنج دیا۔ اگرچہ آیت الفاظ و معانی دونوں سے تشکیل پاتی ہے، لیکن یہ چیلنج معانی و مطالب کے اعتبار سے نہیں، بلکہ الفاظ اور جملوں کے اعتبار سے تھا، کیونکہ فصحائے عرب کو معانی کے مقابلے میں الفاظ پر زیادہ ناز تھا، جیسا کہ اس مقالے میں دیئے گئے عربی اشعار کے مفاہیم سے واضح ہے۔ بعض آیات کے مفاہیم عام سہی، مگر اُن کی ادائیگی کے لئے جن الفاظ کو منتخب کیا گیا اور پھر اُنہیں جس سلیقے سے نظم کیا گیا بلا شبہ وہ انسانی ذہن کیلئے الفاظ و معانی کا ایک حیرت خانہ ہے۔ چنانچہ مشرکینِ مکّہ اگرچہ قرآنی مطالب و مفاہیمِ عالیہ پر تو ایمان لانے سے رہے، مگر قرآن کی معجز بیانی کے آگے اپنی گردنیں خم کردیں اس بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ محض ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں مفہوم بیان کردینے سے شعر گوئی یا نثر نویسی یا خطابت کا حق ادا نہیں ہوجاتا، بلکہ قرآن مجید کا اسلوبِ بیان اور فصاحت و بلاغت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحرِ زخّار یہ دعوت دیتا ہے کہ اے انسان! اگر تُو نے کچھ لکھنا یا بولنا ہی ہے تو کسی ڈھنگ سے لکّھا اور بولا کر، کیونکہ ہم نے تجھے قوّتِ گویائی کے جوہر عطا کئے ہیں، چاہے شعر کہہ، نثر لکھ یا خطاب کر، مگر یہ سب کچھ اِس ڈھنگ سے پیش کر کہ پڑھنے سننے والا بے ساختہ پکار اُٹھے ۔

اعجاز بیانی سے پتا چلتا ہے
لفظوں کی روانی سے پتا چلتا ہے
طاقت ہے ترِے ذہن کے پیچھے کوئی
القائے معانی سے پتا چلتا ہے

Marfat.com

بات چوں کہ شعر گوئی کے حوالے سے چلی تھی ، اِس لئے اِسکے متعلق جملہ پہلوؤں سے بات کی گئی ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ کلام کہنے سننے اور پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے جس کلام کو افصح العرب والعجم ﷺ نے پسند فرمایا اور وہ ایسے اشعار ہیں، جو دانائی، دلائل اور حکمت سے بھرے ہوئے ہوں۔ تا کہ قاری کا ذہن اُن سے کچھ حاصل کرے۔ فلمی گانوں، بے ہودہ اور بازاری قسم کے اشعار اور موسیقی سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ کیونکہ ایسا کلام اور موسیقی سننا گناہ ہے، جس سے ہوائے نفس بڑھے اور انسان انابت الی اللہ کے بجائے لہو ولعب میں کھو کر رہ جائے۔ ایسے عالی اشعار کا اِشعار اُنہی لوگوں سے ممکن ہے، جو خود باشعور ہوں اور عالی ذہن شعراء کا کلام سمجھنے کی فطری استعداد کے حامل ہوں۔ آخر میں خواجہ آتشؔ کا وہی مصرعہ دہرا کر

اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ ......ع

شعر گوئی کام ہے آتشؔ ! مُرصّع ساز کا

یا یہ کہ ۔

بہترین گوہرِ گنجینۂ ہستیست سخن

گر سخن جاں نبود، مُردہ چرا خاموش است

ترجمہ: انسان کیلئے خزانۂ ہستی کا بہترین موتی سخن (بات کرنا) ہے۔ اگر سخن رُوح کا درجہ نہیں رکھتا تو پھر مُردہ کس لئے خاموش ہے۔ گویا مُردے کا نہ بول سکنا ہی اُس کی سب سے بڑی دلیلِ مرگ ہے۔

نصیر الدین نصیرؔ کان اللہ لہٗ

Marfat.com

سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ، رنگِ نظام اور نظامِ خانقاہی

ڈاکٹر محمد حسین آزاد

عظیم ہستیاں انسانی زندگی میں بشارت بن کر آتی ہیں۔ وہ زندگی کے مخفی پہلوؤں اور گمشدہ معانی کی بازیابی کی مہم کو سر ہی نہیں کرتیں بلکہ حوصلے کے ساتھ دکھوں کی بھٹی میں جلتے انسانوں کو جینے کا ڈھنگ بھی سکھاتی ہیں۔ بانجھ اذہان میں شعور وآگہی کے مضمون کاشت کر کے، ان کی حسی اور فکری صلاحیتوں کو جلا بخشتی ہیں۔ ایسے لوگوں کی ارضی موت درحقیقت ان کی حیاتِ دائمی کا پیش خیمہ ہوتی ہے وہ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن جاتے جاتے علم وحکمت کے ایسے چراغ روشن کر جاتے ہیں جن کی لو سے آنے والی نسلیں رہنمائی حاصل کرتی رہتی ہیں۔ ایسی ہی عظیم ہستیوں کی فہرست میں ایک نام سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی کا ہے جو بلا شبہ ایک عظیم انسان تھے۔ ان کی ذات ستودہ صفات تھی۔ آپ ہمہ جہت شخصیت کے حامل تھے۔ بیک وقت ادیب، خطیب، قادرالکلام ہفت زبان شاعر تھے۔ خانوادہ قادریہ گیلانیہ مہریہ کے چشم وچراغ تھے۔ تصوف کی گود میں پرورش پائی، صوفیائی روایات ورثے میں ملیں۔ تعلیم وتربیت ایک مردِ کامل پیر مہر علی شاہ کے لختِ جگر حضرت بابو جی کے ہاتھوں پائی۔ سیّد نصیر الدین نصیر خود فرماتے ہیں:

"جس ماحول میں، میں پلا بڑھا، اس میں عربی اور فارسی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ میں نے حضرت بابو جی کی دلی خواہش کے مطابق درسِ نظامی کی تکمیل کی۔ میری آنکھوں نے ایسی باذوق محفلیں، نورانی چہرے اور ایسی جامع العلوم والفنون شخصیات دیکھیں جن سے کوئی باشعور انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس ماحول نے میرے اندر کے شعری ذوق کے لیے مہمیز کا کام کیا۔ میرا تعلق ایک خانقاہ سے ہے۔ میرے کلام میں اس کا رنگ غالب ہے، اسے میرے ماحول، تعلیم وتربیت اور متصوفانہ شاعری کے

Marfat.com

مطالعاتی ذوق کا نتیجہ سمجھیں۔

شاعری ورثے میں ملی، جدِ امجد پیر مہر علی شاہ، آپ کے دادا حضرت غلام محی الدین المعروف بابو جی اور آپ کے والدِ محترم حضرت غلام معین الدین المعروف لالہ جی بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ کی صلاحیتیں کاملین کے حلقے میں پروان چڑھیں۔ بچپن، لڑکپن محافلِ علم میں گزرا۔ لوری میں قرآن و حدیث کے سوا کچھ نہ سنا۔ شباب کا لمحہ لمحہ، شریعت وطریقت کی منزلیں طے کرنے میں گزرا۔ تقوی وطہارت، محبت والفت، شریعت وطریقت اور فقر واستغناء کا پیکرِ مجسم تھے۔ آپ کی عظمت کو سبھی نے سلام کیا، سبھی سلام کرتے ہیں، سبھی سلام کرتے رہیں گے۔ سیّد نصیر الدین نصیر بلاشبہ آسمانِ علم وادب کا ایک ایسا آفتاب و ماہتاب تھے جس کی روشنی تا قیامت اندھیروں کو اجالتی رہے گی۔ آپ کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں۔ آپ کی علمی وفکری اور دینی وروحانی خدمات کے ساتھ تحریری وتقریری کاوشیں قابلِ ستائش ہیں۔

اپنے خیالات کا اظہار عربی، فارسی اردو اور پنجابی زبان میں کیا ہے اور یہ بات مبنی بر حقیقت ہے کہ نثر اور نظم دونوں میں اندازِ بیان منفرد ہے لیکن اس سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ آپ کا منفرد اندازِ بیاں، آپ کے خیالات واحساسات اور آپ کے سچے جذبوں کے جمال کا معیار نہیں بلکہ ان جذبات اور ندرتِ خیالات کا حسن ان کی سچائی حقیقت پسندی حق گوئی وبیباکی ہے جس کا اظہار انہوں نے بلا خوف وخطر اپنی تحریروں اور تقریروں میں کیا ہے۔ نام ونسب اور رنگِ نظام اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انہوں نے اظہارِ خیال کے تمام لمحوں میں اپنے وجدان کے سوا کسی کی پرواہ نہیں کی اور ان کے وجدان نے وہی کیا جسے حق سمجھا۔ وہ ایک ایسے تخلیق کار تھے جنہوں نے وقت کی کڑی سے کڑی دھوپ میں بھی مصلحت کے سائے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اوہام واقوال اور اساطیر کے بجائے برہان قطعی اور صداقت ریاضی پر اعتماد کیا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کو

Marfat.com

بروئے کار لاتے ہوئے تخلیق کی ایسی منفرد راہ اختیار کی جس میں مصلحت کا شائبہ تک نہ تھا۔ مجھ جیسے کم علم کے لیے ایسی ہمہ جہت شخصیت کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ آپ کی تصانیف اور شاعری منفرد ہے۔ نام ونسب اپنے نفسِ مضمون کے اعتبار سے ایک علمی نوعیت رکھتی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کا طرزِ استدلال، حضرت امام ابو حنیفہ کے فقہی مقام پر لاجواب تحقیقی مقالہ ہے۔ آغوشِ حیرت، پیمان شب، دین ہمہ اوست، فیضِ نسبت، عرشِ ناز، دستِ نظر، راہ ورسمِ منزلہا اور رنگِ نظام آپ کے تخلیقی شاہکار ہیں۔

نام ونسب اور رنگِ نظام میں عصرِ حاضر کے حالات وواقعات، تجربات ومشاہدات اور نظامِ خانقاہی کی مروجہ روایات کا مصنف نے برملا، بلاخوف وخطر اظہار کیا ہے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ خانقاہ نشینوں کے اطوار شریعت کے مطابق نہیں رہے۔ وہ ان مسند نشینوں کو سوداگروں اور دوکانداروں کا نام دیتے ہیں۔ خوفِ خدا ان میں مفقود پاتے ہیں۔ پیرانِ حرم کو بے ید بیضا دیکھتے ہیں۔ انہیں جاہل پیروں کی پیشانی داغِ ریائی سے آلودہ نظر آتی ہے۔ انہیں وہ حقیقی مسند نشین نظر نہیں آتے جو گم کردہ راہ قافلوں کو نشانِ منزل دکھایا کرتے تھے۔ انہوں نے نظامِ خانقاہی میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی نشاندہی ہی نہیں کی بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ آپ ایک متبحر عالمِ دین اور باعمل صوفی تھے۔ اہلِ طریقت کے اطوار سے واقف ہی نہیں بلکہ ان کے عامل بھی تھے۔ وہ جانتے تھے کہ نظامِ خانقاہی اور اس کی روایات کس قدر پاکیزہ اور نسبت وطریقت سے موافق ہیں۔ وہ صوفیاء کے احوال اور خانقاہ نشینوں کے آداب کو اہلِ صفہ کے مشابہ قرار دیتے تھے۔ حقیقی سجادہ نشینوں کو نائبِ رسول سمجھتے تھے۔ وہ چشتی نظامی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ آدابِ خانقاہی سے بخوبی آشنا تھے۔ لیکن عصرِ حاضر کے خانقاہی نظام سے خوش نہ تھے کیونکہ موجودہ سجادہ نشینوں کی حقیقت کو پہچان چکے تھے۔

Marfat.com

راقم کی پہلی ملاقات ان سے خواجہ محمد مسعود کے گھر پر ہوئی۔ان کی شخصیت میں کشش اور نگاہوں میں ہیبت تھی ۔ وہ سیدنا غوثِ اعظم کے وارث وامین اور مسندِ غوثیہ کے حقیقی جانشین نظر آئے۔راقم آپ کی شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔دل میں خواہش نے کروٹ لی کہ کاش آپ کے ملفوظات اورارشادات سے بھی مستفید ہوتے۔اللہ تعالی نے راقم کی تمنا کو اس طرح پورا کیا کہ اسی دن بوقتِ عصر آپ نے اپنے ایک مرید کے گھر وعظ وارشاد کے لیے وقت دے رکھا تھا۔آپ وہاں تشریف لے گئے راقم بھی وہاں پہنچ گیا اور وہیں آپ کے خیالات سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔آپ نے اپنی تقریر کے آغاز میں قرآن مجید کی سورت نور کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

فی بیوت اذن اللہ...... فیه القلوب والابصار

(سورۃ نور پارہ 18 آیت نمبر 35-37)

خطبہ میں آپ نے قرآن مجید کی ایک اورآیت قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا بھی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت فرمائی، وعظ شروع کیا۔مجلس میں موجود اکثریت آپ کے مریدین ومتوسلین کی تھی اور مجھ جیسے محبین بھی موجود تھے وعظ وارشاد کا آغاز تمہیدی کلمات سے ہوااور بعدازیں مجلس پرآپ کا جلال اوررعب ودبدبہ طاری ہوتا گیا۔راقم کو ایسی مجالسِ وعظ سے ان دنوں بہت زیادہ دلچسپی تھی کیونکہ راقم سیدنا عبدالرزاق بن سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی صلبی اولاد کی دینی وروحانی اورسیاسی وجہادی خدمات پر تحقیقی مقالہ لکھ رہاتھا پھرایک ایسا متبحر عالمِ دین قادرالکلام شاعراورنسب کے اعتبار سے سیّدنا عبدالرزاق بن سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے خانوادے کا چشم و چراغ ، ان کی مجلسِ وعظ سے مستفید ہونے کے لیے باعثِ شرف ہی نہیں بلکہ فائدہ مند بھی تھا۔ راقم نے حتی المقدورکوشش کی اورآپ کی زبان سے نکلتے ہوئےلفظوں کومحفوظ کرلیا۔آغاز میں آپ نے صوفیاء کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کیا۔اللہ والوں کانظریہ توحید بیان کیااور

Marfat.com

اس بات پر زور دیا کہ دینے والا صرف اللہ ہے اور باقی سب اس کے در کے گدا ہیں۔ میں ایک مرشد کی حیثیت سے تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ صرف اللہ سے مانگو، وہی دینے والا ہے، عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ والوں کو دنیا سے سروکار نہیں ہوتا۔ ان کے شب و روز اللہ کی یاد میں گزرتے ہیں، وہ اللہ کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہوتے وہ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں لیکن دنیا والے انہیں یاد کرتے رہتے ہیں۔ ان کی قبور زائرین کے لیے باعثِ راحت ہوتی ہیں اور ان کا فیضان مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں تو اللہ ان کے منہ سے نکلنے والی ہر بات کو پورا کر دیتا ہے۔ یہ دنیا سے چلے جاتے ہیں لیکن دنیا والے انہیں نہیں بھولتے۔ ان کی قبریں رحمتوں کا گہوارا ہوتی ہیں، اس لیے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں بے حد ریاضتیں کی ہوتی ہیں، مجاہدات و عبادات اور شریعت و طریقت کا علم سیکھا ہوتا ہے۔ اپنی زندگی کو سنتِ مصطفیٰ کے مطابق ڈھالا ہوتا ہے۔ بغیر علم اور عبادت و ریاضت کے آج تک کسی نے مقامِ ولایت کو نہیں پایا۔ سیّدنا غوثِ اعظم فرماتے ہیں:

درست العلم حتی صرت قطباً　　　نلت السعد من مولی الموالی

یعنی میں نے اس قدر علم حاصل کیا کہ اللہ رب العزت نے مجھے مقامِ قطبیت پر فائز کر دیا۔ مجاہدہ ریاضت کا کوئی ایسا طریقہ نہ تھا جس پر آپ نے عمل نہ کیا ہو۔ پچیس برس تک عراق کے ویرانوں میں یادِ الٰہی میں گزار دیئے۔ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کی۔ پندرہ برس تک مسلسل عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد دو رکعت نمازِ نفل میں قرآن مجید ختم کر دیتے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھا۔ یہی وہ صفات تھیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقامِ غوثیت عطا فرمایا تھا۔ لوگ آپ کو ایسے ہی غوثِ اعظم نہیں کہتے تھے۔ آپ حقیقت میں غوث اعظم اور

Marfat.com

اولیاء کے سردار تھے کیونکہ آپ کا ہر قدم خاتم النبیین کے قدم پر تھا۔ آپ نے فرمایا:

وکل ولی لہ قدمٌ وانی علی قدم النبی بدرالکمال

حقیقی معنوں میں پیرو ہی ہوتا ہے جو شریعت کو جانتا اور اس کا پیروکار بھی ہو، جو طریقت کے رموز سے آشنا ہو۔ جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن وسنت کا چراغ ہو اور بائیں ہاتھ میں علم معرفت وطریقت کی شمع جل رہی ہو۔ وہی تمہارا مرشد ورہبر ہوسکتا ہے۔ طریقت بھی وہی قابلِ قبول ہوتی ہے جس کی تائید شریعت کرتی ہے۔ طریقت شریعت کے بغیر قابلِ قبول نہیں۔ سیدنا غوثِ اعظم کی یہی تعلیم ہے۔ ان کا یہی طریقہ ہے۔ وہ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے: جس حقیقت یا طریقت کی شریعت تائید نہ کرے وہ کفر والحاد کے سوا کچھ نہیں۔ جو شخص آدابِ نبوت کا امین نہیں وہ ولایت اور مسندِ ارشاد کا امین کیسے ہوسکتا ہے۔

مگر افسوس کہ آج مسندِ ارشاد پر وہ حضرات براجمان ہیں جنہیں نہ شریعت کا علم ہے اور نہ وہ طریقت کی ابجد سے واقف ہیں، لیکن اپنے آپ کو سجادہ نشیں، مرشد ورہبر سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دین کے چور ہیں۔ گدی نشینی انہیں وراثت میں ملی ہے۔ عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں آچکے ہیں۔ انہوں نے تعویذوں کی فیکٹریاں کھول رکھی ہیں۔ ہر بیماری کا تعویذ پہلے سے لکھا ہوا موجود ہوتا ہے۔ اور ہر آنے والے کو گنڈا دیتے ہیں۔ انہیں پھونکیں مارتے ہیں۔ اپنی چرب زبانی سے انہیں پھنسا لیتے ہیں۔ ضعیف الاعتقاد، جاہل لوگ ان کے ہاتھ پاؤں چومتے ہیں۔ جاہل پیر خوش ہوتے ہیں کیونکہ نفسِ امارہ انہیں جہالت اور گمراہی کی طرف دھکیل رہا ہوتا ہے۔ یہ سجادہ نشین، جس سجادہ پر بیٹھ کر اپنی پوجا کرا رہے ہیں، ان سجادوں پر بیٹھنے والے قرآن وحدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کی راتیں یادِ الٰہی میں گزرتی تھیں۔ ان کی پیشانیاں صرف معبودِ برحق کے سامنے جھکتی تھیں۔ یہی تعلیم وہ اپنے مریدین کو دیا کرتے تھے۔ لیکن افسوس کہ آج

Marfat.com

کے پیر اپنے نفسِ امارہ کو خوش کرنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہیں تاکہ ان کے مرید آگے بڑھ کر اسے تھام لیں اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیکر ان کی خوشنودی حاصل کرلیں۔ یہ طریقہ ہمارے اسلاف کا نہ تھا۔ اور نہ ان حضرات القدس کا تھا جن کی مسندوں پر یہ براجمان ہیں۔ وہ حضرات اطاعتِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ سے سرشار تھے۔ وہ اللہ کی مخلوق کی خدمت کر کے خوش ہوتے تھے۔ وہ قرآن وسنت کے عالم اور اسرارِ طریقت کے محرمِ راز تھے۔ کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا ان کا وطیرہ تھا۔ آج کے سجادہ نشیں زیادہ کھاتے ہیں، زیادہ بولتے ہیں اور زیادہ سوتے ہیں۔ رموزِ طریقت کی حقیقت تو قلتِ طعام، قلتِ کلام اور قلتِ نوم میں پوشیدہ ہے۔ قادریہ اور چشتیہ سلاسل کی حقیقت بھوک، پیاس، خاموشی، شب بیداری، خلوت نشینی اور مجاہدۂ ریاضت میں مضمر ہے۔ مسندِ ارشاد کا حقیقی وارث وہ ہوتا ہے جو تصوف کے رموز سے آشنا ہو۔ تصوف کے باطنی رموز بھی جانتا ہو اور تصوف کے ظاہر سے بھی واقف ہو۔ وہ جانتا ہو کہ تصوف کے باطنی ارکان کا علم اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنا انسان کو جینے کے لیے سانس کی ضرورت ہے۔ سجادہ نشین جانتا ہو کہ تصوف کے باطنی ارکان پانچ ہیں: پہلا رکن یہ ہے کہ اسے شریعت وطریقت کے احکام کا علم ہو، دوسرا یہ ہے کہ وہ ان علوم پر اخلاص وصدق سے عمل پیرا ہو اور تیسرا یہ کہ اس کا باطن زندہ ہو، اس کے اندر کی دنیا بیدار ہو وہ باطن کے حال سے باخبر ہو چوتھی بات وہ ذکرِ الٰہی کی کثرت سے دل کو زندہ کر چکا ہو اور اپنے دل کے مقام کو پا چکا ہو، پانچواں رکن یہ ہے کہ ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد وہ اللہ کی معرفت کو پاچکا ہو، یہ تصوف وطریقت کے باطنی ارکان ہیں۔ اس کے ظاہری ارکان یہ ہیں کہ مریدِ حقیقی اپنے مرشدِ حقیقی کا صحیح معنوں میں خدمت گزار ہو۔ جیسے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سیّدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت ان کے خلفاء نے کی۔ سیّد احمد رفاعی جب سیّدنا غوث اعظم کی زیارت کو آتے تو کئی روز پہلے

Marfat.com

روزہ رکھتے پھر اپنے خلفاء ورفقاء کے ساتھ بغداد کا رخ کرتے ۔ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچ کر قیام کرتے ۔ شب بھر عبادت میں گزارتے ،صبح غسل کرتے ، روزہ رکھتے اور تب جا کر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور زیارت کرتے ۔ یہی طریقہ اخلاف کا رہا ہے۔ یہی طریقہ حضرت نظام الدین اولیاء کا رہا ہے ۔ یہی طریقہ خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ سلیمان تونسوی کا رہا ہے اور یہی طریقہ میرے جدّ امجد اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رہا ہے ۔مگر افسوس کہ آج کے پیر ان تمام صفات سے نا آشنا ہیں۔تصوف کے ظاہری ارکان میں دوسرا رکن مرشدِ کامل سے خرقۂ خلافت وارادت حاصل کرنا ہے۔خرقۂ ارادت بھی ایسے حاصل کرنا چاہئے جیسے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی نے حضرت شہاب الدین سہروردی سے حاصل کیا تھا۔سیّدنا غوث اعظم نے ایک مقام پر فرمایا تھا کہ:اے مریدِ حقیقی "اگر تو مقام چاہتا ہے تو ایسے شیخِ کامل کی صحبت اختیار کر جو حق تعالیٰ کے حکم اور علم کا عالم ہو تا کہ وہ تجھے علم سکھائے ، مودب بنائے اور تجھے حق تعالیٰ سے ملا دے "۔ایسا مرشد ورہبر ہی مسندِ ولایت کا حقیقی امین ہوتا ہے۔

تصوف کا تیسرا اہم مرحلہ یہ ہے کہ مسند نشین، خلوت نشین ہو کر ذکر وفکر اور یادِالٰہی میں مصروف رہے ۔ اس کا بیشتر وقت عبادت وریاضت اور یادِ خدا میں بسر ہو جائے ۔ چوتھا اہم رکن یہ ہے کہ مرید اپنے قول وفعل اور شیخ کی خدمت سے ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرے، جیسے حضرت نظام الدین اولیاء نے اپنے مرشدِ کامل حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے دل میں پیدا کر لی تھی اور پانچویں اہم بات یہ ہے کہ مرید حقیقی سخاوت اور ایثار کے جذبے سے سرشار ہو ۔ اپنی ضروریات وخواہشات پر اپنے پیر بھائیوں کی ضروریات کو ترجیح دیتا ہو۔طریقت کے یہ وہ اسرار ورموز ہیں جن سے آگاہی مریدین اور خاص طور پر مسند نشین پیر کے لیے ضروری ہے ۔آج گردونواح میں دیکھیں تو

Marfat.com

نہ کوئی ایسا پیر نظر آتا ہے اور نہ ہی کوئی ایسا مرید ہے جو تصوف کے ان آداب کو جانتا ہو۔ آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے۔ گدی نشینوں نے خانقاہوں کو تجارت کا اڈہ بنا رکھا ہے۔ یہاں تعویذ گنڈا اور جیبیں بھرنے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ گدی نشین کی نظر، مرید کی جیب پر ہوتی ہے۔ اخلاص والے مرید قدم بوسی اور دست بوسی سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ ٹھاٹھ باٹھ والے مرید پیر کے پہلو میں براجمان ہوتے ہیں۔ نہ پیر کو طریقت کے آداب کا علم ہے اور نہ ہی مرید آداب جانتا ہے۔ خوشامدی مرید اپنے پیر کی شان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہوتے ہیں۔ ایک انجمن ستائشِ باہمی برپا ہوتی ہے۔ شریعت وطریقت کی بات تک نہیں ہوتی اور یہ بھی کہ نہ پیر شریعت وطریقت سے واقف ہوتا ہے اور نہ ہی مرید کو اس سے سروکار ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا المیہ ہے جو ہمیں تاریک راہوں کی طرف دھکیل رہا ہے۔ کاش آج کے یہ پیر، یہ مسند نشین، یہ گدی نشین، یہ سجادوں پر براجمان سجادہ نشین اپنے اسلاف کی تعلیمات پر عمل کرتے۔ شریعت کا علم سیکھتے، طریقت کے اسرار وآداب سیکھتے، ایسی فضا اور مجالس قائم کرتے جو ان کے اسلاف کیا کرتے تھے۔ جو مجالس حضرت امام حسن بصری، جنید بغدادی، سری سقطی اور سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین قائم کیا کرتے تھے۔ ان کاملین کی نگاہیں مریدین کی جیبوں پر نہیں بلکہ ان کے قلوب پر ہوا کرتی تھیں۔ ان کی مجالس میں جانے والے آدابِ مجالس سے آگاہ ہوتے تھے۔ وہ دلوں کو تھام کر جایا کرتے تھے۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحبِ علم بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے خلاصۃ المفاخر میں لکھا ہے کہ جب حضرت شہاب الدین سہروردی کو ان کے پیر ومرشد اور چچا ابو نجیب سہروردی سیّدنا غوثِ اعظم کی مجلس میں لے جاتے تو راستے میں آداب سکھاتے جاتے کہ بیٹا! آپ نے مجلس میں ایسے بیٹھنا ہے، نگاہیں جھکا کے رکھنی ہیں اور اپنے دل کو سنبھال کے بیٹھنا ہے کیونکہ ہم ایک ایسے مرشدِ کامل کی مجلس میں جا رہے ہیں جن کی نگاہیں مریدین کے دلوں پر ہوتی ہیں۔

Marfat.com

سیّدنا غوث اعظم جیسے پیر کہاں ملیں گے اور شہاب الدّین سہروردی جیسے مؤدب مرید کہاں ملیں گے:

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

رسمِ اذاں تو رہ گئی روحِ بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا باقی تلقینِ غزالی نہ رہی

نظامِ خانقاہی المناک صورتحال سے گزر رہا ہے۔ خانقاہیں جو کبھی درس وتدریس اور روحانیت کی تربیت گاہیں ہوا کرتی تھیں آج تعویذ گنڈوں کی فیکٹریاں بن چکی ہیں۔ خانقاہ نشینوں کی تعلیمات قصہٗ پارینہ بن چکی ہیں۔ لنگر خانوں اور کتب خانوں کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا اس کے ذمہ دار یہی مسند نشیں ہیں۔ کیونکہ یہ جاہل، خودغرض اور شریعت وطریقت سے ناواقف ونا آشنا ہیں۔ اگر یہ گدی نشین اپنے اسلاف کے ورثے کے حقیقی امین بنتے تو یہ صورتحال نہ ہوتی جو آج نظر آرہی ہے۔ سیّدنا غوثِ اعظم نے ایک سجادہ نشین کے خصائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سجادہ نشین کے لیے ضروری ہے کہ وہ:

1) اللہ تعالیٰ کی دو خصلتوں کا حامل ہو اور اللہ تعالیٰ کی دو خصلتیں ستار اور غفار ہونا ہے۔

2) سجادہ نشین اپنے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صفات کا حامل ہو اور وہ صفات ہیں شفیق ورفیق ہونا یعنی مسند نشین شفیق بھی اور رفیق ومددگار بھی ہو۔

3) وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دو صفات کا حامل ہو یعنی وہ صادق بھی ہو اور متصدق بھی ہو یعنی صدق وصفا اس کی روح اور لہو میں رچ بس گیا ہو۔

4) وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دو صفات کا حامل ہو یعنی نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

5) وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دو صفات کا حامل ہو یعنی دن کو وہ بھوکوں کو کھانا کھلائے اور رات کو عبادتِ الٰہی مین گزارد ے۔

6) اور آخری دو صفات حضرت علی حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی ہیں کہ سجادہ نشین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح شریعت وطریقت کا حامل ہو اور ان کی طرح جرأت وشجاعت بھی

Marfat.com

رکھتا ہو۔ یہ ایک حقیقی پیر اور مسند نشین کے خصائل اور صفات ہیں۔ کیا آج کے گدی نشین ان صفات کے حامل ہیں؟ کیا وہ شریعت وطریقت کا علم جانتے ہیں؟ کیا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں؟ کیا وہ حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے ہیں؟ کیا وہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے ہیں؟ کیا وہ ایک بڑے آدمی کو برائی سے روکتے ہیں؟ کیا وہ حق بات بلا خوف کہہ دیتے ہیں؟ کیا وہ جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے کی جرأت رکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں اس لیے کہ ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت ایسے ماحول میں ہوئی ہی نہیں اور نہ ہی وہ ایسے آداب سے واقف ہیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے سچ فرمایا کہ:

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں　　اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ ورسمِ شاہبازی

مرشدِ کامل کے سامنے دنیا ہیچ ہوتی ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ قدس سرہ نے ہمیشہ شریعت کو طریقت پر فوقیت دی۔ یہی طریقہ ہمارے اکابرین آئمہ اور فقہاء کا رہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میری رائے یا میرا قول حدیث سے متصادم ہو تو اسے ٹھکرا دو اور حدیث پر عمل کرو چاہے وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ اسی لیے پیر کا کلام حجت نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ تم اسے شرعی حکم کا رتبہ دے دو۔ شیخِ طریقت کا قول اگر شریعتِ ظاہری پر پورا نہ اترے تو اسے چھوڑنا لازم ہوتا ہے۔ ہمارے مشائخِ چشت کا یہی طریق رہا ہے۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ:

"پیر کا قول حجت کا درجہ نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کے لیے
شرعی احکام حجت کا درجہ رکھتے ہیں"

بعض مریدین اس کا خیال نہیں رکھتے۔ ان کی روش سراسر خلافِ طریقت ہوتی ہے۔ مرشدِ کامل تو واصلِ حق کرنے کا وسیلہ ہوتا ہے۔ کاملین سے نسبت کرنے کا مقصود

Marfat.com

فقط عرفانِ حق اور محبتِ رسول ﷺ کا حصول ہوتا ہے۔ شیخِ کامل اپنے مریدین کو صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔ عبادات وریاضت کے لیے ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے، اذکار و تعلیم کر کے ان کا تصفیہ قلب کرتا ہے۔ ان کے اخلاق کی تہذیب کرتا ہے۔ ذکرِ جہری اور ذکرِ خفی کے ذریعے انہیں روحانی مراتب کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔ مسندِ ارشاد پر متمکن حقیقی سجادہ نشین انہی خصائل کا حامل ہوتا ہے۔ اگر سجادہ نشین میں یہ خصائل موجود نہیں تو وہ مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کے لائق نہیں۔ محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے مریدین وسالکین کی تربیت اس انداز سے کرتے:

> "سنت کی پیروی، بدعت سے دوری، اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کی فرمانبرداری کی تلقین فرماتے، آپ اپنے خطبات میں فرماتے کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کی پیروی نہیں کرتا، ایک ہاتھ میں شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن نہیں تھامتا، اس کی رسائی اللہ کی بارگاہ میں نہیں ہو سکتی، یہ دونوں ہمارے رہنما ہیں۔ قرآن ہمیں معبودِ حقیقی تک اور سنت بارگاہِ مصطفوی تک پہنچاتی ہے۔"

آپ کا منہجِ تربیت عین قرآن وحدیث کے مطابق تھا۔ آپ فرمایا کرتے کہ "علم فقہ حاصل کرو اور پھر گوشہ نشینی اختیار کرو۔ پہلے فقہ ظاہری حاصل کرو اور بعد میں فقہ باطنی کی طرف رجوع کرو۔ کیونکہ علم کے بغیر عبادت اصلاح سے زیادہ فساد میں مبتلا کرتی ہے"

یہ تو تھا میرے جدّ امجد سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی قندیل نورانی قطب ربانی کا طریقِ تربیت۔ کیا آج ان کی مسندِ ارشاد کے وارث اس پر عمل کر رہے

Marfat.com

ہیں؟ کیا انہوں نے شریعت وطریقت کا علم سیکھا ہے؟ کیا وہ شریعت پر عمل پیرا ہیں؟ کیا وہ اپنے مریدین کی تربیت اس انداز سے کر رہے ہیں؟ اگر غور کریں گے اور حق کی نگاہ سے دیکھیں گے تو جواب نفی میں ملے گا۔ آج خانقاہیں علم وعمل کو ترس رہی ہیں۔ نظامِ خانقاہی اپنی حقیقی میراث کھو چکا ہے۔ گدی نشین اسلاف کے طرزِ عمل سے منہ موڑ چکے ہیں۔ سیم وزر اور ہوس دنیا میں وہ گم ہو چکے ہیں:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا   کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

دراصل خانقاہ کے حقیقی وارث کہیں نظر نہیں آتے۔ اللہ رب العزت اپنے ان محبوب بندوں کی آرام گاہوں اور ان مقبولانِ الٰہی کے مزارات کو ان جاہل گدی نشینوں سے محفوظ رکھے۔

ان مذکورہ بالا خیالات کا اظہار چند برس قبل آپ نے مریدین کی ایک تبلیغی نشست میں فرمایا تھا۔ ان کے تادیبی وتربیتی الفاظ آج بھی میری یادوں میں محفوظ ہیں۔ لفظوں کا تفاوت ہوسکتا ہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ ان کے وعظ وارشاد کا خلاصہ یہی تھا۔ نشست کے اختتام پر آپ مریدین سے ملے۔ سب سے ہاتھ ملایا۔ میں بھی دست بوسی کے لیے آگے بڑھا۔ آپ خوش اخلاقی سے ملے لیکن بوسہ دینے سے پہلے ہی ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ میں نے اپنا تعارف کروایا، غرض وغایت بیان کی اور ایک طالب علم کی حیثیت سے خانوادۂ گیلانیہ رزاقیہ کے چشم وچراغ سے وقت مانگا تا کہ آپ کی صحبت سے مستفیض ہوسکوں۔ آپ نے بڑی فراخدلی سے فرمایا کہ آپ خواجہ محمد مسعود کے گھر آجائیں۔ راقم کی وہاں ملاقات ہوئی۔ مہرِ منیر اور آپ کے سلسلہ نسب کے متعلق چند سوالات ہوئے۔ آپ نے بڑے ٹھنڈے دل سے ان کا جواب دیا۔ ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ مہرِ منیر صحیفۂ آسمانی نہیں اس میں بھی غلطی ہوسکتی ہے۔ دوسرے دن میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ عبدالحکیم کے قریب واقع خانقاہ شاہ حبیب قادری گیلانی تشریف لے جا چکے

Marfat.com

تھے۔انہی دنوں کی بات ہے میری نظر سے آپ کی رباعیات کا مجموعہ " رنگِ نظام" گزرا۔اس سے پہلے آپ کی کتاب "نام ونسب" منصہ شہود پر آچکی تھی۔آپ نے اس کتاب میں اپنے موقف کا کھل کر اظہار کیا۔اپنوں، بیگانوں کی تنقید سے بے پرواہ ہوکر افتخارِ نسبی کی حوصلہ شکنی کی اور تقوی وطہارت کو قربِ الٰہی کا معیار ٹھہرایا۔شرفِ نسب کی فضیلتِ عظمٰی کے اعتراف کے ساتھ شرفِ انسانی کو بھی معتبر ٹھہرایا۔معاشرے میں نام ونموداور ذات پات پر اظہارِ افتخاراور احساسِ امتیاز کو ناسور قرار دیا۔حسنی حسینی اور نسباً اہلِ بیت ہونے کے باوجود شرفِ انسانی کو معتبر جانا۔اپنے موقف کی تائید میں قرآن مجید کی اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا:

یاَیھاالناس اتقوا۔۔۔ونساء (القرآن:۴:۱) یعنی "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اوراسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اوران دونوں میں سے بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے" اس آیت سے آپ نے یہ مفہوم نکالا ہے کہ کائناتِ انسانی کے تمام افراد حضرت آدم کی اولاد ہیں۔اسی لیے نسبت کے اعتبار سے کسی کو کسی پر برتری نہیں۔اگر برتری ہے تو تقوی وطہارت کی بنیاد پر ہے۔آپ اپنے موقف کی تائید میں ترمذی اور ابوداؤد سے حدیث پیش کرتے ہیں۔جس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے مردہ آباؤ اجداد پر فخر مت کرو۔اللہ تعالی کے ہاں فخر کے لائق وہ ہے جو متقی پرہیز گار ہے۔نسب پر فخر کرنے والے کو آپ نے امام غزالی کے حوالے سے خسیس لکھا ہے۔نسب کی اہمیت سے انکار کیے بغیر، تقوی وطہارت معیارِ شرافت قرار دیا ہے۔تاہم آپ نے اپنی حق گوئی وبے باکی اور منفرد مزاج کی بناء پر اپنوں سے اختلاف بھی کیا ہے، جس بات کو حق سمجھا ہے اس کا اظہار برملا کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسئلہ کفو پر آپ نے اپنے موقف کا اظہار بلا خوف وخطر کر دیا ہے۔ان کے نزدیک کفو باعتبارِ شرعی ہونا ضروری ہے، سادات، قریش یا کسی اور قبیلے سے ہونا مختص نہیں۔انہوں نے طویل بحث اور قوی دلائل کے بعد یہ لکھا

Marfat.com

ہے کہ بعض سادات جو یہ کہتے ہیں کہ سیّدہ کا نکاح غیر کفو میں ہو ہی نہیں سکتا یا قرآن وحدیث کے مطابق جائز نہیں، تو وہ غلطی پر ہیں۔ قرآن میں کوئی ایسی قطعی نص نہیں ملتی جس سے سادات کے اس موقف کی تائید ہوتی ہو۔ امام شافعی کے مقلدین میں سے بعض متاخرین نے سیّدہ کے غیر کفو میں نکاح کو باطل قرار دیا ہے تاہم وہ اپنے موقف کی تائید میں قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں لا سکے۔ آپ کے نزدیک دونوں فریقین کے ولی اگر رضا مند ہوں تو شریعت کے مطابق سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے ہو سکتا ہے۔ پیر مہر علی شاہ کے فتوے کے ضمن میں آپ کا تجزیہ یہ ہے کہ قبلۂ عالم نے اس نکاح کو ناجائز اس لیے قرار دیا تھا کہ منکوحہ کے قریب وبعید کے ولی رضا مند نہیں تھے۔ ایسا نکاح تو قطعاً جائز نہیں چاہے وہ اعلیٰ خاندان کی ہو یا ادنیٰ خاندان سے، شریعت کی رو سے نکاح جائز نہ ہوگا۔

نام ونسب کی تصنیف اور مسئلۂ کفو پر آپ کے نقطۂ نظر نے آپ پر تنقید کا دروازہ کھول دیا۔ بحث وتمحیص کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ اپنوں نے بے رخی کا مظاہرہ کیا۔ ساداتِ اہلِ بیت نے آپ سے منہ موڑا۔ مگر آپ نے پرواہ کیے بغیر سفرِ حق جاری رکھا۔ جس بات کو حق جانا اسے بڑے سے بڑے جابر کے سامنے کہہ ڈالا۔ تنقید وتمحیص کی اس کڑی دھوپ میں مصلحت کے سائے تلاش نہ کیے۔ شاید حالات کی یہی تلخی تھی جو "رنگِ نظام" کی تخلیق کا باعث بنی۔ رنگِ نظام جب میری نظر سے گزری، تو وہ تبلیغی نشست جس میں آپ نے خام صوفیاء، جاہل پیروں اور بے علم گدی نشینوں کا تذکرہ کیا تھا، اس کی جھلک ابتدائی صفحات پر نظر آ گئی۔ یہ کتاب درحقیقت تلخ اوقات اور آپ کی اندرونی کیفیات کا برملا اظہار ہے۔ رنگِ نظام کی رباعیات شاید آپ کے وہ ذاتی تجربات ہیں جن سے آپ گزرے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت 1998ء میں ہوئی۔ آپ نے اس کتاب کا انتساب سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء سے کیا ہے اور کتاب کے آغاز میں ہی لکھ دیا ہے کہ اس کتاب میں قارئین کو جا بجا شدتِ جذبات اور

Marfat.com

جارحانہ انداز کی ایک لہر محسوس ہوگی۔ تاہم اس جارحانہ انداز پر معذرت خواہ نہیں ہوں۔ جو لوگ میرے حالات اور مجھ پر بیتے تلخ لمحات سے آگاہ ہیں وہ میری تلخ نوائی اور اظہارِ صدق کی تائید کریں گے کیونکہ وہ میری ذاتی زندگی کی المنا کی اور واقعات کی سنگینی کو محسوس کر سکتے ہیں۔ حالات کی جس کرب وبلا سے میں گزرا ہوں وہ میں ہی جانتا ہوں۔ میں نے رنگِ نظام کا ہر شعر حالات کے تلخ لمحوں سے کشید کر کے تخلیق کیا ہے۔ بزرگوں کی نیاز مندی اور اکابرین کی نسبت کی سعادت مجھے حاصل ہے۔ عاجزی وانکساری میری سرشت میں شامل ہے۔ لیکن وقت کی تلخی اور ماحول کی سفا کی نے جس انداز سے مجھے ہدف بنایا ہے اسے بھولنا میرے لیے مشکل کام ہے۔ رنگِ نظام کا ابتدائیہ "پہلے اسے پڑھیے" پڑھ کر ایسے محسوس ہوتا ہے کہ نام ونسب کی تصنیف نے آپ پر تنقید کے دروازے کھول دیئے۔ شاید یہی وہ اظہار ہے جسے آپ نے رنگِ نظام کے ابتدائیہ میں بیان کیا ہے۔ آپ رنگِ نظام کی تخلیق کا سبب اور اس میں موجود رباعیات میں پوشیدہ حالات کی تلخیوں کا مقابلہ کرتے کرتے عالی نسب مشائخ عظام، نام نہاد مولویوں اور مفتیوں کے اندرونی حالات بیان کرتے ہوئے درد بھرے انداز میں لکھتے ہیں کہ جب ان سے واسطہ پڑا تو اندازہ ہوا کہ وہ شریعتِ محمدی کے کس قدر پاسدار ہیں۔ ان کے قول اور فعل میں کتنا تضاد ہے۔ وہ کہتے کیا ہیں اور کرتے کیا ہیں؟ ان مولویوں کی بے علمی اور بیجا خوشامدی رویے نے مجھے بے حد ملول کیا۔ موجودہ نظامِ خانقاہی اور ملائیت سے میرا اعتقاد اٹھ گیا۔ جس خانقاہی ماحول میں میں نے اپنا بچپن، لڑکپن اور شباب گزارا تھا یہ ماحول اس سے یکسر مختلف تھا۔ اللہ کی نگاہِ کرم اور پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی روح نے میری دستگیری فرمائی اور "رنگِ نظام" کی صورت میں موجودہ نظامِ خانقاہی کی حقیقت، جاہل پیروں، جھوٹے گدی نشینوں، نام نہاد مفتیوں کو بے نقاب کرنے کا حوصلہ عطا فرمایا۔ معاندین، حاسدین اور اپنوں بیگانوں کی سفا کی نے میرے

Marfat.com

اندر کے انسان کو مضبوط کر دیا۔ میں یقینِ محکم سے محسوس کرنے لگا کہ میں اپنے موقف اور اپنے ارادوں میں سچا ہوں۔ میرا احساس سچا ہے۔ میں اسی سچے جذبے کے لوگوں کے ہجوم میں اترا اور سچائی کی دہلیز پر کھڑے ہو کر آوازِ حق بلند کی۔ میری آواز میں سچائی کی طاقت تھی۔ میں نے سچ کو ہمیشہ سچ کہا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی شریعت کو ہر شے اور نام ونسب پر فوقیت دی۔ شخصیت پرستی کی بجائے شریعت پرستی کو معیارِ فضیلت ٹھہرایا۔ میں نے اپنوں اور بیگانوں کی تنقید کا ہمیشہ احسن انداز میں جواب دیا۔ لیکن بعض نام نہاد سادات اور جہلاء نے شرعی مسئلہ کو ہوا دے کر میرے خلاف مخالفت کا ایک محاذ کھول دیا۔ ایسی آگ بھڑکانے والے حاسدین میں بیشتر جاہل پیر، نام نہاد مولوی تھے جن کا اوڑھنا بچھونا فقط پیسہ ہے۔ ان کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

معیارِ شرافت نسب پیسہ ہے — لوگوں میں فضیلت کا سبب پیسہ ہے
بس کہنے کی حد تک ہیں خدا اور رسول — اس دور کے انسان کا رب پیسہ ہے

یہ ایک ایسی رباعی ہے جس میں آپ نے نہایت تلخ انداز میں اپنے مشاہدے کو بیان کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض ناقدین نے محض کسی کے کہنے پر آپ کی ذات کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ تبھی آپ نے دولت کو ان کا رب قرار دیا ہے۔ تلخی کی یہ انتہائی صورتِ حال ہے جو اس رباعی میں نظر آ رہی ہے۔ رنگِ نظام کے خالق اپنے گرد ونواح کے ماحول سے سخت نالاں نظر آتے ہیں۔ کاسہ لیس مولویوں، خوشامدی خطیبوں اور درباری فقیہوں کے کردار سے سخت مایوس اور گریزاں دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے کردار اور افعال کا ذکر یوں کرتے ہیں:

واعظ ہوس آشنا ہیں کم بولیں گے — منبر پہ ہی بس یہ محترم بولیں گے
کیا بولیں گے یہ خوشامدی، مردہ ضمیر — آنچ آئی اگر حق پہ تو مسلم بولیں گے

اسی رباعی کو بنظرِ غور دیکھیں تو حالات کی تلخیاں ہر شعر کے وجود سے پھوٹتی نظر

Marfat.com

آ رہی ہیں ۔ شاعر نظامِ خانقاہی سے بخوبی واقف ہیں ۔ علماء حق اور علماء سوء کے فرق کو محسوس کرنے کی وافر قابلیت رکھتے ہیں وہ کاملین واکابرین کے مناصب ومراتب سے آگاہی رکھتے ہیں ۔ نظامِ خانقاہی کی قدسیت اور اس کے نصابِ تربیت کو بخوبی جانتے ہیں ۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ ادارے شریعت وطریقت کے مراکز تھے ۔ یہ ادارے سالکین کی تربیت گاہیں تھیں ، انہی خانقاہوں نے جنید وبایزید ، سید علی ہجویری ، معین الدین چشتی اجمیری اور بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسی ہستیاں پیدا کیں ۔ لیکن آج انہی خانقاہوں کے گدی نشین تکبر وغرور اور تعصب ونفرت پیدا کر رہے ہیں ۔ ان کی نظریں مال ودولت اور مریدین کی جیبوں پر ہوتی ہیں ۔ مسند نشینی کو وراثت سمجھتے ہیں ۔ اس پر بیٹھ کر اپنا حق جتاتے ہیں اگرچہ طریقت اور مریدیت کی ابجد تک نہیں جانتے ۔ آپ نے انہی سجادہ نشینوں کے متعلق لکھا ہے ۔ شاید یہ آپ کا مشاہدہ ہے ۔ کہتے ہیں کہ:

مسند پہ ذرا بیٹھیں گے اترائیں گے — یہ مفت کا مال چار دن کھائیں گے
آتی نہیں ابجدِ طریقت تو نہ آئے — سجادہ نشیں پھر بھی کہلائیں گے

اس رباعی میں آپ نے جاہل اور متکبر سجادہ نشینوں کا پول کھولا ہے ۔ تنقید کی صورت میں آپ درحقیقت ان کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ۔ آپ کا مقصود نفرت نہیں محبت ہے ۔ سیّد نصیر الدین کا دل خانقاہی نظام کی پامالی اور روایتِ تصوف کی زبوں حالی دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے ۔ وہ اپنے اسلاف کی روحانی اقدار کو اس طرح دم توڑتا نہیں دیکھ سکتے ۔ روحانی انحطاط انہیں بے چین کیے ہوئے ہے ۔ روحانی روایات کے یہ زندہ ادارے کلمۂ حق کہنے والے درویشوں سے محروم ہو چکے ہیں ۔ عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں آچکے ہیں ۔ ان تلخ حالات وواقعات کا اظہار سیّد نصیر الدین نصیر نے "رنگِ نظام" میں بڑی جرأت وبے باکی کے ساتھ کیا ہے ۔ پیرِ کامل کے آپ معترف ہیں مگر موروثی نااہل گدی نشینوں اور جاہل پیروں کو قبروں کا

Marfat.com

مجاور کہتے ہیں۔اس کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

رسمِ بیعت کو دستگیری سمجھے گدی پر بیٹھنا فقیری سمجھے
پیری کی حقیقت کو نہ سمجھے کچھ پیر قبروں کی مجاوری کو پیری سمجھے

ایسے پیر جنہیں مسندِ ارشاد ورثے میں ملی ہے مگر وہ شریعت وطریقت سے نا آشنا ہیں ان کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں جیسے ان تمام حالات سے آپ بنفس نفیس گزر چکے ہیں۔فرماتے ہیں:

خاموش گدائی کا یہ نقشہ کب تک لُوٹو گے تم اس آڑ میں دنیا کب تک
کچھ اپنی صفات وذات پر بھی ارشاد اجداد کی عظمتوں کا چرچا کب تک

آپ کے نزدیک مولوی ہو یا پیر، لیڈر ہو یا امیر، اس کے اندر ذاتی صلاحیتوں اور خوبیوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔کسی کے نام پر شہرت کمانے کے حق میں نہیں۔لکھتے ہیں:

لیڈر ہو کہ مولوی کہ پیرو ابدال ہیں قابلِ افسوس یہ اس کے احوال
دنیا کے حصول کے لیے کرتا ہے جو اپنے بڑوں کے نام کو استعمال

ایسے گدی نشینوں، پیروں اور جدّی پشتی مولویوں کو آپ عظمتِ اجداد کا سوداگر سمجھتے ہیں، جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کے بھی خلاف ہیں۔ایک مقام پر اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

حرص وہوس کے اس صنم کو توڑو اس کھوکھلی جھاڑ پھونک سے منہ موڑو
سنت ہے رسولوں کی جہادِ میداں غازی بنو سجادہ نشینی چھوڑو

سجادہ نشینوں پر سخت تنقید آپ کے تلخ حالات اور اندرونی جذبات کو واضح کرتی ہے۔ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان تمام حالات سے آپ گزر چکے ہیں۔ وہ بعض گدی نشینوں کو محض نذرانہ وصول کرنے والا عہدے دار سمجھتے ہیں۔کہتے ہیں:

Marfat.com

لگتے ہیں جو دولت کی ہوا کے محتاج　　رہتے ہیں جو زائر کی عطا کے محتاج
کرتا ہے جو دعائی التجا انہیں سے　　جو لوگ ہیں خود تری دعا کے محتاج

ایسے گدی نشینوں کو محض نذرانہ وصول کرنے والا دکاندار سمجھتے ہیں:

مالک نہیں، دکانیں نہیں نہ وہ سودا ہے　　اسلاف کا وہ علم نہ وہ تقویٰ ہے
اک عہدہ نذرانہ وصولی کے سوا　　اس دور کی سجادہ نشینی کیا ہے

یہی وہ سجادہ نشین ہیں جو بیعت کے پسِ پردہ نذرانے وصول کرتے ہیں۔ ان کی چالوں سے کوئی مرید بچ کر نہیں جاتا۔ وہ پیری مریدی کی آڑ میں دولت اکٹھی کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

نذرانے کو بیعت کا تقاضا سمجھے　　درگاہ کو بازارِ غنا سمجھے
سجادہ نشینی تھی مصلائی دُھن　　اس دُھن کو یہ لوگ دَھن کی دنیا سمجھے

ایسے گدی نشین بڑے حیلوں اور بہانوں سے اپنے مریدوں کو لوٹتے ہیں اور گدی نشین ان کی ضعیف الاعتقادی سے خوب فائدے اٹھاتے ہیں۔ ایسے سجادہ نشین کے متعلق اس طرح اظہارِ خیال کرتے ہیں:

پکڑے تو نہ چھوڑنے کا فن جانتا ہے　　ذہنوں کو موڑنے کا فن جانتا ہے
کچھ جانے نہ جانے لیکن اک طبقۂ خاص　　جیبوں کو نچوڑنے کا فن جانتا ہے

موروثی گدی نشینوں پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ مریدیت کی تقسیم، نذرانوں کی وصولی کے دنوں کی تقسیم کے جھگڑے کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

سجادہ وبیعت وقبا کا جھگڑا　　تقسیم مریدین وانا کا جھگڑا
زوروں پہ ہے آج کی درگاہوں میں　　نذرانہ وصولی ودعا کا جھگڑا

"رنگِ نظام" 734 صفحات پر مشتمل ہے۔ 371 عنوانات کے تحت اظہارِ خیال کیا ہے۔ ان میں بیشتر رباعیات میں نام نہاد پیروں، مولویوں، مفتیوں اور خاص

Marfat.com

طور پر سجادہ نشینوں کا تذکرہ کیا ہے۔ آخری تین سو صفحات انہی حضرات کی صفات سے بھرے ہوئے ہیں۔

کتاب کا آغاز اس رباعی سے کیا ہے:

"یارب ! مرا ذوق خوش قرینہ ہو جائے دریائے بلاغت کا سفینہ ہو جائے
وہ زورِ بیاں بخش کہ میرا ہر شعر الفاظ و معانی کا مدینہ ہو جائے"

ان دعائیہ کلمات کے بعد آپ نے بہت ساری رباعیات تحریر کی ہیں تاہم آپ کی دعا کی اثر آفرینی اور الفاظ و معانی کی وسعت و بلاغت پیر و مرید اور سجادہ نشینوں کی حقیقت کے بیان میں نظر آتی ہے۔ آپ نے اپنی عمر کے آخری سالوں تک کلمۃ الحق کہنے میں گزارا۔ اپنے علم، عمل، وعظ و نصیحت، تخلیقی صلاحیت اور سچی شاعری کے ذریعے حق گوئی کا فریضہ سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حق گوئی کو وسیلہ نجات بنا دے اور انہیں اپنے ہاں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

حالات کی تلخیوں کے باوجود نصیر الدین نصیر ایک بڑے آدمی ہی رہے۔ ان کا مطالبہ صرف دوسروں سے نہیں بلکہ اپنی ذات سے بھی رہا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ شہرِ ذات کے تمام دروازے اندر کی طرف کھلتے ہیں جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنی ذات کے شہر میں داخل ہو کر واپس پلٹتے ہیں اور پھر ایسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ سننے والے کی فصیلِ جاں کیز اد بیلوں (کذا؟) پر ان کی ذات کا حسنِ جمال، صورتِ سحاب اترتا ہے اور سامعین کے دلوں میں خوش عقیدگی کی خوشبو بکھیرتا ہے۔

حضرت علی کے بقول بڑا آدمی وہ ہے جو اپنی خوبیاں دوسروں میں منتقل کرتا ہے اور اپنی خامیوں اور کوتاہیوں سے دوسروں کو دور رکھتا ہے۔ بڑے آدمی علم بانٹتے ہیں۔ شعور پیدا کرتے ہیں۔ شعور کو تونگری عطا کرتے ہیں۔ اس بڑے آدمی نے علم بانٹا، خلوص بانٹا۔ محبت و الفت کی فصلیں کاشت کیں۔ اخوت و بھائی چارے کا درس دیا۔

Marfat.com

رشتے جوڑے۔ ناطے قائم کیئے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ بڑے آدمی کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں لوگوں سے اس انداز میں میل جول رکھتے ہیں کہ ان کی زندگی میں لوگ ان کی ملاقات کے مشتاق رہتے ہیں اور جب وہ اس دنیا سے چلے جاتے ہیں تو ان کی جدائی میں روتے ہیں۔ آج پیر نصیر الدین نصیرؔ ہم میں موجود نہیں ہم ان کے بڑے پن کو یاد کر رہے ہیں اور ان کی جدائی میں آنسو بہا رہے ہیں۔ اللہ رب العزت انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

وہ پھول ہوں میں صحنِ گلستانِ فکر کا　　　مرجھا گیا تو پھر بھی مہک چھوڑ جاؤنگا

☆

Marfat.com

خانقاہی نظام کے اصلاح طلب پہلو اور

پیر نصیر الدین نصیرؔ کی آراء

پروفیسر ڈاکٹر محمد شریف سیالوی

چیئرمین شعبۂ عربی، بہاالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

ہمارے عہد کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت جس نے شعر و ادب اور فقہ و تصوف میں اپنی انقلابی فکر سے تحقیق و بحث کے کئی موضوعات متعارف کروائے، قوتِ استدلال، وسعتِ مطالعہ، فکری گہرائی اور مخصوص ادبی اسلوب میں اپنے معاصرین کے ہاں ممتاز مقام پایا اور آسمانِ شہرت پر مثلِ آفتاب ضوفشاں رہے۔ اس سے میری مراد پیر نصیر گولڑوی ہیں، جو علمی مقام و مرتبے اور خاندانی نجابت و شرافت میں اپنے جدِ امجد اعلیٰ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کا عکسِ جمیل تھے۔ خانقاہ چشتیہ قادریہ گولڑہ شریف کے روحانی ماحول میں مشائخ و علماء کی صحبتوں سے مستفیض ہوئے، ظاہری علوم کی تحصیل میں کمال محنت کی، اساتذہ کبار سے علومِ اسلامیہ از قسم تفسیر و قراءت، حدیث و فقہ، کلام و تصوف اور اردو، عربی فارسی ادبیات پر کمال دسترس حاصل کی۔ شعر و ادب میں ان کی تصانیف آغوشِ حیرت، دین ہمہ اوست، پیمانِ شب، عرشِ ناز، فیضِ نسبت، رنگِ نظام، رباعیاتِ پیرانِ پیر وغیرہ ادبی حلقوں میں خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اساتذہ فن نے سیّد نصیر کے شعر کو جن کا تعلق حمد سے ہے یا نعت سے، منقبت سے ہے یا غزل سے، بنظرِ تحسین دیکھا اور رباعیات کی صنف میں تو ان کے کامیاب تجربوں میں انہیں مجدد کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، ادبی مجلسوں کی صدر نشینی ان کی بھرپور ادبی سرگرمیوں کا اعتراف ہے۔ پیر سیّد نصیر کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ان کی صوفیانہ فکر یا خانقاہی نظام سے متعلق ایک ناقدانہ رائے ہے۔ ہر چند کہ اپنی اس خصوصی فکر سے اپنے معاصرین کے ساتھ انہوں نے مکالمہ اور مباحثہ کا آغاز کیا۔ تصوف اور خانقاہی نظام پر

Marfat.com

جسے وہ "پیری مریدی" سے تعبیر کرتے ہیں، کھل کر اپنی رائے کا اظہار کیا اور علماء کو دعوتِ فکر دی، یہ درست ہے کہ علماء کے ایک خاص حلقے نے ان کی ناقدانہ آراء کو پسند نہ کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خانقاہی نظام سے وابستہ ایسی شخصیت کا اس خانقاہی نظام کے محاسن اور قابلِ اعتراض رسوم پر ردِّ عمل وقت کا تقاضہ تھا جسے پورا کرنے کی پیر سیّد نصیر نے بھرپور مساعی کی۔ ہماری رائے میں عصرِ حاضر کے بھرپور فکری Challenges کے تناظر میں غالباً یہ ناگزیر تھا کہ ادارہ تصوف یعنی مروجہ خانقاہی نظام کا بھرپور جائزہ لیا جائے، اس کے اصول ومبادی پر نظر ڈالی جائے، اس کے رسوم کو تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تاکہ اسے بدعات اور در آنے والی قابلِ اعتراض روایات سے پاک کیا جاسکے اور عصرِ حاضر میں اس کی افادیت اور ضرورت کو اجاگر کیا جاسکے۔ پیر سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ کی بالخصوص دو کتابیں "نام ونسب" اور "راہ ورسمِ منزلھا" اس موضوع پر ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔ قرآن مجید نے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جو وظائف نبوت بیان فرمائے ان میں سے اہم ترین تلاوتِ آیات، تزکیہ نفوس اور تعلیم کتاب وحکمت ہے۔ خلفاء راشدین کے دور تک ایک ہی ادارہ یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ ان مذکورہ وظائف نبوی کی تنفیذ پر مامور رہا حکومت، تدبیرِ مملکت، تفہیمِ دین اور تربیتِ نفوس کے تمام شعبے خلیفہ کے ماتحت تھے۔ ایک لحاظ سے حکومت، تعلیم اور تربیت کے اداروں کی الگ شناخت موجود تھی۔ خلفاء راشدین کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے جس میں بعض مقتدر شخصیات نے امورِ مملکت سے علیحدگی اختیار کرلی اور خود کو عبادت وریاضت اور تزکیہ نفس کے لیے وقف کرلیا، یہی لوگ بعد میں صوفیاء کہلائے، قرآن اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بنیاد پر ایک ایسا نظام وضع ہوا جس کے بنیادی ارکان تو کتاب وسنت ہی تھے، لیکن اس کی ہیئت اور شکل سے متعلق رسوم مرورِ زمانہ کے ساتھ ارتقاء پذیر رہی ہیں۔ یہ گروہ ایک خصوصی علم کا امین ہے، جسے تصوف کہا جاتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے دوسری صدی ہجری میں تصوف بطورِ علم کے متعارف ہوا بالکل اسی طرح جیسے فقہ کا عالم فقیہ کہلایا،

Marfat.com

ایسے ہی تصوف میں مہارت رکھنے والا صوفی کہلایا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ "صوفیائے کرام کا حال اصحابِ صفہ سے مماثلت رکھتا ہے۔ خلفاء راشدین کے مابعد ادوار میں زہّاد کا طبقہ وجود میں آیا، یہ تصوف کا ابتدائی دور ہے صوفیاء کے عقائد توحید و رسالت اور صحابہ واہلِ بیت سے محبت ان تمام امور میں وہ اشاعرہ متکلمین کے ساتھ ہیں۔ البتہ بعض ذوقی معاملات میں وہ خصوصی رائے بھی رکھتے تھے۔ صوفیاء لازماً کسی فقہ کو مانتے ہیں اور کسی امام کی تقلید کرتے ہیں گویا وہ عقائد میں اہلِ السنّت سے تعلق رکھتے ہیں اور فقہی اعتبار سے کسی نہ کسی امام کے مقلد ہوتے ہیں۔ صوفیائے متقدمین کے یہ حلقے دراصل اصلاحِ باطن اور تربیتِ نفس کی غرض سے تشکیل پائے، محبتِ الٰہی، مکارمِ اخلاق اور خدمتِ خلق اس ادارہ کے بنیادی مقاصد قرار پائے، ان اہداف کے حصول کے لیے بیعت وخلافت، خلوت (اعتکاف، مراقبہ، محاسبہ) ذکر وفکر (انفرادی واجتماعی) اور مجاہدہ وریاضت کے اصول وقواعد منضبط کئے گئے یوں ادارہ تصوف ایک منظّم ادارہ کی صورت اختیار کر گیا۔ چوتھی صدی ہجری میں علمِ تصوف کی باقاعدہ تدوین ہوئی اور بطورِ خاص علمی اصطلاحات وضع ہوئیں۔ چوتھی اور پانچویں صدی میں صوفیاء کے مشہور سلسلے وجود میں آئے مثلاً قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ اور نقشبندیہ اہم ترین کتبِ تصوف مثلاً اللّمع از ابونصر سراج، التعرف از کلاباذی، قوت القلوب از ابوطالب مکی، طبقات الصوفیہ از سُلمی رحمۃ اللہ علیہ، حلیۃ الاولیاء از ابونعیم، رسالہ قشیریہ از امام قشیری اور کشف المحجوب از داتا علی ہجویری۔ چھٹی صدی ہجری اور مابعد کے ادوار میں تصوف میں کلام اور فلسفہ کی آمیزش سے اس کے موضوع لہ مسائل کی علمی صورت سامنے آئی۔" شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی کا اس میں قائدانہ کردار ہے۔ برصغیر میں ان صوفیانہ روایات اور خانقاہوں کا سلسلہ چھٹی صدی ہجری سے شروع ہوا اور تا حال ہیئت وشکل اور بعض رسوم ورواج کے اضافے کے ساتھ موجود ہے۔ تاریخ تصوف اور محققین صوفیاء کی تصانیف کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ تصوف سے وابستہ مشائخ نے اپنے اپنے دور میں پیدا ہونے

Marfat.com

والی خرافات اور بدعات کی نشاندہی کی اور اس پاکیزہ نظام کو محفوظ رکھنے کی سعی بلیغ فرمائی۔ کتاب التعرف اور کشف المحجوب کا ترجمہ پڑھ لیجئے اور نام نہاد مشائخ کی جعلسازیاں ملاحظہ کیجئے۔ ہمارے اس دور میں پیر نصیر الدین نصیر شاہ گولڑوی کی خانقاہی نظام کے حوالے سے آرا، علماء ومشائخ اور سجادہ نشینان کے لیے لائقِ توجہ ہیں۔ شاہ نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ خانقاہی نظام کے مخالف نہیں وہ ناقد ضرور ہیں۔ یہ ان کا فرض تھا جو انہوں نے پوری جرأت کے ساتھ ادا کیا، موجودہ دور میں عوام تو بیعت پر اکتفا کرتے ہیں اور بزعمِ خویش اخروی مغفرت وبخشش میں اپنے پیر پر بھروسہ کر کے دنیا داری کے کاموں میں غرق ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ پیر کی صحبت کے چند لمحات اگر ملتے ہیں تو وہ بیماری، پریشان حالی اور مادی مسائل کے حل کے لیے معروضات کی نذر ہو جاتے ہیں۔ جبکہ مشائخ کے ہاں آغاز صحبت سے ہوتا ہے۔ معرفت اور شیخ سے محبت کے خاص مرحلہ پر بیعت اور یوں روحانی سفر میں ایک خاص مرحلہ آتا ہے جب خلافت کی نعمت میسر آتی ہے۔ سید نصیر مجموعی طور پر خانقاہی نظام کو استحسان کا درجہ دیتے ہیں۔ اور بیعت کو بھی درجہ استحسان میں رکھتے ہیں، مزید وہ بیعت کے مروجہ طریقہ یعنی ہاتھ میں ہاتھ دینا اس کو ضروری نہیں سمجھتے، اگرچہ متقدمین صوفیاء سے بیعت طریقہ اور بیعت توبہ کم از کم صوفیاء کے حلقوں میں تسلسل کے ساتھ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ اگر صوفیاء کے حلقوں میں اسے اجماع کا درجہ دے دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بیعت کی اصل تو اصلاحِ باطن ہے اور شیخ کی حیثیت ایک مربی اور استاذ کی ہے۔ سیّد نصیر اس کی شرعی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں "البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ جس طرح دنیا کے ہر کام یا فن کے لیے کسی نہ کسی استاد اور رہنما کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جو لوگ وصول الی اللہ کے طالب ہوں اور منزل ذات وصفات کے متلاشی ہوں اور اسی حوالے سے مراحلِ سلوک طے کرنا چاہتے ہوں تو انہیں کسی نہ کسی راہنما اور استاد کی ضرورت یقیناً پیش آسکتی ہے اور آتی ہے لہذا جو حضرات اللہ تعالی کی رضامندی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کے متلاشی ہوں وہ

Marfat.com

کسی استاد کامل کی درسگاہ میں تعلیمِ سلوک حاصل کریں اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ عہد کریں کہ آئندہ وہ احکامِ الٰہیہ کی مکمل پابندی کریں گے جیسا کہ صوفیاءِ سلف کے ہاں ہوتا رہا ہے۔ ایسا کرنا مستحسن امر ہو سکتا ہے۔" ان کے نزدیک پیر یا شیخ کا کامل ہونا ضروری ہے ورنہ خود مرید کے گمراہ ہونے کے امکانات اور زیادہ ہو جاتے ہیں۔ شیخ یا پیر کے ساتھ مریدین کے نفسیاتی اور اعتقادی کوائف کا پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ خوب تجزیہ کرتے ہیں۔ وہ استمداد و استعانت باولیاء اللہ کی مختلف صورتوں پر بھرپور تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔ اس حد تک ان کا موقف بالکل درست ہے، کہ عوام الناس جو اولیاء اللہ کے تصرفات اور کرامات کے قائل ہیں وہ ذاتی و عطائی اور اس نوع کی دقیق اصطلاحات سے واقف نہیں۔ وہ جعلی مشائخ اور جاہل پیروں کو ان تصرفات اور کرامات کا مصداق ٹھہرا لیتے ہیں۔ اس باب میں علماء کے ساتھ ان کا اختلاف اہلِ علم کے لیے ہر دو نقطہ نظر میں علم واستدلال کی دنیا میں گراں قدر اضافہ ہے، اگر طرفین سے ذاتیات کو ہدفِ تنقید بنانے والے بیانات کو نکال دیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موضوع زیرِ بحث پر بڑا قیمتی مواد قارئین کو میسر آ جائے۔ تاہم موجودہ دور کے تقاضے یہی ہیں کہ کوئی بھی نظریہ جس کی تائید عقلی بنیادوں پر نہیں ہوتی اسے تسلیم نہیں کیا جاتا۔ خانقاہی اداروں کی نسبت سے بعض رسوم وروایات جن پر اکثر علمی حلقوں میں بحث کی جاتی ہے، ان میں بیعت کا مروجہ طریقہ، نذر و نیاز کی شرعی حیثیت، اعراس، مجالس ذکر، غیر مسنونہ سلفِ صالحین سے منقول اوراد و وظائف، اولیاء اللہ سے استمداد کے کلمات، دست بوسی، قبور کو غسل دینا، پھول اور چادر چڑھانا، ایصالِ ثواب کے طریقے مثلاً گیارھویں شریف اور چھٹی شریف وغیرہ ان امور میں سیّد نصیر کہیں شدت سے بھی کام لیتے ہیں، لیکن مجموعی طور پر انہوں نے اعتدال کو پسند کیا اور ضروری سمجھا کہ لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ خانقاہی نظام کا اصل مقصد اصلاحِ باطن ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ شیخ کامل ہو اور مرید معرفتِ خداوندی کا طالب۔ خلافت کی بابت ان کا موقف بڑا واضح ہے۔ اکابر مشائخِ چشت کی روایت کے

Marfat.com

مطابق خلافت وجانشینی کا استحقاق نسب کی بنیاد پر نہیں بلکہ اہلیت پر ہے، شیخ الاسلام فریدالدین مسعود گنجِ شکر نے اپنے بیٹے نظام الدین کو فرزند ثانی اور خواجہ نظام الدین بدایونی کو فرزند جانی کہا۔ اور اپنی روحانی میراث کا وارث بھی انہی کو قرار دیا۔ اگرچہ بڑے بیٹے کے خلیفہ وجانشین ہونے کی روایت چل نکلی ہے اور اس میں اہلیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ بقول سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ اس روایت نے خانقاہی نظام کو بہت نقصان پہنچایا۔ نظم اور نثر دونوں میں سیّد نصیر کی خانقاہی نظام میں اصلاح کی کوششوں کی تائید کرنا چاہیے۔ متقدمین صوفیاء کی خانقاہیں ظاہری و باطنی علوم کی تعلیم وتربیت کے لحاظ سے ممتاز تھیں، موجودہ دور میں ہر خانقاہ کے ساتھ مدرسہ کی ضرورت کو وہ محسوس کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر ہر خانقاہ کے ساتھ تعلیم وتدریس کے لیے ادارہ موجود ہو تو کسی حد تک ان نقصانات کی تلافی ہوسکتی ہے" وہ ایک لحاظ سے پرامید ہیں کہ خانقاہی نظام کے حوالے سے بعض اعتراضات کسی حد تک بجا ہیں۔ اگر مریدین اور مشائخ اپنی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے لگ جائیں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہیں خانقاہوں اور علمی وروحانی تربیت گاہوں سے اگر جنید شبلی رحمۃ اللہ علیہ نہ اٹھیں تو کم از کم اس دور میں باذوق اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے دردمند اور صالح مسلمان تو پیدا ہوسکتے ہیں۔

پیر سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ کے خانقاہی نظام سے متعلق اٹھائے گئے سوالات اہلِ علم کیلئے غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں اور ان کی اصلاحی کاوشوں کے حوالے سے مثبت طریق پر بین العلماء مکالمہ کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

پیرِ محقق

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
چیئر مین شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ
جی سی یونیورسٹی، لاہور

پیر سے میری مراد عمر رسیدہ نہیں بلکہ شیخ طریقت ہے تو پھر عنوان یقیناً حیرت میں ڈالنے والا ہے۔ کیونکہ پیر اور محقق ہو، دور حاضر میں یہ اجتماع نقیضین ہے۔ آج تو حالت یہ ہے کہ جو مدرس اور عالم لکھنے پڑھنے سے بوریت محسوس کرنے لگ جائے اور اس فریضہ سے سبکدوش ہونا چاہے تو وہ ''پیر'' بن جاتا ہے۔ مگر پیر نصیر الدین گولڑوی نے یقیناً اہل علم کو حیران کر دیا جب انہوں نے اپنی پیری بھی علم کے زور پر منوائی اور پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ کی روایت کو آگے بڑھایا۔ حقیقت میں علماء ہی شیخ ہوتے تھے۔ امام غزالی، شیخ علی ہجویری، شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی اور ہمارے اس عہد میں الشیخ احمد رضا خاں، مولانا سردار احمد، پیر جسٹس محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سب امامانِ علم تھے اور درست علما حتی صرت قطبا کی تعبیر وتصویر تھے۔ جب یہ میراث نبوی، جہلا کے ہتھے چڑھی تو، لوگوں کو پچھلوں کی عظمت بھی مشکوک نظر آنے لگ گئی۔ حضرت پیر نصیر الدین گولڑوی ایسے صاحبزادے تھے کہ میراث نبوی کی حفاظت وصیانت کرتے ایام زیست بسر کر گئے۔ پیری حقیقت میں یہی ہے۔ یہی ان کی کرامت ہے۔ اسی وجہ سے وہ پیرِ محقق ہیں۔

آپ کی نثری تصانیف کی اگر فہرست مرتب کی جائے تو درج ذیل کتب سامنے آتی ہیں۔ ان میں چھوٹے رسائل سے لیکر کئی سو صفحات کی کتب شامل ہیں۔

۱۔ لفظ اللہ کی تحقیق (متلاشیانِ راہ حق کے لیے سامانِ تحقیق)

۲۔ قرآنِ مجید کے آدابِ تلاوت (قرآنِ مجید کی رفعت وعظمت، قلوب واذہان

Marfat.com

میں جاگزیں کرنے والا رسالہ)

۳۔ موازنۂ علم وکرامت (مقامِ علم گھٹانے والوں کے لیے تازیانۂ عبرت)

۴۔ اِعانت و اِستعانت کی شرعی حیثیت (اِثباتِ توحید ورد شرک کے لیے دلائلِ قاطعہ)

۵۔ نام ونسب (سیادتِ غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے تحقیقی ثبوت، نکاحِ سیدہ کی شرعی حیثیت اور شیعہ وخوارج کے عقائد کا تفصیلی جائزہ)

۶۔ حضرت پیرانِ پیر کی شخصیت، سیرت اور تعلیمات (ایک ایمان افروز اور شرک سوز مقالہ)

۷۔ راہ ورسمِ منزل ہا (تصوف اور عصری مسائل پر سیر حاصل بحث)

۸۔ امام ابوحنیفہ اور ان کا طرزِ استدلال (امام الائمۃ سراج الامۃ کے علمی وفقہی مقام ومرتبہ کا بیان)

۹۔ کیا ابلیس عالم تھا؟ (اربابِ علم واصحاب تحقیق کے لیے پیغام مباہات)

۱۰۔ اسلام میں شاعری کی حیثیت (ایک انوکھا اور اچھوتا تحقیقی مقالہ)

۱۱۔ لطمۃ الغیب علیٰ ازالۃ الریب

کتابوں کے اسماء اور بریکٹ میں ان کے مضامین کی طرف اشارات کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ وتراکیب پر غور کریں تو تحقیق، مقالہ، سیر حاصل بحث، طرز استدلال، دلائل قاطعہ، سامان تحقیق وغیرہ ظاہر کرتے ہیں کہ پیر نصیر الدین کے اندر ایک محقق چھپا ہوا ہے۔

پیر صاحب کے اسلوبِ تحقیق کے جائزہ سے پہلے اگر یہ دیکھیں کہ ان کے مخاطبین کس طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے، تو ہم آسانی سے اجمالی طور پر ان کے اسلوبِ تحقیق، اسلوبِ تحریر، اور میادین تحقیق کا اندازہ کرسکیں گے۔ اس کے لیے پیر صاحب ہی کے الفاظ نذر قارئین ہیں: ''میری افتادِ طبع کے پیش نظر میرے ملنے والوں

Marfat.com

میں وابستگانِ درگاہ کے علاوہ، زندگی کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے حضرات میں زمیندار، امراء، صنعت کار، مزدور، سیاسیین، دانشور، علماء، اساتذہ وطلبہ، وکلاء اور شعراء شامل ہیں'' (راہ ورسم منزل ہا، ص:ا)

ان لوگوں سے گفتگو کی نوعیت کو ان الفاظ میں بیان کیا: ''اساتذہ اور طلبہ علمی مسائل پر تبادلہ خیال کرنا چاہتے ہیں، مگر بحیثیت مستفسر آتے ہیں'' (ایضاً)۔ ''ہم پر کیے جانے والے سوالوں کی نوعیت بڑی مختلف ہوتی ہے اور بعض اوقات انتہائی عجیب بھی۔ صاحبانِ علم تو جواب میں قرآن وسنت کے حوالے، مستند اور ٹھوس تاریخی اسناد وشواہد چاہتے ہیں۔ لیکن جدید تعلیم یافتہ ذہن مسائل کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کا عادی ہو گیا ہے، اس لیے ہر دو صورتوں میں مستفسر کی تشفی ملحوظِ خاطر رہتی ہے۔'' (ایضاً)

محقق کی زندگی میں صبر وتحمل کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ کئی سال وہ ایک موضوع پر غور وفکر کرتا رہتا ہے تب کہیں جا کر گوہر ہاتھ آتا ہے۔ اس حوالہ سے نام ونسب میں ''عرض مصنف'' کے عنوان سے لکھی گئی ان سطور کو ملاحظہ فرمائیں: ''بحمد اللہ نام ونسب مجھ ہیچ میرز کی پنج سالہ ذاتی کاوش ومحنت کا نتیجہ اور شبانہ روز کی خلوت گزینی، عرق ریزی، اور جگر کاوی کا ثمرہ ہے۔'' (نام ونسب، ص:خ)

اس محنت سے جن موضوعات پر تحقیق فرمائی ان کی فہرست اس طرح بیان کی: ''بہر حال حضرت غوثِ اعظم پیرانِ پیر قدس سرہ کی حیاتِ مبارکہ کے تفصیلی وتحقیقی مطالعہ کے دوران جو مسائل سامنے آتے، ان میں آپ کے انتساب نسبی کی صحت، اہمیت واحترامِ نسب، لفظ اہل اور آل کا فرق، اہلِ بیت کا اطلاق ومصداق، کفو کی فقہی حیثیت، لفظ سید وقریش کی تحقیق، شیعہ وخوارج کے نظریات اور غوث پاک سے ان کے بغض وعناد کے عوامل واسباب، شیخ ابن تیمیہ کی حضور غوثِ پاک سے عقیدت ونیاز مندی، قصیدہ غوثیہ پر ناقدین کے اعتراضات کی حقیقت اور اس طرح کے قابل ذکر......'' (ایضاً ص:ت)

Marfat.com

دورِ حاضر کے پیران عظام میں تحقیق و جستجو اور موضوعات کے تنوع کا یہ ذوق عنقا ہے مگر شیخ نصیر نے خانقاہی نظام کو اس کی اصل روح کی طرف لوٹانے کی جو کوشش کی تحقیق کا یہ ذوق اس جدوجہد کا ثمر ہے۔ وہ جان چکے تھے کہ خانقاہی نظام کو دورِ حاضر کے ذہن میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیے اپنا اساسی کردار ادا کرنا ہوگا۔ ورنہ یہ ذہن اس نظام کا منکر ہو جائے گا۔ ان کی وسعت مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نام ونسب کے مآخذ و مراجع کی تعداد ۸۰ ہے اور کتاب کے اختتام پر فہارس کا مطالعہ کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں مقالہ جات پر بھی اس قدر جانفشانی سے کام نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ حوالہ جات کی کثرت ان کے ہاں کوئی معیار نہیں۔ وہ معیار کثرت حوالہ جات کی بجائے اپنے دعویٰ میں پیش کئے جانے والے ٹھوس اور وقیع استدلال کو قابل قدر سمجھتے ہیں اس لیے انہوں نے لکھا: ''موصوف نے اپنی بے سروپا اور متعصّبانہ تحقیق کے دوران حوالہ جات جمع کر کے قارئین کو......'' (نام ونسب ص:۱۳۶)

پیر نصیر الدین نے انتہائی حساس موضوعات پر قلم اٹھایا مگر جذباتیت سے مرعوب ہو کر نہیں عالم ہوش اور حواس میں نہایت تحقیق کے ساتھ ایک کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں:

''ایسے حساس موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے موافق ومخالف تمام کتب کا کھنگالنا، مخالفین کے دلائل پر غور وفکر کے بعد کتاب وسنت اور اسلاف کی کتب معتبرہ سے ان کا جواب نکالنا ضروری ہوتا ہے، جو خاصا وقت طلب اور محنت طلب کام ہے'' (لطمۃ الغیب ص:ف)

ان سطور سے جہاں شیخ نصیر کے ذوق تحقیق کا پتہ چلتا ہے وہیں محققین کے لیے ضابطہ بھی سامنے آتا ہے کہ محقق کو چاہیے کہ ''زیر بحث موضوع پر تمام لٹریچر کھنگالے، دلائل اور نتائج کے لیے کتب معتبرہ پر اعتماد کرے، اور اس کے لیے محنت شاقہ سے کام لے''۔ اس محنت شاقہ سے نتائج نکالنے کے بعد پیر صاحب اپنے نتائج کو بغیر کسی لگی لپٹی بیان کر دیتے ہیں۔ اس معیار تحقیق کو آپ نے اپنے چھوٹے مقالات میں بھی قائم رکھا۔

Marfat.com

''کیا ابلیس عالم تھا؟'' میں لکھتے ہیں: ''راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق قرآن وحدیث میں کہیں بھی ابلیس کے علم وفضل کی کوئی صراحت یا اشارہ نہیں ملتا۔ بلکہ عوام کا یہ ایک خود ساختہ اور بے سند مفروضہ ہے'' (کیا ابلیس عالم تھا؟ص:٦) اسی مقالہ کی یہ سطور بھی محقق پیر کے ذوق تحقیق کی گواہی دے رہی ہیں: ''ابلیس کے عالم وفاضل ہونے کی روایت جو عموماً بیان کی جاتی ہے، تحقیق بسیار کے باوجود بھی اس کا کسی مستند کتاب میں مجھے کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔ مسلمانوں کے نزدیک کسی چیز کے قبول یا رد کرنے کے صرف دو معیار ہیں، ایک قرآن مجید اور دوسرا احادیث، احادیث کے سلسلے میں بھی تحقیق کرنا علماء کا دستور ہے کہ یہ حدیث بہ اعتبار صحت کس درجہ کی ہے پھر اس کی صحت ثابت ہو جانے کے بعد اسے تسلیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر بہت عرصہ غور وخوض کیا، آخر قرآنِ مجید کے حوالے سے جس نتیجہ پر پہنچا وہ ساری بحث ہدیۂ قارئین کرنا چاہتا ہوں، (ایضاً ص:٢)

شعر کی حقیقت و ماہیت پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد نتیجہ کو یوں بیان کیا: ''بات چونکہ شعر گوئی کے حوالے سے چلی تھی اس لیے اس کے متعلق جملہ پہلوؤں سے بات کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ کلام کہنے سننے اور پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے جس کلام کو افصح العرب نے پسند فرمایا اور وہ ایسے اشعار ہیں جو دانائی، دلائل اور حکمت سے بھرے ہوئے ہوں تاکہ قاری کا ذہن ان سے کچھ حاصل کرے۔ فلمی گانوں، بے ہودہ اور بازاری قسم کے اشعار اور موسیقی سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ کیوں کہ ایسا کلام اور موسیقی سننا گناہ ہے جس سے ہوائے نفس بڑھے اور انسان انابت الی اللہ کی بجائے لہو ولعب میں کھو کر رہ جائے۔ ایسے اشعار کا شعار انہی لوگوں سے ممکن ہے جو خود باشعور ہوں اور عالی ذہن شعراء کا کلام سمجھنے کی فطری استعداد کے حامل ہوں۔ آخر میں خواجہ آتش کا مصرعہ دہرا کر اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ

Marfat.com

شعر گوئی کام ہے آتش! مُرصَّع ساز کا

(اسلام میں شاعری کی حیثیت ص:۴۷۔۴۸)

اندازہ لگائیے کہ کس قدر واضح، دوٹوک اور خوبصورت الفاظ میں نتیجۃ البحث پیش کیا ہے۔

تحقیق غیر جانبدار ہو کر کی جاتی ہے۔ محقق کبھی بھی طے شدہ فیصلے نہیں کیا کرتا۔ پیر صاحب کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ آپ نے غیر جانبدرانہ تحقیقات کیں جس کے نتیجہ میں مفاد پرست، جاہ طلب یا غلط فہمیوں کا شکار لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گئے۔ ان الفاظ سے یہی تاثر سامنے آتا ہے: ''اگر آپ عباسی صاحب کی تصنیف پوری طرح پڑھ لیں تو آپ کے پلے کچھ نہیں پڑے گا کیونکہ تحریر کا مقصد غیر جانبدارانہ تحقیق ہے ہی نہیں''۔ (نام ونسب ص:۱۳۶) ایسی تحقیق کو وہ متعصّبانہ تحقیق قرار دیتے ہیں۔ (ایضاً)

تحقیقی موضوعات میں عموماً خشکی ہوتی ہے اور زبان ادبی چاشنی سے خالی ہوتی ہے اور اسے لازمہ تحقیق گردانا جاتا ہے۔ مگر ''محقق پیر'' نے اسلوبِ تحقیق کو جدت دی۔ خوبصورت الفاظ وتراکیب میں مضمون اس طرح باندھتے ہیں کہ تحریر میں اول تا آخر دلچسپی قائم رہتی ہے۔ بیدل، اکبر الہ آبادی اور خود محقق پیر کے اشعار موضوع زیر بحث میں معنویت اور دلچسپی پیدا کرتے ہیں۔ یہاں ایک ان کا اپنا شعر نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو محقق کی تگ و دو اور محنت کے بعد ملنے والے ثمر کی طرف خوبصورت اشارہ ہے۔ یہ شعر ایک محقق کی آپ بیتی محسوس ہوتا ہے۔

آسماں سے کوئی پوچھے یہ تنک تاب ہلال
کن مراحل سے گزرتا ہے قمر ہونے تک

(موازنۂ علم وکرامت ص:۱۴)

Marfat.com

رموز اوقاف، عبارت فہمی اور حسنِ عبارت کے لیے لازمی ہیں مگر ہمارے ہاں اس پہلو پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی۔ تخلیقات نصیر میں تحقیق کے اس پہلو پر بھی بڑی توجہ دی گئی ہے۔ ہر مقالہ اور کتاب میں سکتہ، وقفہ، ختمہ، سوالیہ نشان، اور قوسین وغیرہ کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے۔ اسی طرح جن الفاظ کے تلفظ میں عموماً غلطی کی جاتی ہے ان پر حرکات کا اہتمام قاری کی معلومات میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔

ماحصل:

سطورِ بالا میں تخلیقاتِ نصیر کے اجمالی تعارف سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ پیرانِ عظام اور صاحبزادگان کا اصل کام فروغِ علم اور عصری تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اصلاح و فلاح انسانی ہے۔ یہ تخلیقات ''محقق پیر'' کی کرامات ہیں۔ اصلاح و فلاح انسانی رسوخ فی العلم اور پھر اس پر عمل کے بغیر ممکن نہیں۔

مآخذ و مراجع

۱۔	نام و نسب	گولڑہ شریف	۲۰۰۱ء
۲۔	راہ و رسمِ منزل ہا	گولڑہ شریف	۲۰۰۰ء
۳۔	لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب	گولڑہ شریف	۲۰۰۳ء
۴۔	موازنۂ علم و کرامت	گولڑہ شریف	(س۔ن)
۵۔	لفظِ اللہ کی تحقیق	گولڑہ شریف	(س۔ن)
۶۔	کیا ابلیس عالم تھا؟	گولڑہ شریف	(س۔ن)

Marfat.com

سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محقق و مصلح

پروفیسر محمد الیاس اعظمی

کالج آف شریعہ منہاج یونیورسٹی، لاہور

یوں تو چمنستانِ انسانیت میں ہر روز لاکھوں پھول کھلتے ہیں اور لاکھوں فضائے عالم کو اپنی مہک سے مہکا کر لحد نشیں ہو جاتے ہیں۔ مگر ان ہم نشینانِ خاک میں کتنے ہی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ تہِ خاک ہو کر بھی مہرِ فلک ثابت ہوتے ہیں۔ کم نظر انہیں یادِ رفتگاں کے عنوان سے یاد کرتے ہیں۔ مگر وہ رازِ حیاتِ جاوداں کے پیام بر ہوتے ہیں۔ وہ کوتاہ نظروں سے نہاں مگر اہل نظر کے لیے عیاں ہوتے ہیں، یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کے باعث بعض لوگوں کو دنیا سے بظاہر چلے جانے والے لوگوں سے متعلق غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ بہر کیف ہمارا یہ موضوع نہیں ہے۔ عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ کچھ جاتے ہیں تو اہل دنیا سکھ کا سانس لیتے ہیں جب کہ اس عالم آب و گل کو چھوڑ کر جانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے جانے سے رت ہی بدل جاتی ہے۔ شہر ویران اور جہانِ عالم مغموم ہو جاتا ہے، تو فلک بلند بھی نمناک ہو کر اشک بہانے لگتا ہے۔ اس لیے جس کسی نے بھی یہ کہا ہے اس نے سچ ہی کہا ہے۔ کہ "موت العالم موت العالم"۔

۱۳ فروری ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۷ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بروز جمعۃ المبارک خدا معلوم کتنے عالم ایسے ہوں گے جنہوں نے پیغام اجل پر دیوانہ وار لبیک کہا ہوگا اور تہ خاک چلے گئے ہوں گے، مگر معدودے چند لوگوں کے سوا کسی کو کوئی خبر نہ ہوئی۔ لیکن اسی یوم سعید کی خنک فضاؤں میں ایک عالم ربانی اور طبیب روحانی پیر سید نصیر الدین گیلانی نے بھی جہانِ جاوداں کی طرف رخت سفر باندھا اور کچھ اس انداز سے باندھا کہ پورے عالم پر سکتہ طاری کر گئے۔ کوچ کر جانے والے کی خبر تو حکمرانوں سے لے کر ایک عام

Marfat.com

شخص تک ہر کسی نے سنی مگر یقین کرنے کو کوئی تیار نہ تھا۔ کہ ایک ایسا ہفت رنگ ہیرا جو بیک وقت ایک جید عالم اور بے مثل شیخ طریقت تھا تو وہ خطیب نکتہ داں اور شاعر ہفت زباں بھی تھا۔ وہ ایسا ادیب تھا کہ جس کے سامنے الفاظ ہاتھ باندھے کھڑے سراپا انتظار ہوتے تھے کہ کب اقلیم ادب کا یہ بے تاج بادشاہ انہیں حکم دے اور وہ اس کی مالائے غزل میں ایک دانے کی حیثیت سے جگہ پائیں۔ نثر جس پر فخر کرتی تھی تو غزل و رباعی اس پر نازاں تھی۔ وہ خانوادۂ مہریہ کے نیر تاباں اور عصر جدید کی ایسی جامع الصفات شخصیت تھی کہ جس کے پیکر میں شریعت و طریقت اور ادب کے چشمے اپنی تمام تر موجوں اور برق رفتار لہروں کی صورت جاری تھے۔ مگر وہ خاموشی کیساتھ بحر بقا میں اتر گیا۔ مگر اہل فنا کو سسکیوں کے سیلاب رواں کی نذر کر گیا۔

روٹھا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مبدأ فیض نے پیر نصیر الدین نصیر کو اتنی ان گنت خوبیوں سے نواز رکھا تھا کہ جن کا احصاء و شمار اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ پیر سید نصیر الدین نصیر کی کتاب زندگی کا ہر باب اس قدر وقیع اور علم و فن اور شعور و آگہی سے بھرپور ہے کہ اس مختصر مقالہ میں اس پر بحث کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اس لیے آئندہ صفحات میں آپ کی شخصیت کے صرف دو پہلوؤں کو گفتگو کے لیے چنا گیا ہے۔ جن میں سے ایک کا تعلق آپ کے علمی و تحقیقی ذوق سے ہے اور دوسرے کا تعلق معاشرے کے مختلف طبقات کی اصلاح سے ہے۔ آئندہ سطور میں ان دونوں پہلوؤں سے متعلق آپ کے رشحاتِ قلم کی روشنی میں بحث کی جاتی ہے۔

شاہ نصیر الدین نصیر بحیثیت محقق:

انسانی زندگی سے متعلق کوئی بھی علم و فن ہے یا اس کا کوئی گوشہ ہے اس میں

Marfat.com

تحقیق اور تحقیقی عمل کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ تحقیق (Research) ابھی ایک علم (Scince) کے طور پر عمل پذیر نہیں ہوا تھا۔لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ جس طرح دیگر مختلف علوم اور ان کی شاخوں نے ترقی کی ہے ارتقاء کے اس عمل کے ساتھ ساتھ ان کے بنیادی اصول وضوابط، حدود وقیود اور ان کے آداب وتقاضے منضبط کیے گئے ہیں، اور ان پر مستقل کتب تصنیف کی گئی ہیں۔ اسی طرح علم کے اس ارتقاء کے ساتھ موجودہ دور میں تحقیق (Research) بطور علم (Scince) ایک مستقل مضمون (Subject) دنیا بھر کی جامعات میں پڑھایا جا رہا ہے۔اس کے اصول ومبادی، قواعد وضوابط، حدود وقیود، طرز وطریق، پر دنیا کی مختلف زبانوں میں بالخصوص انگریزی، عربی، اردو میں درجنوں کتب اس وقت متداول ہیں۔ اہل علم کی اکثریت جن سے بخوبی واقف ہے۔ان کتب میں عمل تحقیق سے متعلق اصول وضوابط کے ضمن میں ایک اچھے محقق کی خصوصیات پر بھی بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محض علم پڑھ کر اس میں رسوخ حاصل کر لینا ایک الگ امر ہے جب کہ اس میں تحقیق کرنا اور صحیح اور سقیم کو الگ الگ کرنا ایک الگ فن ہے۔اس فن کے مسافر میں کن خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے۔اس پر بحث کرتے ہوئے مصر کے معروف محقق دکتور احمد شلبی رقمطراز ہیں:

"ومن علامات هذه الموهبة الا يسلم تسليما مطلقا بالآراء التى سبق بها و التى قررها اسلافه بل لا بد ان يقف عند المقدمات و يتدارسها فقد تقود ه الى نتائج تخالف ما ذهب اليه السابقون" (؁)

پاکستان کے مشہور محقق ڈاکٹر خالق داد ملک محقق کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

(ط) فلا شك ان حاضر البديهة و متوقد الذهن هو الذی يستطيع ان يربط الافكار و يوازن فيما بينهما بموازين ثابتة و يستخلص النتائج السليمة (ط)

(ط) و لكی يكون الباحث راسخا فی العلم فانه مطالب بان يكون واسع الاطلاع والرسوخ فی العلم صفة تكسب صاحبها التواضع والوقوف عند حدود ما لايعلم (لا)

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ ایک محقق کے اندر بہت سی دیگر خصوصیات کے علاوہ درج ذیل خصوصیات کا پایا جانا بھی ضروری ہے:

(۱) ایک محقق کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ کسی بھی موضوع پر کسی رائے کو بلا چون و چرا تسلیم کرے بلکہ وہ اس کو تحقیق کی میزان پر پیش کرے اور پھر اسے تسلیم کرے۔

(۲) ایک محقق کے لیے استحضار ذہنی کا حامل ہونا بھی ضروری ہے۔

(۳) زیر بحث موضوع سے متعلق علوم وفنون اور ان کے معاون علوم میں محقق کا مہارت و دسترس رکھنا بھی ایک لازمی امر ہے۔

(۴) علم میں رسوخ کے ساتھ محقق کے لیے پیکر تواضع وانکساری ہونا بھی لازم ہے۔

(۵) محقق کا مطالعہ وسیع، مشاہدہ عمیق اور نظر گہری ہونا بھی لازمی شرط ہے۔

(۶) تعصب و تنگ نظری سے مبرا اور بالا ہونا بھی تحقیق و محقق کا بنیادی وصف ہے۔

ایک محقق کے لیے بنیادی شرائط اور ضروری اوصاف سے آگاہی کے بعد اب آیئے ہم اپنے ممدوح حضرت سید نصیر الدین شاہ نصیر کو ایک محقق کی حیثیت سے مذکورہ اصولوں کی روشنی میں دیکھتے ہیں اور ان کے علمی شاہپاروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں تاکہ یہ حقیقت واضح ہو کہ موصوف محض ایک روایتی پیر اور

Marfat.com

خانقاہ کے سجادہ نشین ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک جید و مستند عالم ہونے کے ساتھ رسوخ فی العلم رکھنے والے محقق عالم تھے۔انہوں نے جس موضوع پر بھی اپنے قلم کوحرکت دی ہے۔علم وفن اور تحقیق کے دریا بہادیئے ہیں۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جادہ تحقیق پر گامزن ہونے کے لیے وسعت مطالعہ ایک اہم اور بنیادی شرط ہے جس کے بغیر کوئی بھی شخص بحر تحقیق کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔حضرت شاہ نصیر الدین نے اپنی کثیر الجہتی مصروفیات، امور خانقاہی اور ملک و بیرون ملک تبلیغی و دعوتی اور تربیتی اسفار کے باوجود کتب بینی کے ساتھ کچھ ایسا گہرا تعلق و رشتہ قائم رکھا کہ سفر وحضر میں کتب اور موصوف کی سنگت کا گویا کہ چولی دامن کا ساتھ تھا۔وہ ہم سفروں کے ساتھ مختلف مسائل پر اپنی علمی وادبی تبصروں کے ساتھ ساتھ ذوق مطالعہ کی تسکین بھی کرتے رہتے تھے۔راقم کا چشم دید واقعہ ملاحظہ ہو:

یہ ۱۹۹۰ء جولائی کے دنوں کا واقعہ ہے کہ راقم اپنے چند دوستوں کے ہمراہ شمالی علاقہ جات کی سیر کے لیے گیا۔وہاں سے واپسی پر گولڑہ شریف حاضری کا پروگرام بنایا گیا۔چنانچہ ہم سب لوگ رات تقریباً دو بجے آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ حاضر ہوئے۔ مزارات مقدسہ کی حاضری وزیارت سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے دربار پر موجود خدام سے حضرت صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر شاہ سے متعلق پوچھا تو معلوم ہوا کہ آپ دربار شریف پر تشریف رکھتے ہیں۔وقت تو اگرچہ ایسا تھا کہ کسی سے ملاقات کرنا یا اس کا مطالبہ کرنا چنداں مناسب نہیں تھا۔لیکن شوق عقیدت کے ہاتھوں مجبور ہوکر ہمارے چند دوستوں نے حضرت نصیر سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تو خدام سے آپ کے ساتھ ملاقات کی بات کی گئی مگر اس نے معذرت کی، ہماری طرف سے اصرار بڑھتا گیا بالآخر خادم مجبور ہوگیا۔چنانچہ وہ ہم پر مہربان ہوتے ہوئے اجازت طلب کرنے کے لیے آپ کے حجرہ میں حاضر ہوا اور ہماری خواہش بصورت درخواست پیش کی۔تھوڑی دیر کے بعد

Marfat.com

خادم واپس لوٹا تو اس نے بتایا کہ پیر صاحب پڑھ رہے تھے اس لیے انہوں نے سلام کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ ہم حاضر خدمت ہوئے تو آپ کمال شفقت کے ساتھ اپنی مسند سے اٹھ کر دروازے پر تشریف لائے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ معانقہ و مصافحہ کرنے اور دعا کرنے کے بعد لنگر کھانے کا حکم دیتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی۔

اس واقعہ کے پیش کرنے کا مدعا و مقصد یہ ہے کہ دن بھر کی تھکا دینے والی مصروفیات، اوراد و وظائف کے مشاغل کی انجام دہی کے ساتھ مطالعہ کے اس شوق نے انہیں سراپا علم بنا دیا تھا۔ بقول اقبال:

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار عقیق کٹا تب نگیں ہوا (۴)

موصوف کو اپنے مطالعہ کی وسعت کا گہرا ادراک تھا اس لیے خود فرماتے ہیں:

''اگر چہ بندہ درس نظامی کی تکمیل کے بعد باقاعدہ اور براہ راست دنیائے تدریس و افتاء سے چنداں منسلک نہیں رہا۔ البتہ اس کے مطالعاتی دائرے کی وسعت نے اسے افلاس علم سے ضرور بچایا ہوا ہے'' (۵)

وسعت مطالعہ سے متعلق تو یہ خود موصوف کا اپنا قول ہے اس کو عمل کے سانچے میں دیکھنے کے لیے اگر صرف آپ کی ایک تصنیف ''نام و نسب'' کو ہی سامنے رکھ لیا جائے تو اس دعویٰ نصیر کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

محبوب سبحانی، قطب ربانی، شہباز لامکانی غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ النورانی کا روحانی و نسبی مقام و مرتبہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلمہ ہے مگر ایک طبقہ ہے جو اپنے مخصوص مقاصد اور مزعومہ نظریات رکھنے کی وجہ سے آپ کے

Marfat.com

شخصی مقام و مرتبہ تو ایک طرف آپ کے حسب و نسب سے ہی منکر ہے۔ امت مسلمہ نے اس بد بخت طبقے کے ساتھ کبھی اتفاق نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آپ کی سیادت و فضیلت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی نگاہوں کو ادب کے ساتھ جھکاتی رہی ہے۔ اہل محبت تو یہ کہتے ہیں:

غوث اعظم درمیان اولیاء

چوں محمد درمیانِ انبیاء (۶)

حضرت نصیر الدین نصیر کا بارگاہ غوثیت مآب سے تعلق محض ارادت و بیعت کا ہی نہیں تھا بلکہ انہیں بارگاہ محبوب سبحانی سے نسبی تعلق کا شرف بھی حاصل تھا جیسا کہ خود حضرت نصیر لکھتے ہیں:

"مجھے حضرت غوث پاک قدس سرہ پر کیے گئے اعتراضات کا جواب دینے کا حق دو طرح سے حاصل ہے ایک اس لیے کہ وہ میرے جد اعلیٰ ہیں۔ اور دوسرے اس لیے کہ سلسلۂ روحانیت و طریقت میں مجھے دیگر لاکھوں کروڑوں عقیدت مندوں کی طرح ان سے مریدانہ عقیدت و نیاز بھی ہے" (۷)

آپ نے ان دونوں حقوق کو کس حسن تحقیق سے ادا کیا ہے؟ اس کا اندازہ قاری کو کتاب کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ یہاں ہم اس کے مآخذ و مصادر کے حوالے سے ایک مختصر جائزہ اہل علم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے اپنے اس تحقیقی و تاریخی شہ پارے میں تحقیق کے کس قدر جواہر لٹائے ہیں۔

نام و نسب کا تحقیقی تجزیہ:

"نام و نسب" حضرت نصیر شاہ کا وہ علمی و تحقیقی کارنامہ ہے جو انہیں قیامت تک علمی دنیا میں زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ مصنف نے ایک ہزار کے لگ

Marfat.com

بھگ صفحات پر پھیلی ہوئی اپنی اس تصنیف کو متعدد ابواب میں تقسیم کیا ہے۔موضوعاتی جائزہ ملاحظہ ہو:

۱۔ عرض مصنف

اس عنوان کے تحت دس صفحات پر پھیلے ہوئے مضمون میں کتاب کی وجہ تصنیف اور وجہِ تسمیہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۔ باب اول

مصنف نے کتاب کے اس پہلے باب میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نام و نسب کی اہمیت اور افادیت پر اپنے فکر انگیز خیالات کا اظہار کیا ہے۔

۳۔ باب دوم

مسئلہ کفو سے متعلق مفصل اور مدلل بحث اس باب کا خاصہ ہے۔

۴۔ باب سوم

لفظ سید کی تحقیق اور سادات کرام کے مقام و مرتبہ اور ان کی تعظیم و تکریم سے متعلق انتہائی علمی بحث۔

۵۔ باب چہارم

اہل ایمان کی خصوصیات کا بیان اور خانقاہی نظام سے متعلق تنقیدی تجزیہ

۶۔ باب پنجم

ریاکاری اور حب جاہ کی تباہ کاریوں اور سجادہ نشینی سے متعلق بحث

۷۔ باب ششم

یہ باب مصنف نے اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے فضائل و مناقب کے لیے مختص کیا ہے۔ نیز اسی باب میں اہل بیت کی اصطلاح اور اس کے مصداق پر بڑی عمیق اور علمی گفتگو کی گئی ہے جو مطالعہ کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

Marfat.com

۸۔ باب ہفتم

اہل بیت سے متعلق مصنف نے اپنا مسلک دلائل و براہین کے ساتھ اور بڑے عمدہ پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

۹۔ باب ہشتم

شیعہ مسلک کے عقائد ونظریات پر نفیس علمی تبصرہ۔

۱۰۔ باب نہم

حدیث قسطنطنیہ پر محققانہ تبصرہ اور یزید سے متعلق اقوال آئمہ کی تحقیق

۱۱۔ باب دہم

فتنہ انکار حدیث کا تاریخی تجزیہ

۱۲۔ باب یازدھم

حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے احوال حیات اور روحانی مقامات کا علمی وادبی تذکرہ اور اس کے ساتھ ہی سلاسل طریقت پر عمدہ بحث اس باب کا حصہ ہے کتاب کے ترتیب ابواب، ان کے مندرجات اور پھر تمام ابواب میں خوبصورت علمی ربط و ارتباط فاضل مصنف کی علمی گہرائی کی بین دلیل ہے۔

نام ونسب اپنے مصادر و مآخذ کی روشنی میں:

مصنف علام اور فاضل ذیشان نے اپنے اس تحقیقی شاہکار کی بنیاد ٹھوس دلائل۔ مستند و معتمد مصادر اور مسلمہ تاریخی مآخذ پر رکھی ہے۔ آٹھ سو مآخذ کے عرق و نچوڑ اس تاریخی و تحقیقی کتاب کے مآخذ کا عددی جائزہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ کل محولہ کتب کی تعداد: 326

۲۔ نسب غوثِ پاک اور کمالات غوثیہ سے متعلق کتب کی تعداد: 211

۳۔ تفہیم وتوضیح متن اور حواشی کے لیے محولہ کتب کی تعداد: 264

Marfat.com

۴۔ غیر مسلم مصنفین کی کتب کی تعداد: 2

۵۔ کل تعداد: 26+211+264+2=801

شاہ نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ تحقیق اور تحقیق کے میدان میں ان کے مقام و مرتبہ کے تعین اور ذوق تحقیق کی پہنائیوں کو جاننے کے لیے ان کی اس کتاب کے عددی جائزے کو دیکھ لینا ہی کافی ہے جو ان کے مستند اور محنتی محقق ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ موضوع کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان تمام مآخذ کا تذکرہ یہاں کیا جاتا لیکن صفحات کی تنگ دامنی اس کی اجازت نہیں دے رہی۔ البتہ اس کتاب میں مذکورہ مختلف مباحث میں سے صرف ایک بحث حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد گرامی "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" پر آپ نے جو علمی دلائل کے ساتھ بحث کی ہے وہ کتاب کے صفحہ 654 تا 669 سولہ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ جس کا ایک ایک لفظ فاضل مصنف کے علم و تحقیق، حسن استدلال اور منفرد اسلوب تنقید پڑھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان سولہ صفحات میں مصنف علام نے درجنوں کتب کے حوالہ جات بقید جلد نمبر، صفحہ نمبر، مقام طبع، سن اشاعت اور اس کا ایڈیشن تک ذکر کر دیا ہے تاکہ قاری اگر مآخذ اصلیہ تک رجوع کرنا چاہے تو اس کو کوئی دقت نہ ہو۔ شاہ نصیر الدین کے ان درجنوں مصادر میں سے چند کے نام ملاحظہ ہوں:

۱۔ بہجۃ الاسرار	علامہ نور الدین شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ	713ھ
۲۔ لطائف الغرائب	حضرت سید گیسو دراز	827ھ
۳۔ فوز المطالب	مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ	
۴۔ تفریح الخاطر	علامہ عبد القادر بن محی الدین الاربلی رحمۃ اللہ علیہ	1315ھ
۵۔ الدولۃ المکیۃ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	1341ھ/1921ء
۶۔ فیض الباری علی صحیح البخاری	مولانا سید انور شاہ کشمیری دیوبندی	1352ھ

Marfat.com

۷۔ مکتوبات امام ربانی | حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ 1034ھ

۸۔ مکاشفاتِ غیبیہ | حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ 1034ھ

۹۔ تفسیر کبیر | حضرت امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ 606ھ

۱۰۔ نفحات الانس | حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ 898ھ

۱۱۔ الطراز المذھب | علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ 1270ھ

۱۲۔ مظہر جمال مصطفائی | صوفی سید نصیر الدین ہاشمی قادری

سرکار غوثیت مآب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ کے حوالے سے ہمارے ممدوح حضرت شاہ نصیر الدین نصیر کی دوسری اہم ترین تصنیف "لطمة الغیب علی ازالۃ الریب" ہے اسلوب نگارش پر جلال ہونے کے باوجود ثبوتِ مدعی کے لیے علم و ادب کا حسین مرقع ہے۔ فکر نصیر کا نقیب اشہب قلم میدان تحقیق میں یوں رواں نظر آتا ہے جیسے سمندر کی سبک رفتار لہریں ہوں۔ پر جلال طرز نگارش کا سبب بعض معاصر اہل علم کی طرف سے قدم غوث سے متعلق غیر محتاط طرز فکر ہے بہر کیف علم و ادب کی آب رو کی روانیوں اور معانی و مفاہیم کی جولانیوں کی ہلکی سی جھلک ملاحظہ ہو۔ مقابل و مخاطب کے اسلوب تحریر کے جواب کے خدوخال واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "(مقابل) نے اپنے موقف کے اثبات میں اشعار استناد اور مسائل کا استنباط فرمایا ہے۔ اسی لیے دوران تحریر سلطان ادب نے اپنے خم خانۂ بیان سے ہمیں بھی بادۂ نظم کا ایک جرعہ بخش دیا۔ جس کی مستی سے سرشار ہو کر ہمارا قلم از خود اساتذہ سخن کے متعدد جواہر دامنِ قرطاس میں ڈالتا چلا گیا۔ ہمارے اس مسکنت کدۂ گفتار و تحریر کے صحنِ معانی میں آپ کو جو بزم سخن سجی نظر آئے گی اسے ہرگز تکلفانہ سعی

Marfat.com

گمان نہ کیجیے اور ظنوا المومنین خیرا قبول فرمائیے گا''(۸)

مندرجہ بالا اقتباس سے آپ کے ایک محتاط قلم کار ہونے کے علاوہ معانی و بلاغت کے ماہر کامل ہونے کا بھی بین ثبوت ملتا ہے۔ جملوں کی تراکیب اور الفاظ کی بندش اگر میر و غالب کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ داد دیئے بغیر نہ رہتے۔

حضرت پیرانِ پیر میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کے روحانی مقام و مرتبہ کے بارے میں حضرتِ شاہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کتاب لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب بھی ہے۔ ''نام و نسب'' کی طرح یہ کتاب بھی اپنے موضوع پر علم و تحقیق اور استنباط و استدلال کا ایک بحر مواج ہے جو بڑی روانی کے ساتھ بہہ رہا ہے اور اس کی لہروں کی صورت نکلنے والے جواہرات سے بساط علم بچھائی جا رہی ہے۔ کتاب کے اسلوب میں اگرچہ تلخی اور شدت قاری کو عالم تحیر میں لے جاتی ہے مگر اس کے باوجود کتاب اپنے موضوع پر معلومات کا ایک وسیع خزانہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

لفظ اللہ کی تحقیق:

علم و تحقیق سے وابستہ اہل دانش اور صاحبان بیان و معانی اس امر سے خوب آگاہ ہیں کہ ذاتِ حق کا اسم ذاتی ''اللہ'' ہے جس میں کسی بھی مکتب فکر کو کوئی کلام نہیں اور نہ کوئی اس سے منکر ہے۔ البتہ اہل علم میں اس امر پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ اسم جلالت ''اللہ'' کا مشتق منہ کیا ہے؟ یعنی اس کی اصل کیا ہے؟ اور اس کی موجودہ صورت کیسے وجود میں آئی؟ اسی بناء پر علماء صرف اور مفسرین نے اپنی اپنی کتب میں لفظ اللہ کے مشتق ہونے یا نہ ہونے پر بڑی طویل بحثیں کی ہیں۔ ہماری بات کی عملی تصدیق کے لیے شائقین امام فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کی معروف زمانہ تفسیر کبیر کا مطالعہ کر سکتے ہیں کہ امام موصوف نے لفظ اللہ کی تحقیق میں کس قدر علم کے دریا بہائے ہیں؟ ہمارے ممدوح حضرت شاہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موضوع پر اپنے ایک مضمون میں خامہ فرسائی کی

Marfat.com

ہے۔ اپنی قامت وحجم کے اعتبار سے تو اگرچہ یہ مختصر کتابچہ ہے مگر امر واقعی یہ ہے کہ نثر نگاری میں ایجازِ بیان کا ایک ایسا نمونہ ہے کہ ''دریا کو کوزے میں بند کرنا'' کا محاورہ اگر صحیح اور کامل طور پر کسی تحریر پر صادق آتا ہے تو وہ حضرت شاہ نصیر الدین کے اس چند ورقی کتابچے پر آتا ہے۔

''لفظ اللہ کی تحقیق'' کے عنوان سے آپ کا یہ رسالہ 16/23x36 کے صرف بیس صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحے میں کل اکیس سطریں ہیں۔ اپنی ضخامت کے اعتبار سے اس مختصر رسالہ میں مصنف نے اپنی جس علمی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے اس کا اظہار ایک ایک سطر بلکہ ایک ایک لفظ سے ہو رہا ہے۔ آپ نے اسم جلالت ''اللہ'' کی اصطلاحی تعریف لکھنے کے بعد اس کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے اللہ کلمہ سے متعلق لغوی بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں مشہور نحوی امام سیبویہ، خلیل اور حضرت سراج الامۃ امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب لکھ کر فرماتے ہیں:

> ''یہ لفظ عربی کا ہے۔ ذاتِ باری سے مختص ہے، کسی ماخذ سے مشتق نہیں اور کسی اصل پر متفرع نہیں۔ یہ غیر مشتق، جامد اور ذات باری تعالیٰ کا نام ہے''۔(۹)

یہ موقف لکھنے کے بعد اس کی تائید میں دلائل علمیہ کا ذکر کیا ہے اور آپ نے اسلاف کے اقوال پیش کرتے ہوئے کل نو اقوال پیش کیے ہیں۔ ان جملہ اقوال کا یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے صرف دو مشتقات کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

> ا۔ یہ لفظ الهت الی فلان سکنت الیہ سے ماخوذ ہے اور وجہ مناسبت یہ ہوگی لان القلوب تطمئن بذکرہ والارواح تسکن الیہ یعنی دلوں کو اس کے ذکر سے اطمینان اور روحوں کو اس سے سکون حاصل ہوتا ہے۔(۱۰)

Marfat.com

لفظ لاہ یلیہ لیھا و لاھا اذ احتجب وارتفع سے ماخوذ ھے لانہ تعالیٰ محتجب عن ادراك الابصار و مرتفع عما لایلیق بہ

ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ ابصار کے ادراک سے حجاب انوار میں ہے اور ہر اس شئے سے بلند و بالا ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔(۱۱)

الغرض یہ کہ اسم ذات کے لغوی اشتقاق کی تحقیق، اس کی اصطلاحی تعریف، اس کے معارف و معانی اور خصائص سے متعلق معلومات کا ایک وسیع سمندر ہے جو اس مختصر کتابچہ میں بند کر دیا گیا ہے مزید برآں لفظ اللہ کی تحقیق کے ساتھ ہی لفظ ''خدا'' کی تحقیق اور اسم ذات کی جگہ اس کے استعمال سے متعلق بڑی علمی و تحقیقی بحث اس کتابچے کا دوسرا خاصہ ہے جو اہل علم کو دعوت مطالعہ دے رہا ہے۔

اعانت واستعانت:

اہل اللہ انبیاء و رسل بالخصوص حضور پر نور ﷺ اور حضرات اولیاء اللہ سے بعد از وصال استمداد و استعانت ہمیشہ سے اہل حق کا معمول رہا ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے روحانی فیوضات حاصل کرتے رہے ہیں مگر ایک اقل قلیل طبقہ اس نظریہ سے اختلاف کرتا رہا ہے۔ ہمارے موجودہ دور میں یہ مسئلہ اپنی اختلافی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے مخالفت کے دائرے میں داخل ہو چکا ہے اور یوں استمداد و استعانت کا عقیدہ و عمل کے حامل اہل حق پر کفر و شرک کے فتوے بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ لگائے جاتے ہیں۔

حضرت شاہ نصیر الدین نصیر اہل علم و تحقیق کے اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو اس کے جواز کا قائل ہے اس کے علاوہ ایک خانقاہ کے زیب سجادہ ہونے کی وجہ سے بھی ان کے معمول میں یہ شامل تھا۔ چنانچہ بایں وجہ معترضین کے اعتراض کا جواب دینے کی

Marfat.com

بھاری ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک محقق عالم اور شیخ طریقت ہونے کی بناء پر اس اہم مختلف فیہ مسئلہ سے متعلق اپنے قلم کو حرکت دی اور ''اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت'' کے عنوان سے 16/23x36 کے ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ایک ایسا علمی وتحقیقی مقالہ اہل علم و دانش کے سامنے پیش کیا جو موصوف کی علمی مہارت اور دلائل کا انمول نمونہ ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ دلائل واستدلال اور آپ کے موقف میں اختلاف کی بڑی گنجائش موجود ہے یہ اختلاف مذموم نہیں ہے اس لیے کہ علم وتحقیق کی ساری دنیا کا نقطۂ نظر کے اختلاف سے ہی قائم ہے اس لیے کسی نے کہا ہے:

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

ایک اور نمایاں پہلو جو حضرت نصیر شاہ کے اس علمی نثر پارے سے نکھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ تحریر پر مناظرانہ رنگ کے ساتھ اصلاح فکر ونظر کا رنگ بھی غالب ہے حضرت شاہ نصیر الدین نصیر نظریہ اعانت واستعانت کے جواز کے قائل ہونے کے ساتھ عامۃ الناس اور کم علم لوگوں میں اس عقیدہ سے متعلق پائے جانے والے افراط وتفریط کے اس ماحول میں اعتقادی اصلاح کا علم بھی اٹھائے ہوئے ہیں۔ آپ قرآن وسنت، اقوال صحابہ وتابعین اور اکابر علماء واولیاء امت کے افکار کی روشنی میں دلائل و براہین کے ساتھ استمداد از اولیاء سے انکار کرنے والوں کو مسکت جواب دے کر عقیدۂ صحیحہ کا دفاع کرنے کا فریضہ بھی سر انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ مسئلہ استمداد کا تعلق سماع موتی سے ہے۔ اس لیے پیر نصیر الدین شاہ اس سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ان اللہ یسمع من یشاء کے متعلق شارحین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ان کو سنوانے کا ذکر ہوا ہے جو ظاہری سماعت کے باوجود سمع قبول سے محروم تھے اور ایسے کو حق کی آواز کے قبول نہ کرنے میں

Marfat.com

قبروں میں مدفون مردوں سے تشبیہ دی گئی۔ اس سے ان کے عدم قبول کی آخری سٹیج کو بیان کرنا مقصود ہے۔ مگر یہ آیت اپنے معنوی اطلاق کے اعتبار سے زندہ اور مردہ افراد دونوں کو شامل ہو سکتی ہے اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ زندہ مشرکین میں سے جس کو سماع حق کی توفیق دے دے تو یہ اس کی قدرت میں ہے اسی طرح اگر وہ قبر میں مدفون اہل اسلام کو کچھ سنوا دے تو وہ اس پر بھی قادر ہے۔ احادیث سے اگر سماع موتیٰ کا ثبوت ملتا ہے تو اس آیت سے اسماع موتی (یعنی مردوں کو سنوا دینے) کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقیدہ کو یہ آیت بھی تقویت دیتی ہے کیونکہ یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی قبر والا اللہ تعالیٰ کے سنوائے بغیر نہیں سن سکتا۔ جب یہ عقیدہ ہے اور سچا بھی ہے تو پھر ہم ان اللہ یسمع من یشاء کے عموم سے اہل ایمان مردوں کو کیوں خارج کر سکتے ہیں۔ جب کہ ہمارا عقیدہ یہی ہے اور یہی عقیدہ ہونا بھی چاہیے۔(۱۲)

استمداد و اعانت کا عقیدہ رکھنے والے حضرات کی طرف سے مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ حقیقی معطی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سارا عالم انسانیت بشمول انبیاء و اولیاء اس کے محتاج اور سائل ہیں جیسا کہ میں نے رنگ نظام کے دیباچے میں ذکر کیا کہ مجازاً کسی کے لیے مشکل کشا، داتا، دستگیر اور غریب نواز کے الفاظ کہہ دینا حرام نہیں، لیکن حقیقتاً اور مستقلاً کسی انسان کو ان الفاظ کا مستحق سمجھ کر اس کے لیے بولنا یقیناً شرک ہے اور شرک قطعی حرام ہے۔ ان الفاظ کے

Marfat.com

استعمال کو مجازاً اس لیے جائز کہا کہ ارواح مرتی نہیں جو لوگ عالم برزخ میں چلے جاتے ہیں وہ اپنے پسماندگان اور مخلص متعلقین کے حق میں دعا کرنے سے غافل نہیں ہو جاتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی مشکلات حل کرانے اور ان کی حاجات جائزہ کی تکمیل کے لیے ملتجی رہتے ہیں۔ اسی کو مجاز ادستگیری، مشکل کشائی اور غریب نوازی سے تعبیر کیا جاتا ہے"۔ (۱۳)

اسی مسئلہ سے متعلق مزید فرماتے ہیں:

"انبیاء و اولیاء سے محبت و عقیدت میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔ ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ خدا کی طرح مستقل متصرف ہیں یا اللہ تعالیٰ ان کے مشورے یا تعاون کے بغیر انتظام عالم نہیں چلاسکتا۔ یہ سب شرک و کفر ہوگا ہاں خداوند عالم سے قرب حاصل کرنے کے لیے انبیاء و اولیاء سے محبت کرنا درست اور جائز ہے مگر اللہ تعالیٰ کو پس پشت ڈال کر صرف انبیاء و اولیاء کے حصول قرب کی کوشش کرنا اور اسے (خدا کو) صفاتِ مخلوق سے متصف سمجھنا بلاشبہ شرک اور تشبیہ ہے۔" (۱۴)

محسنین اسلام اور مشاہیر ملت میں سے ایک نام سراج الامت حضرت سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ (۱۵) جن کے علم و حکمت اور فضل و کمال کا اعتراف چار دانگ عالم میں کیا جاتا ہے۔ مگر بعض کوتاہ نظر اور جادہ تعصب کے راہی اپنی کج فہمی و کم علمی کی بناء پر حضرت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت امام اعظم کی علمی فضیلت کو ماننے کی بجائے ان پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے بلکہ بعض تو بادیۂ ضلالت میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ پر قلت حدیث اور اپنی رائے کے اسیر ہونے کی

Marfat.com

تہمت لگانے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔لیکن بارگاہ الٰہی میں حضرت امام اعظم اور ان کی جملہ خدماتِ دین کی مقبولیت کی یہ بین دلیل ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں اہل علم خواہ ان کا تعلق کسی بھی اسلامی مکتب فکر سے ہو وہ اس جلیل القدر امام کا دفاع کرتے اور ان کے علمی تفوق کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔

موجودہ دور جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اس میں علمی وسائنسی ترقی کے ساتھ نت نئے فتنوں نے بھی جنم لیا ہے ایسے فتنوں میں سے ایک اکابرین اسلام کی علمی و روحانی عظمتوں کا انکار اور ان کے شخصی مقام و مرتبہ کی نسبت سے سوء ادبی کا تقریری و تحریری طور پر اظہار کرنا بھی ہے۔ہوسکتا ہے علم وتحقیق کے نام پر ایسا طرز عمل اختیار کرنے والوں نے اس طرح اپنے ذوق کم نگاہی اور تعصب انگیز فکر کی تسکین تو حاصل کر لی ہو مگر اس غیر ذمہ دارانہ طریق تحقیق سے معاشرے کی اخلاقی بنیادیں ضرور متاثر ہوئی ہیں۔

حضرت شاہ نصیر الدین نصیر علیہ الرحمۃ نے بھی اسلاف کی پیروی میں حضرت سیدنا امام اعظم پر متعصبین کے اتہامات کا جواب دیتے ہوئے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی فکر اور طرز استدلال کو واضح کرتے ہوئے ”امام ابوحنیفہ اور ان کا طرز استدلال“ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔چنانچہ خود اس کا تعارف اور مقصد تحریر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”امام ابوحنیفہ اور ان کا طرز استدلال“ مندرجہ بالا عنوان پر میں نے حسب توفیق خامہ فرسائی کی ہے تاکہ ہر وہ تعصب تجاہل اور تغافل جو دانستہ طور پر امام اعظم سے برتا جاتا ہے دور ہو سکے،اور مسلمان اپنے امام کے منہاج کو دلائل و براہین کی روشنی میں دیکھ کر راہ عمل متعین کر سکیں“۔(۱۶)

فاضل مصنف کا یہ مقالہ بظاہر تو صرف پچاس صفحات کی ضخامت رکھتا ہے مگر دلائل و براہین کا بحر زخار ہے جس کا ایک ایک لفظ فلک تحقیق کا جگمگاتا ہوا ستارہ ہے۔

Marfat.com

اپنے موقف کی تائید میں مستند مصادر و مآخذ کے حوالہ جات کی ایسی کہکشاں نظر آتی ہے کہ قاری فاضل مصنف کے ذوق علمی اور فکر و نظر کے تعمق کا اسیر ہو جاتا ہے بلاشبہ اگر امام اعظم کی عظمتوں کا منکر بھی تعصب و مخالفت کی عینک اتار کر اس کا مطالعہ کرے تو حضورِ حق سے یقین کامل ہے کہ شاہ نصیر الدین نصیر کی یہ تحقیقی تحریر اپنے منفرد اسلوب نگارش کے باعث بصارت سے بصیرت تک پہنچانے کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوگی۔ اس مختصر مقالہ میں آپ نے اپنے موضوع سے متعلق دلائل کی بنیاد جن مصادر پر رکھی ہے ان میں سے چند اہم مصادر کے نام ملاحظہ ہوں۔

ا۔ قرآن مجید	تفسیر مظہری	بیہقی دوراں قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
۲۔ شرح مسلم	امام حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی متوفی ۶۷۶ھ	
۳۔ مسند	امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	
۴۔ سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۵ھ	
۵۔ اوجز المسالک		
۶۔ تدریب الراوی	امام جلال الدین السیوطی	
۷۔ الموافقات	علامہ ابن عبدالبر المالکی	
۸۔ التفسیرات الاحمدیہ	شیخ احمد ملا جیون	
۹۔ تہذیب التہذیب	احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	
۱۰۔ جامع الترمذی	امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ	
۱۱۔ اصول التشریع الاسلامی	علی حسب اللہ	
۱۲۔ نور الانوار شرح المنار	شیخ احمد ملا جیون	
۱۳۔ تاریخ التشریع الاسلامی	محمد الخضری	
۱۴۔ فلسفہ شریعت اسلام	علامہ المحمصانی	

Marfat.com

۱۵۔تذکرۃ الحفاظ	امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ
۱۶۔المبسوط	امام سرخسی
۱۷۔اصول الفقہ	امام ابوزہرہ مصری
۱۸۔مقدمہ ابن خلدون	علامہ ابن خلدون
۱۹۔الملل والنحل	عبدالکریم الشہر ستانی متوفی ۵۴۸
۲۰۔وفیات الاعیان وانباء الزمان	ابن خلکان ابوعباس شمس الدین احمد بن محمد متوفی ۶۸۱ھ
۲۱۔الطبقات الکبریٰ	ابوعبداللہ محمد ابن سعد متوفی ۲۳۰ھ
۲۲۔فتح القدیر شرح الھدایۃ	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن الھمام متوفی ۸۶۱ھ
۲۳۔البدایہ والنھایۃ	
۲۴۔شرح سفر السعادت	شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی
۲۵۔المیزان الکبریٰ	امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ
۲۶۔ماتمس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ	شیخ سراج الدین عمر بن علی متوفی ۷۴۸ھ

''امام ابوحنیفہ اوران کا طرز استدلال'' کے مآخذ کی اس مختصر فہرست سے فاضل مصنف کا کتب اور لائبریری سے گہرا رشتہ، وسعت مطالعہ، طریق تحقیق اور نظریۂ تحقیق واضح ہو کر سامنے آتا ہے کہ موصوف کو محض مصنفین کی صف میں کھڑے ہونے کا ہی شوق نہیں بلکہ محنت کے رسیا اور جگر کا خون صرف کر کے دکھانے کے قائل ہیں۔

سیدنا امام اعظم کی سیادتِ علمی، تفقہ فی الدین اور علم حدیث میں مہارت کے منکرین کا رد کرتے ہوئے حضرت نصیر الدین نصیر شاہ کا اسلوب جواب ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ نے اپنی خداداد بصیرت وفراست اور طبعی جودت و

Marfat.com

ذکاوت سے جس مسلک کی بنیاد رکھی اس میں اس کی نمایاں ترین خصوصیت رائے و قیاس کا عمل دخل ہے خود امام صاحب فرماتے ہیں۔ ہمارا یہ علم ''رائے'' ہے اور یہی ہمارے نزدیک سب سے بہتر ہے پس جو شخص اس کے سوا اور رائے کو بہتر سمجھتا ہے تو اس کے لیے اس کی رائے ہے اور ہمارے لیے ہماری رائے۔

محققین کے ہاں فقہ حنفی کا یہ ''رائے و قیاس'' پر مبنی امتیاز اس کا سب سے بڑا وصف ہے مگر بعض لوگوں کے نزدیک اس کا یہی سب سے بڑا عیب ہے۔ مگر ہمارے خیال میں یہ نزاع محض لفظی ہے کیوں کہ کچھ لوگ ''رائے اور قیاس'' کے ظاہری الفاظ سے اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنی من مانی رائے پیش کرنے کا نام ہے حالانکہ فی الواقعہ ایسا نہیں۔ اس نزاع کو ایک خاص ذہن کے لوگوں نے دوسرے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی اور امام ابوحنیفہ پر ''قلت روایت'' کا الزام لگاتے ہوئے اسے رائے و قیاس پر اعتماد کرنے کا سبب قرار دیا''۔(۱۶)

یہ جواب دینے کے بعد امام ابوحنیفہ کے دور حیات میں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مکۃ المکرّمۃ، مدینۃ المنورۃ اور کوفہ وغیرہ میں موجود ہونے کے اعداد و شمار کو مختلف کتب تاریخ کے حوالہ سے پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''نیز جس خطۂ ارض کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رأس اہل اسلام، و رأس العرب، کنز الایمان قرار دیں اور باب العلم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جس کی نسبت فرمائیں بخدا مشرق و مغرب میں خدا ضرور تمہیں نصرت عطا کریگا۔ ایسی سرزمین کو علم

Marfat.com

الحدیث سے تہی دستی کا الزام دینا قرین انصاف نہیں۔

ایک فقہ پر ہی کیا موقوف ہے اس نخلستانِ علم ''کوفہ'' سے علم وفن کے کئی سدا بہار پھول کھلے ہیں جن میں نحو، ادب سے لے کر فقہ تک کے کئی علوم شامل ہیں۔ مگر موخر الذکر ان میں سب سے زیادہ گرانقدر، نور بیز اور ضیاریز گوہر آبدار ثابت ہوا۔ جس کی روشنی سے تمام عالم اسلام منور ہو گیا۔'' (۱۷)

مذکورۃ الصدر اقتباسات کو ایک نظر پھر پڑھئے اور سر دھنیے کہ یہ فکر و نظر، علم و تحقیق کا عمدہ نمونہ ہونے کے ساتھ اردوئے معلٰی اور ادب عالیہ کا بھی مرقع ہیں۔ نور بیز، ضیاء ریز، گوہر آبدار، الفاظ کا چناؤ اور تراکیب کی بندش حضرت نصیر شاہ کے صاحب طرز ادیب ہونے کی بین دلیل ہے۔ علاوہ ازیں تحریر میں ایسی روانی کہ قاری پڑھتے ہوئے کوئی اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا۔

شاہ نصیر الدین نصیر ایک مصلح کی حیثیت سے:

ایک بڑی خانقاہ کے زیب سجادہ اور اپنے وقت کے نامور محقق و جید عالم دین بلکہ مجدد وقت کے مسند نشین ہونے کی وجہ سے حضرت شاہ نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ پر بیک وقت بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں۔ اس لیے مبداءِ فیض نے انہیں ان گنت کمالات اور بے شمار خوبیوں سے نواز رکھا تھا۔ آپ علوم ظاہری میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ ساتھ علوم باطنیہ کے بھی ماہر کامل تھے۔ اس لیے پیر طریقت، رہبر شریعت کے القابات و خطابات کی زریں قباء انہیں کے علمی و روحانی سراپا کو زیب دیتی ہے ورنہ تو ان مقدس الفاظ کی حسین چادر میں چھپے ہوئے ایسے پیران عظام کی بھی کمی نہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی کسی عالم دین کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرتے ہوئے نہیں گزارا۔ رہا طریقت و روحانیت کی منازل اور سلوک کے مراحل وہ تو کبھی ایسے خود ساختہ

Marfat.com

یا موروثی رہبران طریقت نے عالم رویا میں بھی طے نہیں کیے ہوں گے۔ الا ماشاء اللہ۔

حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ جن کو نصیر الملت والدین کہنا مبالغہ نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے کہ آپ نے جس انداز سے دعوت و تبلیغ دین اور وابستگان سلسلۂ مہریہ کی روحانی تربیت کا فریضہ سرانجام دیا ہے وہ آپ کا ہی کام تھا۔ عقیدہ و عمل دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اس لیے آپ کی دعوت و تبلیغ کا دائرہ بھی ان دونوں امور تک پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ نے خانقاہی نظام کے مراکز میں پیدا ہو جانے والے افراط و تفریط اور اعمال و عقائد میں پیدا ہو جانے والی خرابیوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور پھر بلا خوف لومۃ اللائم پوری قوت ایمانی اور جرأت و استقامت کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی میں ساعی رہے کہ حیات مستعار کے آخری لمحات بھی دعوت دین کی تیاری میں ہی بسر ہوئے یوں کہ خطبہ جمعہ کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے ہی تھے کہ داعی اجل آن پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آیئے چند لمحے ہم طریق و نظریہ اصلاح نصیریہ کے ہمراہ گزارتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ آپ نے کن کن پہلوؤں سے عامۃ الناس بالخصوص وابستگان سلسلہ مہریہ نصیریہ سیالویہ کی ہمہ جہت تربیت و اصلاح کرنے اور قومی و ملی راہنمائی کا فریضہ کس خوبصورتی اور دانشمندی کے ساتھ ادا کیا ہے۔

اعتقادی و فکری اصلاح:

انسانی زندگی کی گاڑی کے دو پہیے عقیدہ اور عمل ہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کی خرابی سے بھی زندگی ناکام ہو جاتی ہے۔ ایسا انسان دنیا و آخرت میں خائب و خاسر قرار پاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا
الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (ط)

Marfat.com

(زمانہ کی قسم، بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور حق کی تلقین کرتے رہے باہم صبر کی تلقین کرتے رہے)(۱۹)

قرآن مجید اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ اس دنیا میں وہی شخص کامیاب ہے اور فوز و فلاح پانے والا ہے جس نے اپنے اندر قرآن کی بیان کردہ چار خوبیوں کو جمع کرلیا

۱۔ ایمان خالص

۲۔ عمل صالح

۳۔ تواصی بالحق

۴۔ تواصی بالصبر

ایمانیات کے بارے میں سب سے اہم اور اساسی عقیدہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی وحدانیت اور اس کی توحید پر غیر متزلزل ایمان رکھنا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ عقیدہ توحید کے جملہ تقاضوں کو پورا کرنا بھی دین اسلام کے عقیدۂ توحید کے لوازمات میں سے ہے۔ مثلاً یہ کہ عقیدہ توحید ایک مومن موحد سے جو تقاضے کرتا ہے وہ یہ ہیں کہ ہر مسلمان اللہ رب العزت کو خالق و مالک تسلیم کرنے کے ساتھ اپنی جملہ حاجات اور مصائب و مشکلات میں اسے ہی حل المشکلات مانتے ہوئے اسی کی طرف رجوع کرے، وہی دعا کا سننے والا اور مصیبتوں سے نجات عطا کرنے والا ہے، کارساز حقیقی وہی ہے اور اس کی منشاء اور اذن کے بغیر کائنات میں کوئی پتہ تک نہیں ہل سکتا۔ یہی وہ عقیدۂ توحید ہے جس پر بلا استثناء جملہ سلاسل طریقت کے اہل تصوف کے حامل رہے ہیں اور یہی توحید کا تصور ان کی دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت اور سالکین کی تربیت میں اولیں نکتہ رہا ہے توحید خالص کا یہی تصور تمام تر تعلیماتِ تصوف کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ چنانچہ حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی پیران پیر اپنے فرزند ارجمند حضرت سید عبدالوہاب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بوقت

Marfat.com

وصال یوں وصیت فرماتے ہیں:

علیك بتقوی الله عزوجل ولا تخف احدا سوی الله ولا ترج احدا سوی الله و کل الحوائج الی الله تعالیٰ عزوجل ولا تعتمد الا علیه واطلبها جمیعا منه تعالیٰ ولا تتکل باحد غیر الله سبحانه التوحید التوحید اجماع الکل (۲۱)

تجھ پر خوف خدا لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈر۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امید نہ رکھ اور تمام حاجات اللہ کے حوالے کر دے اور اس کے سوا کسی پر اعتماد نہ رکھ اور تمام حاجات اسی سے طلب کر اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کر۔ عقیدۂ توحید پر ہمیشہ قائم رہ اسی پر سب کا اجماع ہے۔ (۲۱)

اسی لیے عصر حاضر میں فکر اسلاف کے نقیب علامہ اقبال فرماتے ہیں:

ہر کہ رمز لا الہ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است (۲۲)

ترجمہ: جو کوئی لا الہ الا اللہ کی رمز کو سمجھ جاتا ہے وہ غیر اللہ سے ڈرنے میں ہی شرک کو پوشیدہ سمجھتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے ڈرنا ہی شرک ہے)

حضرت شاہ نصیر الدین نصیر بھی صوفیا کے اسی کاروان رشد و ہدایت کے حدی خواں تھے اس لیے آپ نے بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیائے انسانی کو مادیت و مادہ پرستی کے اس دور میں خداوند قدوس کی بندگی و عبادت کی طرف راہنمائی فرمائی اور جہاں کہیں بھی کسی ان پڑھ اور جاہل شخص نے یا کسی پڑھے لکھے شخص نے توحید ربانی اور اپنے رب کی بندگی کی راہ کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کی پیروی کی تو حضرت

Marfat.com

پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شیخ طریقت اور عالم دین ہونے کے ناطے اس کی اصلاح کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا بالخصوص عوام جو جہالت کی بناء پر اہل اللہ سے عقیدت و محبت میں افراط و تفریط کا اکثر شکار ہو جاتے ہیں۔ آپ تا زیست ان کی اصلاح کرتے ہوئے اسلام کے عقیدۂ توحید اور اس کے لازمی تقاضوں کی توضیح کا فریضہ ادا کرتے رہے ہیں۔ آپ کی ان مساعی کی چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں:

دعا اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جائے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تعلیم اور تلقین کے پیش نظر مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اسی سے مدد چاہیں۔ اور دعا میں مستحسن طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگیں، زیادہ محفوظ اور زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ وہ دعائیں مانگی جائیں جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں تاکہ دعاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سایہ فگن رہے۔ اگر خاص حاجت میں دعا مانگنی ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنی چاہیے۔(۲۲)

نسبت مجازی:

مجازاً کسی کی طرف دستگیری و مشکل کشائی کی نسبت کر دینا موجب کفر نہیں، جس طرح کہ آج کل فتوے لگا دیئے جاتے ہیں۔ تاہم بلند درجہ اور مقام کے صوفیاء اسے بھی شرک ہی شمار کرتے ہیں۔ ان امور کی تفصیل کے لیے کشف المحجوب، غنیۃ الطالبین، فتوحات مکیہ، رسالہ قشیریہ اور دیگر مستند کتب تصوف کا مطالعہ ضروری ہے۔ اس جواز مجاز کے باوجود بہتر یہی ہے کہ سنتِ انبیاء و اولیاء پر چلتے ہوئے خلق خدا کو صرف اپنے خالق و مالک ہی سے مانگنے کی ترغیب دی جائے کیونکہ عوام الناس کے عقائد بوجہ کم علمی کے

Marfat.com

خراب اور مشرکانہ ہو جاتے ہیں جہاں اس قسم کا اندیشہ ہو وہاں لوگوں کو اصل کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔(۲۳)

اللہ تعالیٰ جواد مطلق ہے:

''جب تم سوال کرو تو صرف اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کیوں کہ تمام عطاؤں کے خزانے اسی کے پاس ہیں اور تمام داد و دہش کی کنجیاں اسی کے قبضہ میں ہیں اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت وہی بندوں تک پہنچاتا ہے اور دنیا و آخرت کی ہر بلا اور مصیبت اسی کی رحمت سے دور ہوتی ہے اور اس کی عطا میں کسی غرض اور کسی سبب کا شائبہ نہیں ہے کیونکہ وہ جواد مطلق ہے اور بے نہایت غنی ہے۔ سو صرف اسی کی رحمت کا امیدوار ہونا چاہیے۔ اور صرف اسی کے غضب سے ڈرنا چاہیے اور تمام مہمات اور مشکلات میں اسی کی پناہ حاصل کرنی چاہیے۔ اور تمام حاجات میں اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس کے غیر سے سوال نہ کیا جائے۔ کیوں کہ اس کا غیر دینے پر قادر ہے نہ روکنے پر، دفع ضرر پر قادر ہے۔ نہ تحصیل نفع پر کیوں کہ وہ خود اپنی جانوں کے لیے کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں۔ نہ موت اور حیات کے مالک ہیں نہ روز قیامت اٹھانے کے مالک ہیں اور زبان حال سے زبان قال سے کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کو ترک نہ کیا جائے کیوں کہ حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔(۲۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ چراغ گولڑہ حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر رنگ توحید ایسا غالب تھا کہ وہ اس سلسلہ میں کسی قسم کے رو رعایت کے روادار نہ تھے۔ اسلام کے اساسی عقیدہ سے متعلق انہیں جہاں بھی جھول نظر آیا انہوں نے بلا تامل اور بلا تفریق اس کی اصلاح کا فریضہ سر انجام دیا۔ جیسا کہ گذشتہ اقتباسات سے ظاہر ہے۔ حضرت پیر سید نصیر الدین شاہ کے محولہ بالا ارشادات اور دیگر فرمودات کی روشنی میں توحید کا جو تصور ابھر کر سامنے آتا ہے۔ اس کے چند نکات ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تصورِ توحید:

۱۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

۲۔ مصائب ومشکلات میں وہی آدمی کو نجات دینے والا ہے۔ اس لیے اسی کی پناہ طلب کرنی چاہیے۔

۳۔ وہی جواد مطلق ہے اس لیے ہر حال میں اس کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیے

۴۔ تمام حاجات میں اسی پر توکل واعتماد کرنا چاہیے

۵۔ اس کو چھوڑ کر کسی غیر سے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔

۶۔ وہی مختار مطلق اور ہر قسم کی طاقت کا مالک ہے۔

۷۔ وہی بیماروں کو شفاء دینے والا ہے۔

۸۔ وہی قاضی الحاجات اور دافع البلاء ہے۔

۹۔ وہی مستعان حقیقی ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہے۔

۱۰۔ ساری کائنات میں وہی متصرف مطلق ہے۔

۱۱۔ زندگی اور موت کا مالک صرف وہی ہے اس لیے کسی غیر سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت شاہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے انہی تصورات توحید کا اپنے اشعار میں بھی جا بجا ذکر کیا ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

کس سے مانگیں کہاں جائیں، کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے؟
سب کا داتا ہے تو سب کو دیتا ہے تو تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے؟
کون سنتا ہے فریاد مظلوم کی ، کس کے ہاتھوں میں کنجی ہے مقسوم کی؟
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا مسند آرائے بزم عطا کون ہے؟
انبیاء، اولیاء ، اہل بیت نبی، تابعین و صحابہ پہ جب آبنی
گر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے؟

Marfat.com

مزید ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

تو رب کا بندہ ہے پھر مانگ پھر مانگ
رب تیرا داتا ہے پھر مانگ پھر مانگ
اس در سے مانگا ہے کل انبیاء نے
اصحاب و اولادِ خیر الوریٰ نے
شاہ و گدا اور سب اولیاء نے
تو سوچتا کیا ہے، پھر مانگ پھر مانگ (۲۶)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا عقیدہ و تصور توحید ہی وہ عقیدہ ہے جس پر تصوف اسلامی کی بنیادیں استوار کی گئی ہیں۔ اکابر اولیاء کرام، مشائخ طریقت اور تمام سلاسل تصوف کے اکابر و اصاغر اسی پر کاربند رہے ہیں۔ الحمد للہ آج بھی جمہور اہل اسلام ،اصحاب طریقت بھی اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیائے انسانی کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اس مسلمہ امر کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں خانقاہوں سے وابستہ علم و روحانیت سے عاری بعض لوگوں کے خودساختہ اور من گھڑت بعض ایسے امور ہیں مثلاً خانقاہوں اور آستانوں پر نام نہاد مشائخ کی خلاف شرع حرکات نہ صرف یہ بلکہ روزمرہ کے امور حیات میں اعلانیہ اللہ اور رسول سے بغاوت کی راہ پر چلنا اور دینی امور کی پابندی کو شریعت کے جھگڑے قرار دینا ایک تلخ حقیقت ہے۔

نظام خانقاہی سے وابستہ بعض لوگوں کی اس غلط روش نے اسلامی تصوف کے رخِ روشن کو بدنما داغ سے گہنا دیا ہے۔ حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب جب تک زندہ رہے آپ عقیدۂ توحید اور اسلامی تصوف کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں۔ اگرچہ اس راہ میں انہیں بہت سی مخالفتوں اور آزمائشوں کا بھی مقابلہ وسامنا کرنا پڑا۔ مگر وہ ایک خانقاہ کے مسند نشین ہونے کے ناطے اس فرض کی ادائیگی سے غافل نہیں ہوئے۔

Marfat.com

مقام نبوت وشان رسالت:

عقیدۂ توحید کے بعد دین اسلام کا اساسی و امتیازی عقیدہ نبوت و رسالت ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو امت مسلمہ کی وحدت وقوت کی بنیاد ہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ امت مسلمہ پر عروج وزوال کے بادل آتے جاتے رہے ہیں سیاسی وتہذیبی اور ثقافتی سطح پر مسلمان ترقی معکوس کا شکار رہے ہیں۔ مگر اس سب کے باوجود نسبت رسالت کے حوالے سے یہ کبھی افلاس کا شکار نہیں ہوئے۔ گذشتہ ڈیڑھ دو صدیوں سے اگرچہ اغیار نے مسلم معاشرے کے اندر اس حوالے سے انتشار پیدا کرنے کی بارہا اور متعدد کوششیں کیں مگر امت مسلمہ نے ہر اس سازش کا منہ توڑ جواب دیا۔ نفس وشیطان کے بہکاوے میں آکر اگر کسی نے جمہور اہل اسلام سے اعتزال کی راہ کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے تو علماء اسلام نے بروقت اس فتنے کی سرکوبی کرتے ہوئے ناموس رسالت کا تحفظ کیا ہے۔ حضور پرنور ﷺ کی ختم نبوت سے بغاوت کے فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی کرنے میں حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جدِ اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات تحفظ ناموس رسالت کی تاریخ کا روشن باب ہے۔ اسی طرح بدعقیدگی اور تعلق بالرسالت میں ضعف واضمحلال پیدا کرنے کی نجدی تحریک کے رد کرنے میں بھی حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کی خدمات سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔

حضرت پیر نصیر الدین نصیر شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جدِ اعلی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تحفظ ناموس رسالت کے اس جہاد کو نا صرف جاری رکھا۔ بلکہ سالارِ قافلہ کی حیثیت سے اس کی راہنمائی فرماتے رہے ہیں اس سلسلہ میں چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

منکرین ختم نبوت مرزا غلام قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Marfat.com

"مرزا قادیانی ہندوستان میں نمودار ہوا تھا اور اس کی گوشمالی کے لیے میرے جد اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ہی سامنے آئے تھے اسی نسبت سے آج یہ بندۂ ناچیز حاضر ہے خود مرزا طاہر جب چاہے جہاں چاہے۔ جس موضوع پر چاہے مناظرہ کرے۔ ان شاء اللہ العزیز علم وفقر کے مہرِ منیر کی ایک ادنیٰ تجلی ہونے کے ناطے بندہ ہر چیلنج قبول کرنے کے لیے تیار ہے" (۲۷)

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اور معاصر مشائخ کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"موجودہ دور میں افضل ترین جہاد دشمنان ختم نبوت کے خلاف سینہ سپر ہونا ہے۔ تمام علماء ومشائخ کا مذہبی فریضہ اور ان کی غیرت و ایمان کے لیے کھلا چیلنج ہے کہ مرزا طاہر (۲۸) ٹی وی کے مخصوص چینل پر روزانہ قادیانیت کی تبلیغ وترویج کرتا نظر آتا ہے مجھے امید ہے کہ علماء دین میں سے پھر بھی کوئی نہ کوئی شخصیت ضرور سامنے آنے کا حوصلہ دکھائے گی۔ لیکن مشائخ عصر سے یہ توقع بہت کم ہے۔ حالانکہ اس جدید الیکٹرونک اور مشینی فتنہ سے نبرد آزما ہونے کے لیے مشائخ کرام کو قدرت نے ہمہ قسمی وسائل سے مالا مال کر رکھا ہے۔ (۲۹)

مزید لکھتے ہیں:

"مادیت حرص وہوا اور نفسا نفسی کے اس دور نے انسانی معاشرے کے حساس طبقات کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑا میں یہ نہیں کہتا کہ اس کے تمام تر ذمہ دار علماء ومشائخ ہیں کیونکہ دوسرے طبقات بھی مسلمان ہونے کے ناطے اس ذمہ داری میں برابر کے شریک

Marfat.com

ہیں۔مگر دینی علمی اور عملی میدانوں میں جو موثر کردار علماء ومشائخ ادا کرسکتے ہیں میرے خیال کے مطابق وہ کردار کوئی اور ادا نہیں کرسکتا امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ان کے قلوب میں حمیت دینی اور مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کو اجاگر کرنا اور پھر منظم طور پر اس فتنے کی سرکوبی کے لیے عملی اقدامات کرنا علماء ومشائخ سے زیادہ کوئی طبقہ نہیں کرسکتا افسوس کا مقام ہے کہ جس طرح علماء کا طبقہ عالی فرقہ بندیوں کی لپیٹ میں آگیا ہے اسی طرح مشائخ وقت بھی ذہنی انتشار کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔علماء ومشائخ کے جملہ اختلافات اور دھڑے بندیوں کا ذوق اپنی جگہ لیکن کم از کم ختم نبوت جیسی اہم ترین اور غیر متنازعہ مسئلہ پر سب کا متفق ہو کر میدان عمل میں اترنا ضروری ہے۔(۳۰)

قادیانی فرقہ کے رد کے ساتھ ساتھ آپ نے دیگر گمراہ فرقوں کے خلاف حق نظریات پر علمی وعقلی دلائل کے ساتھ تنقید کی اور ان کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا اور شانِ رسالت سے متعلق صحیح اسلامی تصورات کو واضح کیا۔مثلاً جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے مزار پرانوار میں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حیات نبوی کا انکار کرتے ہیں۔یہ طرز فکر امت کے سواد اعظم کے نظریات سے انحراف اور تعلیمات اسلامیہ سے کم علمی پر مبنی ہے۔اس لیے حضرت شاہ نصیر الدین حیات نبوی کے تصور کو واضح کرتے ہوئے اور حیات شہداء سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص محمد عربی ﷺ پر ایمان لائے بغیر کسی محاذ پر جا کر جنگ کرے اور مارا جائے تو کیا قرآن مجید یا شریعت مطہرہ کی رو سے

Marfat.com

اسے شہید کہا جائے گا؟ جو آخری پیغمبر محمد عربی ﷺ کی نبوت اور پھر ختم نبوت کو سب سے پہلے تسلیم کرے اور رسالت مآب ﷺ کی غلامی واتباع کا طوق اپنی گردن میں ڈالے پھر کسی محاذ پر جا کر کفار سے لڑے اور مارا جائے تو قرآن کی رو سے وہ شہید کہلائے گا۔ اب ذرا غور کیجئے کہ جس ذات گرامی پر ایمان لانے کے بعد فی سبیل اللہ لڑ کر مر جانے کی صورت میں مرتبہ شہادت دیا جاتا ہے اور اسے مردہ کہنے یا گمان کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ تو اندازہ کیجیے کہ جس ذاتِ جلیلہ پر ایمان لانے کے نتیجہ میں ایک مسلمان کو حیات جاوید مل گئی کیا اس ذات گرامی کو ہم نعوذ باللہ مردہ کہہ سکتے ہیں اگر کوئی اب بھی رسالت مآب ﷺ کو مردہ کہے یا سمجھے تو اس کی نظر میں عام شہداء کا مرتبہ خاکم بدہن رسالت مآب ﷺ سے بھی بلند ہوگا۔ اس لیے کہ عام میت کو جو طبعی موت مر جاتا ہے خدا نے میت نہیں فرمایا کیا رسالت مآب ﷺ کو صرف اس لیے زندہ نہ سمجھا جائے گا کہ آپ نے کسی محاذ پر جام شہادت نوش نہیں فرمایا اس کا یہی مطلب نکلا کہ پھر عام شہداء کا مرتبہ رسالت مآب ﷺ سے بھی بلند ٹھہرا۔ (۳۱)

علم غیب رسول ﷺ:

قرآن وسنت کی نصوص اور سلف وخلف کی تعلیمات کی روشنی میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ علم غیب نبوت ورسالت کا خاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی بارگاہ سے اپنی صفت عالم الغیب والشہادۃ سے نوازتے ہوئے علم غیب عطا فرماتا ہے بلکہ بالخصوص نبی الانبیاء حضور ختمی مرتبت ﷺ کو علم ما کان وما

Marfat.com

یکون عطا فرمایا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک اہل اسلام کا رہا ہے مگر کچھ عرصہ سے امت کے اندر ایک طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے کہ جس نے ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے اس خاصہ نبوت کا انکار کرنا شروع کر دیا ہے۔ بلکہ عطائے الٰہی سے حضور ﷺ کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر ومشرک بھی قرار دیا جاتا ہے۔ حضرت پیر نصیر الدین نصیر شاہ نے ایسے گمراہ طبقہ کا رد و ابطال کرتے دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے اذن و عطا سے حال و مستقبل کی خبریں دینے والے اور علم رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ عصر حاضر میں فتنہ اعتزال کے ایک بڑے علمبردار غلام احمد پرویز کے نظریات پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہ فرما رہے ہیں کہ تم جو کچھ کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں ذخیرہ اندوزی کرتے ہو میں تمہیں اس کی خبر بھی دے سکتا ہوں یا دیتا ہوں ظاہر ہے کہ یہ چیزیں بظاہر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخفی تھیں۔ کسی کو کیا خبر کہ فلاں نے آج کیا کھایا ہے؟ اور اس کے گھر میں کیا کیا چیز ہے؟ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ سب کچھ بتا دینے کا اعلان کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعلان کو قرآن کے الفاظ میں بیان بھی فرما دیا پرویز صاحب تو معجزات کا انکار کرتے ہیں جب کہ اس آیت میں تو انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کا ثبوت بھی موجود ہے۔ (۳۲)

حضور ﷺ بارگاہِ الٰہی کا وسیلہ ہیں:

انبیاء کرام اور اولیاء عظام مقبول بارگاہِ الٰہیہ ہیں خداوند قدوس نے انہیں اپنی بندگی کے صلہ اور اپنے فضل خاص سے ہم ایسے گناہ گاروں کے لیے بخشش و مغفرت اور

Marfat.com

اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ایک وسیلہ بنا دیا ہے۔ مگر کچھ عقلی گھوڑے دوڑانے والوں کو اس میں بھی اعتراض ہے حضرت نصیر الدین انبیاء و اولیاء کی ذوات مقدسہ کے حوالے سے اپنے فکر نواز خیالات کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

> ''انبیاء و اولیاء سے محبت و عقیدت میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔ ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ خدا کی طرح مستقل متصرف فی العالم ہیں یا اللہ تعالیٰ ان کے مشورے یا تعاون کے بغیر انتظام عالم نہیں چلا سکتا یہ سب شرک و کفر ہوگا۔ ہاں خداوند عالم سے قرب حاصل کرنے کے لیے انبیاء و اولیاء سے محبت کرنا درست اور جائز ہے مگر اللہ تعالیٰ کو پس پشت ڈال کر صرف انبیاء و اولیاء کے حصول قرب کی کوشش کرنا اور اسے خدا کی صفاتِ مخلوق سے متصف سمجھنا بلا شبہ شرک اور تشبیہ ہے۔ (۳۳)

نزاعی مسائل اور فلسفہ نصیر:

بعض نزاعی مسائل میں ضرورت سے زیادہ شدت یا ان پر سختی کے ساتھ عمل اور فرائض سے غفلت نے مسلم معاشرے کو بڑے کرب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ نیم خواندہ اور دین اسلام کی حکمتوں سے عاری نام نہاد مبلغین و واعظین نے اس معاملہ میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یہ صورت حال ملت اسلامیہ کی وحدت میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ حضرت صاحبزادہ نصیر الدین نصیر شاہ نے اپنے پردادا حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسی راہ کو اختیار کیا جس پر سلف تا خلف اور آج تک امت کی غالب اکثریت گامزن ہے مگر بے جا تعصب و تشدد کو ہوا نہیں دی۔ نزاعی مسائل پر جب بھی آپ نے قلم اٹھایا یا زبانی گفتگو کی ہمیشہ اعتدال و توازن کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا۔ اس سلسلہ میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسئلہ:

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلمۂ ندا کے ساتھ مخاطب کرنا اور درود پڑھنا بھی اہل سنت اور دیگر مکاتب فکر میں موجودہ دور کا ایک اہم نزاعی مسئلہ ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر نہ صرف فتوے لگائے جاتے ہیں بلکہ ندائیہ کلمات کے ساتھ بارگاہ اقدس میں صلوۃ وسلام پڑھنے کو کفر اور شرک قرار دیا جاتا ہے۔ حضرت پیر نصیر الدین نصیر گیلانی ایک محقق عالم اور ملت کا خیر خواہ مصلح ہونے کی بناء پر اس مسئلہ پر دلائل و براہین کے ساتھ محققانہ بحث کرنے کے بعد خلاصہ کلام کے طور پر ارقام فرماتے ہیں:

> خلاصہ کلام یہ کہ یارسول اللہ کہنے کو جہاں ارکان دین میں شمار نہیں کیا جا سکتا وہاں اسے ناجائز اور شرک کہنا بھی قرین انصاف و دانشمندی نہیں۔ اگر کوئی باذوق کلمہ گو کمالِ اخلاص و محبت کی بنا پر یا رسول اللہ کہہ لیتا ہے تو کسی مدعی توحید کو یہ سن کر کسمسانا اور تڑپنا نہیں چاہیے۔(۳۵)

انگوٹھے چومنا:

نام نامی اسم گرامی سن کر اہل ایمان عقیدت و محبت کے ساتھ انگوٹھے چومتے ہیں تو بعض کرمفرماؤں کو ان کا یہ عمل بھی غلو فی الدین نظر آتا ہے۔ اور وہ اس کو ناپسند کرتے اور بدعت سیئہ تک قرار دیتے ہیں۔ اہل ایمان کا یہ عمل اگرچہ سراسر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخلاص و محبت پر مبنی ہے۔ جس پر چنداں اعتراض کی ضرورت و گنجائش نہیں ہے۔ مگر پھر بھی انگشت طعن دراز کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نزاعی مسئلہ میں بھی حضرت شاہ نصیر الدین نصیر فریقین کی اصلاح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> انگوٹھے چومنا یہ بھی جائز ہے ضروری نہیں اس سے زیادہ

Marfat.com

ضروری آپ کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھنا ہے اگر کوئی شخص آپ کا اسم گرامی سن کر درود شریف پڑھ لے لیکن انگوٹھے نہ چومے تو گناہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کوئی فقط انگوٹھے چومے مگر درود شریف نہ پڑھے تو وہ گناہ گار ہوگا۔ (۳۶)

قیام بوقت سلام اور میلاد:

محافل میلاد اور ان میں سلام کے وقت قیام سے متعلق فرماتے ہیں:

محافل میلاد شریف کا انعقاد میرے نزدیک حصول برکات کا موجب ہے۔ اختتام محفل پر درود و سلام پڑھنا اظہار عقیدت کی علامت ہے لیکن قیام بوقت درود و سلام فرض یا واجب بھی نہیں۔ یہ بات اپنے اپنے ذوق پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شخص بیٹھ کر درود و سلام پیش کرنا چاہتا ہے یا اسی طرح اگر کوئی شخص ہاتھ باندھنے کے بجائے ہاتھ کھول کر کھڑا رہنا چاہتا ہے تو ایسی صورتوں میں بے ادبی کا فتویٰ داغنا عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ بلاوجہ تشدد برت کر لوگوں کو ایسی محافل کی سعادت سے محروم کرنا بجائے خود ایک غیر دانشمندانہ اقدام ہے۔ (۳۷)

ایصال ثواب سے متعلق نظریہ:

ایصال ثواب کی مروجہ صورتوں بالخصوص گیارہویں شریف سے متعلق اپنی فاضلانہ رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

گیارہویں شریف ایصال ثواب کی ایک تقریب ہے اور یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ ایصال ثواب جائز ہے۔ عبادات مالیہ کا ایصال ثواب تو بالاتفاق جائز ہے۔ البتہ عباداتِ بدنیہ کا ایصال ثواب کرنا

Marfat.com

اکثر علمائے امت کے نزدیک جائز ہے (۳۸)

ایصال ثواب کی دیگر صورتوں مثلا سوم، دسواں چہلم وغیرہ سے متعلق عامۃ الناس کی اصلاح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ عباداتِ بدنیہ، مالیہ اور مرکبہ تمام کا ثواب مردوں کی روح کو بھیجنا جائز ہے۔ بلکہ میت اس کے انتظار میں رہتی ہے جیسا کہ حدیث شریف سے واضح ہے۔ البتہ چالیسویں اور بیسویں پر شادی کا سا اہتمام کرنا، امراء و دنیا دار طبقے کو مدعو کرکے پر تکلف کھانے کھلانا یہ اسراف کے ساتھ ساتھ طبقاتی تفریق بھی ہے بلکہ کوشش کرنا چاہیے کہ یہ طعام ان غریبوں تک پہنچے جنہیں اپنے گھر میں ایسا کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ برا ہے وہ دستر خوان جس پر غریب کو مدعو نہیں کیا گیا۔ (۳۹)

تمام طبقات زندگی سے خطاب:

حضرت پیر نصیر الدین نصیر محض زاہد خشک، ملا بدست اور عالم گریز شخص نہ تھے بلکہ آپ علم و دانش اور صاحب فکر و نظر انسان تھے۔ جس کے پیرہن میں مبداء فیض نے بہت سی خوبیوں کو سمو کر نقطۂ کمال تک پہنچا رکھا تھا۔ آپ کا علم وسیع، نظر عمیق، مشاہدہ گہرا اور فکر صالح تھی۔ آپ صرف محراب مسجد میں بیٹھ کر ذکر یک ضربی اور ذکر دو ضربی کرنے والے ہی نہ تھے بلکہ وہ اپنے سینہ میں غریبوں، کمزوروں کے دکھ درد میں تڑپنے والا دل رکھتے تھے۔ وہ منبر کے خطیب اور ایک خانقاہ کے مسند نشین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سیاسی و سماجی فکر رکھنے والے راہنما بھی تھے۔ ایسی فکر جس سے معاشرے کی اونچ نیچ کو ختم کر کے ایک متوازن معاشرہ کی تشکیل ممکن ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت شاہ نصیر الدین معاشرے کے اشرافیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> معاشرے کے وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے عزت، طاقت اور صلاحیت سے نوازا ہے۔ انہیں چاہیے کہ وہ انسانی معاشرے میں سانس لینے والے نادار و کمزور لوگوں کی عزت کریں اور انہیں اپنے سر آنکھوں پر جگہ دیں اس طرح ان کی عزت میں بھی اضافہ ہوگا اور کمزوروں کا احساس درماندگی بھی کم ہوگا۔ نیز اسلامی معاشرہ بھی آبرومندانہ انداز سے روز افزوں ترقی کرتا جائے گا۔ (۴۰)

علمائے وقت کو نصیحت:

علماء کرام امت کا وہ طبقہ ہے جس کے حصہ میں عوام و خواص کی اصلاح اور خرابیوں پر مطلع کرنا اور سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرنے کا فریضہ آیا ہے۔ اس لیے پیر سید نصیر الدین نصیر ان کو نصیحت کے انداز میں خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں بیان کردہ تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر امت کے جن عظیم صوفیاء و علماء نے اپنے اپنے انداز میں قرآن و حدیث کے جن مطالب کو سمجھایا ہے انہیں سمجھنے اور ان پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کا شعور بھی عطا فرمائے۔ تاکہ ہم صوفیاء کی محض صفت و ثناء کرنے یا سن لینے ہی کو مقصد حیات نہ سمجھ لیں بلکہ ان کی پیش کردہ تعلیمات اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں میں بھی ان کا اتباع کریں۔ تحریر ہو یا تقریر نثر ہو یا نظم خلوت ہو یا جلوت، سفر ہو یا حضر، خوشی ہو یا غمی ہم ہر حالت میں قرآن و سنت کے مرکزی و اساسی پیغامات کو عوام الناس تک پہنچانے کا تہیہ کرلیں۔ کیونکہ ابلاغ دین انبیاء و مرسلین اور پھر

Marfat.com

ہمارے سلف صالحین کا پسندیدہ مسلک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عظیم لوگوں کے اس عظیم مسلک کو بھی اپنانے کا شعوری احساس عطا فرمائے (۴۱)

مختصر یہ کہ پیر سید نصیر الدین نصیر کو فیاض ازل نے اتنی خوبیوں سے نواز رکھا تھا کہ ان سب کا احاطہ کرنا اور ان کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کرنا اس مختصر مقالے میں ناممکن ہے۔ البتہ راقم نے ایک مبتدی طالب علم کی حیثیت سے حیاتِ نصیر کے صرف دو پہلوؤں پر اپنے محدود علم و معلومات کے مطابق قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے مجھے یہ ہمت ہرگز نہ ہوتی اگر استاد گرامی نامور اسلامی سکالر قبلہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا تاکیدی حکم میرا راہنما نہ ہوتا۔ جو چند کلمات سینہ قرطاس پر منتقل کرنے کا سلیقہ ملا ہے تو یہ سارا میرے اساتذہ کا فیض ہے۔ ورنہ میرے دامن میں بجز ناکامیوں کے کچھ نہیں۔

Marfat.com

حواشی وحوالہ جات

۱۔ شلبی احمد۔ دکتور، کیف تکتب بحثا اور سالۃ، ص:۲۱

۲۔ ملک خالق داد، دکتور، منہج البحث والتحقیق، ص:۱۳۰

۳۔ مصدر سابق: ص:۱۴۰

۴۔ محمد اقبال۔ علامہ

۵۔ نصیر الدین نصیر۔ پیر سید، فتویٰ نویسی کے آداب، ص:۳۰

۶۔

۷۔ نصیر الدین نصیر؛ پیر سید۔ نام ونسب (عرض مصنف) ص:، ج:

۸۔ نصیر الدین نصیر پیر سید، لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب، ص:، ن

۹۔ مرجع سابق۔ ص:۴

۱۱۔ مرجع سابق۔ ص:۵

۱۲۔ نصیر الدین نصیر۔ پیر سید۔ امانت واستعانت کی شرعی حیثیت، ص:۲۳، ۲۴

۱۳۔ مرجع سابق، ص:۳۱، ۳۲

۱۴۔ نصیر الدین نصیر۔ پیر سید۔ راہ ورسمِ منزل ہا، ص:۱۴۴

۱۵۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کی ولادت مشہور روایت کے مطابق ۸۰ ہجری میں ہوئی۔ وقت کے جلیل القدر علماء سے اکتساب فیض کیا اور دنیائے علم وفضل کے مہتاب بنکر تادم تحریر کائناتِ علما کو مستنیر کر رہے ہیں۔ آپ کے عالی مرتبت اساتذہ میں سے حضرت حماد، حضرت امام محمد باقر، حضرت امام جعفر صادق، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت سالم بن عبد اللہ، حضرتِ سلیمان کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔ مگر آپ کے شرف واعزاز کا اہم پہلو یہ ہے کہ آپ نے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ بن مالک، سیدنا عبد اللہ جزا الزبیدی، سیدنا جابر بن عبد اللہ، سیدنا معقل بن یسار، سیدنا واثلہ

Marfat.com

بن اسقع، سیدتنا عائشہ بنت عجرو، سیدنا عبداللہ بن اوفی ﷺ ایسے عظیم المرتبت صحابہ کرام کی زیارت کی اور ان سے احادیث بھی روایت کیں اور یوں تابعی ہونے کے بلند ترین شرف سے بہرہ یاب ہوئے۔آپ کا وصال مبارک ۱۵۰ھ میں ۷۰ برس کی عمر میں اذراء میں ہوا۔رضی اللہ عنہ ومن اتبعہ

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو

۱۔ تاریخ بغداد۔خطیب بغدادی حافظ ابوبکر بن احمد بن علی۔متوفی ۴۶۳ھ

۲۔ عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان۔محمد بن یوسف الدمشقی الصالحی متوفی ۹۴۲ھ

۴۔ الخیرات الحسان۔امام ابن حجر ہیثمی متوفی ۹۷۳ھ

۵۔ تانیث الخطیب علی ماسافہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ فی الاکاذیب۔محمد زاہد الکوثری۔ متوفی ۱۳۷۱ھ

۶۔ تبیض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ ﷺ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ

۷۔ مناقب کروری۔امام ابن بزار کروری متوفی ۸۲۷ھ

۸۔ جواہر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان۔علامہ ظفر الدین بہاری

۹۔ تذکرۃ المحدثین۔شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی

۱۰۔ امام ابوحنیفہ امام الائمۃ فی الحدیث۔شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ۱۱۔ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ۔موفق ابن احمد بن محمد مکی متوفی ۵۶۸ھ ۱۲۔

۱۲۔ الانتقاء فی فضائل الائمۃ الثلاثۃ الفقہاء۔ابن عبدالبر ابوعمر یوسف بن عبداللہ متوفی ۱۰۷۱ھ

۱۶۔ نصیر الدین نصیر۔پیر سید۔امام ابوحنیفہ اور ان کا طرز استدلال۔ص:۸،۷

Marfat.com

۱۷۔ مرجع السابق،ص:۹۔۱۰

۱۸۔ والعصر،۱۰۳:۱۔۳

۱۹۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔عرفان القرآن

۲۰۔ عبدالقادر جیلانی۔شیخ۔سیدنا۔تکملہ فتوح الغیب۔۱۲۵

۲۱۔ نصیرالدین نصیر۔پیر سید۔اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت،ص:۳۲

۲۳۔ مرجع سابق،ص:۳۶۔۳۷

۲۴۔ مرجع سابق ص:۹۴

۲۵۔ نصیرالدین نصیر۔پیر سید۔دین ہمہ اوست،ص:۴۔۵

۲۶۔ گیلانی۔غلام جلال الدین۔سید۔طلوع مہر،ج:۷،شمارہ:۲،شوال تا ذوالحجہ۔ ۱۴۲۷ھ

۲۷۔ گیلانی غلام جلال الدین۔سید۔طلوع مہر۔ج:۲۔شمارہ:۱۱۔مئی ۲۰۰۱ء ص:۴۔

۲۸۔ مرزا طاہر مرزا غلام قادیانی کا پوتا اور قادیانی جماعت کا پانچواں سربراہ تھا جو ضیاء الحق کے دور حکومت میں پاکستان سے فرار ہو کر لندن بھاگ گیا تھا۔اسی مرزا طاہر نے قادیانیت کے سو سال پورے ہونے پر عالم اسلام کے تمام علماء و دانشوروں اور مسلمانوں کو چیلنج کیا تھا جس کا جواب شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بالخصوص اور دیگر علماء نے بالعموم دیا۔حضرت پیر نصیرالدین نصیر شاہ نے بھی اس مرزا طاہر کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اسے میدان میں آنے کا چیلنج دیا مگر باطل میں اتنی جرأت کہاں کہ وہ حق کا سامنا کر سکے۔

۲۹۔ گیلانی غلام جلال الدین۔سید۔طلوع مہر۔ج:۲۔شمارہ:۱۱۔مئی ۲۰۰۱ء ص:۴

۳۰۔ مرجع السابق۔

Marfat.com

۳۱۔ نصیر الدین نصیر پیر سید۔ راہ ورسم منزل ہا۔ص:۱۱۵، ۱۱۶

۳۲۔ نصیر الدین نصیر۔ پیر سید۔ لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب، ص:۲۹۱

۳۷۔ مرجع سابق۔ ص:۲۹۳

۳۸۔ نصیر الدین نصیر، پیر سید، نام ونسب، ص:۶۸۳

۳۹۔ نصیر الدین نصیر۔ پیر سید۔ لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب۔ ص:۲۹۵

۴۰۔ طلوع مہر۔ پیر سید غلام جلال الدین گیلانی، ج:۷۔ شمارہ رجب ۱۴۲۷ھ مقالہ احترام انسانیت، سید نصیر الدین نصیر، ص:۱۲۔

۴۱۔ نصیر الدین نصیر، پیر سید۔ مقالہ صوفیائے کرام کی مساعی جمیلہ۔۔۔۔ ایک جائزہ مشمولہ طلوع مہر۔ ج:۹، شمارہ:۳۔ رجب، شعبان ۱۴۲۶ھ، ص:۲۱۔

Marfat.com

بزمِ نصیرؔ

پروفیسر محمد شاہ کھگہ

بیابا شوق در بزمِ نصیرؔ ای تشنۂ مستی
کہ او در قحط خوش ذوقی و جودی مغتنم دارد (1)

برصغیر پاک و ہند میں دینِ مبین اسلام کی ترویج و اشاعت صافی ضمیروں کے سبب ہوئی۔ یہ پاک طینت مختلف سلاسل میں ظہور پذیر ہوئے اور اپنے تفویض کردہ خطوں اور علاقوں میں تدریجاً شمعِ ہدایت فروزاں کرتے رہے۔ یہ سلاسل قادریہ (نوشاہیہ) چشتیہ (نظامیہ، صابریہ) سہروردیہ و نقشبندیہ وغیرہ کے نام سے معروف رہے ہیں۔ اگرچہ تمام سلاسل کا طریقۂ تبلیغ و ہدایت ایک ہی رہا ہے اس کے باوجود سرزمین ہند میں سلسلہ چشتیہ کا نمایاں و منفرد طریقہ رشد رہا ہے۔ طریقۂ چشتیہ کے بانی و بنیان گذار حضرت خواجۂ خواجگان و فخر اولیاء کبار معین الدین چشتی اجمیری سجزی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

نصیرؔ! خواجہ اجمیر اس لیے ہیں کریم
کہ ہے ازل سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھر "غریب نواز" (2)

سید نصیر الدین نصیرؔ گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (نومبر 1949ء تا فروری 2009ء) اسی سلسلۂ رشد و ہدایت کی ایک کڑی تھے۔ وہ عصرِ حاضر کے صوفی صافی اور اسلاف روشن ضمیر کی تصویر تھے اور فقر و استغناء کا پیکر تھے۔ آپ کی مجلس میں علماء و صلحاء و فقراء کا ہجوم ہوتا اور آپ ایک مخصوص شان و شکوہ سے محوِ گفتگو ہوتے۔ کلامِ خدائے متعال، مدحِ پیغمبر کے ساتھ ساتھ خوبصورت انتخاب اشعار اسلاف آپ کی گفتگو کا حصہ ہوتے تھے۔ گفتار ساحرانہ و دل آویز اور شاہانہ دبدبہ و وجاہت سے آنے والے کی پنڈلیاں کانپ جاتیں۔ باتوں میں مزاح، شاعرانہ انداز، مسجع مقفیٰ الفاظ کا استعمال اور تکرارِ لفظی میں موسیقی کے زیر و بم کے ساتھ عربی و فارسی کی نئی پرانی اصطلاحیں اور بھاری بھرکم الفاظ کی خوبصورت

Marfat.com

بندشوں سے بڑے بڑے ادیب و اساتذہ فن وسخن بھی دبک و لرز جاتے۔ خوبصورت بارعب چہرہ اور شاہانہ لباس میں جلوہ نما تیر نظر اور گھنی و سیاہ پیچدار زلفیں جو کہ دیدنی تھیں۔

ہزار نعمت دنیا اگر مرا بخشند   نثار گوشۂ چشم نیم باز کنم
من از ہجوم خیال مسلسل زلفش   نصیر شوق را دراز کنم

اور فرماتے ہیں:

کفن بھی ہوگا مرا پاک صاف اور نیا
رہیں گی قبر میں بھی خوش لباسیاں میری

پیر نصیر گیلانی نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ شریعت و طریقت کا علمبردار تھا اور جس شیخ نے آپ کی تربیت فرمائی، ان کے متعلق قبلہ پیر سید مہر علی شاہ گیلانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر کا صد شکر کہ میرے گھر میں فقر و استغناء کا پیکر اور اللہ اللہ کرنے والی روح پیدا ہوئی ہے اور شورش کاشمیری جیسے ناقد ادب وفن نے بھی برملا کہا کہ میں نے متاخرین و متقدمین میں بڑے بڑے مشائخ کو دیکھا لیکن سیدی و مرشدی قبلۂ عالم پیر سید غلام محی الدین شاہ گیلانی علیہ الرحمہ جیسا کہیں نہیں دیکھا اور پھر دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ سیدی نصیر گیلانی فرماتے ہیں کہ میرے دادا سید غلام محی الدین معروف بہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے میری تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور مجھے جاگتے، سوتے سفر و حضر میں اپنی قربت میں رکھا یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا برملا اعتراف کہ میری تربیت میں میرے دادا حضور معروف بہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی خصوصی نظر اور کاوش تھی، انہوں نے مجھے بچپن سے ہی اپنے ساتھ رکھا، وقت کے علماء و صلحاء سے ملوایا اور سیاحت میں بھی مجھے ملکی و غیر ملکی اصفیاء و اولیاء کے مزارات پر لے جاتے اور وہاں دعا و سلامتی سے نوازتے کہ میرا یہ سعادت مند پوتا تمام ظاہری و باطنی منازل طے کرے۔ بارہ سال کی عمر میں خواجہ اجمیر کے مزار پر

Marfat.com

لے گئے اور عرس کے موقع پر مجھے حکم دیا کہ یہاں علم تجوید کو ملحوظ رکھتے ہوئے تلاوت قرآن مجید کریں۔ میں نے تلاوت کی تو علماء فضلاء سے داد وصول کی، علاوہ ازیں مزار مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ و مولانائے جامی سرہٗ السامی و بادشاہ اولیاء و اصفیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ یعنی شاہ بغداد وحتی کہ والیٔ دوجہاں سرکار سرور کونین کے خوب و حسین سفر میں بھی اپنی صحبت سے نوازتے رہے اور تربیت فرماتے اور مجھے مدینہ منورہ میں ہی بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

پیر نصیر فرماتے ہیں:

نہ ہوائے عیش و نشاط میں مجھے سیم و زر کی تلاش ہے
جو سکون قلب عطا کرے مجھے اس نظر کی تلاش ہے
یہ ہوائے شام و سحر کہیں ہمیں اور سمت نہ لے اڑے
تری رہگزر کی ہیں خاک ہم تیری رہگزر کی تلاش ہے (5)

بخدا، سید نصیر الدین گیلانی کی کوئی، بے جا تعریف و توصیف نہیں وہ بڑے صاحب کشف و کرامت شیخ تھے۔ آپ کا وجود مخلوق خدا کے لئے باعث برکت و سعادت تھا اور ہے۔ آپ کی کرامت کے بارے میں وطن عزیز کے درویش و نعت گو شاعر جناب حفیظ تائب مرحوم نے مجھے یونیورسٹی اوری اینٹل کالج لاہور 2002ء میں فرمایا کہ "سیدی نصیر گیلانی گولڑوی سے میری بیعت تو نہیں لیکن دیرینہ علمی دوستی ہے، میرے گھر جب آپ تشریف لاتے یہی گلہ دیتے کہ آپ کے گھر کی گلی بھول جاتا ہوں ورنہ جب بھی لاہور آؤں تو آپ کے ہاں ضرور آؤں۔ اس دوران میں نے اپنی بیٹی کے لئے اولاد نرینہ کی دعا کے لئے استدعا کی تو آپ نے مخصوص کیفیت میں دعا فرمائی جو کہ بہت جلد مستجاب ہوئی اور ساتھ ہی درد بھری آواز سے کہنے لگے بلاشبہ ان کا جواب نہیں۔ اور فرمانے لگے کہ نصیر الدین نصیر صاحب بہت صاحب درد عاشق ہیں۔ ایک بار مجھے مدینہ

Marfat.com

منورہ میں احمد ندیم قاسمی اور پیر نصیر گولڑوی ملے تو فرمانے لگے کہ محترم حفیظ صاحب آج ہمیں اپنے انداز میں نعت حضور اکرم ﷺ سنائیں۔ میں سنانے لگا تو آپ اشک بار ہو گئے اور سعودی ریالوں کا تحفہ پیش کر دیا"۔

جناب نصیر گیلانی علیہ الرحمہ خود بہت اچھے نعت رسول ﷺ کے شاعر ہیں آپ کا نعتیہ مجموعہ "دین ہمہ اوست" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس میں عربی، فارسی اور اردو زبان میں نعتیں عشق و محبت سے لبریز ہیں اس کے علاوہ تضمینات بر کلام حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ 6 ربیع الاول 1426ھ کو شائع ہو چکی ہے۔

یہ وہ سچ ہے کہ جسے ایک جہاں مان گیا　　در پہ آیا جو گدا، بن کے وہ سلطان گیا
اس کے انداز نوازش پہ میں قربان گیا　　نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

بام مقصد پہ تمناؤں کے زینے پہنچے　　لب ساحل پہ نصیر ان کے سفینے پہنچے
جن کو خدمت میں بلایا نبی نے پہنچے　　جان و دل، ہوش و خرد، سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا(6)

سید نصیر الدین نصیر گیلانی کے دادا حضور قبلہ سید غلام محی الدین معروف بہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ (جون 1974ء) جو حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (یکم رمضان 1275ھ/4 اپریل 1859ء تا 29 صفر المظفر 1356ھ/11 مئی 1937ء) کے بعد گولڑہ شریف کے روح رواں اور تصوف کے افق کا روشن ستارہ تھے۔ جن احباب نے حضرت قبلہ بابو جی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی زیارت کی یا ان کا قرب حاصل رہا ہے تو وہ سب کہتے ہیں کہ سیدی نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی ان کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ نصیر گیلانی کو سب سے زیادہ قرب نصیب ہوا۔ انہوں نے شب و روز کی محنت سے نصیر رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت فرمائی۔ بیک وقت عربی، فارسی اردو اور پنجابی زبانوں پر یکساں عبور پھر ان چاروں زبانوں میں

Marfat.com

شعر کہنے کا فن نصیر کی شخصیت کا نشانِ امتیاز ہے۔اس نو عمری میں اس قدر کلام میں پختگی قابل تحسین تھی۔قدیم اساتذہ کا رنگ چھپائے نہیں چھپتا۔انکا فارسی کلام ایک کہنہ مشق استاد کا کلام لگتا ہے کیونکہ خوشبو بتانے سے نہیں بلکہ خود ہی محسوس ہو جاتی ہے۔

سید نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے میرا قلبی و روحانی رشتہ ہے اور یہ بڑا پرانا ہے۔زیادہ تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں، بقول فیضی:

ما اگر مکتوب ننوشتیم، عیب ما مکن
درمیان راز مشتاقان قلم نا محرم است (7)

اکتوبر 1998ء میں راقم الحروف کو پہلی بار سعادت حرمین شریفین نصیب ہوئی تو قبلہ پیر نصیر الدین علیہ الرحمہ سے بڑی صحبت رہی اور آپ کے شب و روز کے معمولات دیکھ کر دنگ و ششدر رہ گیا۔جس سے عقل و خرد کو سوائے حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

خیالش برنمی تابد شعور، ای بی خودی! جوشی
نمی گنجد بدیدن جلوہ اش ای حیرت، آغوشی (8)

(بیدل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کی آنکھوں میں اسرار دو جہاں اور چمکتی پیشانی اور خوبصورت آواز کے ساتھ عاشقانہ اشعار کی برمحل ادائیگی بڑی یاد آتی ہے:

محفل میں تری غیر جو بیٹھا تو نہ اٹھا
ہم اٹھتے ہیں، یا اٹھتا ہے آہوں کا دھواں روز
اک بار بھی آجائیں اگر آپ، بہت ہے
ہر دن ملاقات کہاں، آپ کہاں روز (9)

شاہ صاحب ایک بار گولڑہ شریف اپنی بیٹھک میں لوگوں سے ملتے ہوئے لوگوں کے ہجوم میں مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتے ہیں، آپ کا خط موصول ہوا ہے

Marfat.com

اس میں جو خسرؔو دہلوی کا شعر لکھا تھا وہ سناؤ، میں نے عرض کیا:

به رندی و به شوخی ہمچو خسرؔو
ہزاران خان و مان برکنده باشی

پیر صاحب نے فرمایا: اسی غزل کا کوئی اور شعر آتا ہے تو میں نے عرض کیا نہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوری غزل سنا دی، میرے سمیت باقی سب حاضرین مجلس بہت محظوظ ہوئے، غزل ملاحظہ ہو:

به کوبی ہمچو مہ تابنده باشی	به ملک دلبری پاینده باشی
من درویش را کشتی به غمزهٔ	کرم کر دی، الٰہی! زنده باشی
جفا کم کن که فردا روز محشر	به روی عاشقان شرمنده باشی
زقید دو جہاں آزاد باشم	به روی ہمنشین بنده باشی
جہان سوزی، اگر در غمزده آیی	شکر ریزی، اگر درخنده باشی
به رندی و به شوخی ہمچو خسرو	ہزاران خان و مان برکنده باشی (10)

بعد میں پیر صاحب نے مجھے آنکھ کے اشارے سے اندر آنے کو کہا اور فرمایا آج تو نے مجھے طالب علمی کے زمانے کی غزل یاد دلوائی ہے تجھے آج شہد اور مکھن سے ناشتہ کرواتا ہوں۔

2003ء میں ایم اے فارسی کا تحقیقی مقالہ پیر صاحب کی شخصیت اور فن پر لکھنا، میری آپ سے محبت کا ثبوت ہے۔ جو کہ 2007ء میں ضیاء القرآن پبلی کشنز سے "مہر نصیر" کے نام سے شائع کروا دیا اور پیر صاحب کی اجازت سے مکتبہ مہریہ نصیریہ پر بھی رکھوا دیا جو کہ ہر خاص و عام نے پسند فرمایا۔ جس میں میں نے ملک و غیر ملک کے محققین و شعراء کی آراء بھی شامل کیں۔ جناب استاذ محترم پروفیسر معین الدین نظامی، صدر شعبہ فارسی یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور نے پیر صاحب کا ان الفاظ کے ساتھ

Marfat.com

ذکر فرمایا:

"حضرت پیر نصیر الدین نصیرؔ گیلانی گولڑہ شریف جیسے عظیم مرکز روحانیت کے مسند نشین ہیں اور تمام ظاہری و باطنی حوالوں سے اس منصب جلیلہ کے اہل ہیں۔ وہ قرأت و تجوید، تفسیر و حدیث، فقہ، تاریخ، منطق و فلسفہ، قدیم و جدید عربی و فارسی، پنجابی اور اردو ادب، شعر و سخن اور موسیقی میں درجہ کمال پر فائز ہیں۔ شاعر ہفت زبان ہونے کے ساتھ ساتھ بہت متوازن عالمانہ اسلوب کی نثر لکھنے پر بھی قادر ہیں۔ دورِ جدید کے متنوع مسائل کا گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ روشن فکر اور صائب الرائے ہیں۔ اعلیٰ پائے کے مقرر بھی ہیں۔ خطابت میں ان کا جلال و جمال عجیب شان سے جلوہ گر ہوتا ہے۔ غریب پرور اور دوست نواز ہیں۔ اہل علم و فضل اور صاحبان فکر و فن کے شیدائی ہیں۔ خانقاہی ماحول کا پس منظر رکھنے والوں کے لئے ان کی پرکشش شخصیت ایک کامل و مکمل نمونہ ہے۔ ایسی ہمہ صفت موصوف شخصیتیں اب خانقاہوں اور مدارس میں کہیں نہیں ملتیں۔ حق گوئی اور قطعیت کے ساتھ اظہار رائے ان کے باطنی استحکام پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ انتہائی مستقل مزاج اور ثابت قدم صاحب عزیمت و ارشاد ہیں۔ شعر و سخن ان کی بنیادی پہچان نہیں ہے بلکہ یہ فن لطیف ان کی بہت سی خوبیوں میں سے ایک خوبی اور ان کی عظیم و جلیل شخصیت کا محض ایک پہلو ہے" (11)

اگست 2007ء میں ایران کے شہر، تہران میں مرکز گسترش زبان و ادبیات فارسی گیا تو وہاں پیر صاحب کے فارسی اشعار پروفیسر صاحبان کو سنائے تو انہوں نے کہا:

Marfat.com

خیلی پیچیدہ وسخت، گفتند: مال کیست، گفتم: مال سیدی نصیر گیلانی گولروی کہ در پاکستان می کند: بہ نمونہ چند اشعار بہ قرار زیر اند:

اگر است در دلت آرزو کہ نظر بہ خوش نظری رسد
بہ حریم جلوۂ خود نشین کہ ترا ازو خبری رسد
شب تار و گریۂ مستقل منم و کشاکش زخم دل
بہ امید آنکہ ستارہ ای سر مطلع سحری رسد
مدد ای کرشمۂ آرزو کہ نصیؔر در رہِ جستجو
نفسی کشد، سخنی زند، قدمی نہد، بہ دری رسد (12)

انٹرویو لینے والے پروفیسر صاحبان میں ایک پروفیسر علی اکبر کیوانفر نے کہا کوئی اور شعر پڑھو تو میں نے ایک اور غزل کا مقطعہ پڑھا:

للہ نگاہی کن ای یار پری رویم
گردید نصیؔر تو دیوانہ وسودایی (13)

تو اس پروفیسر نے کہا بہت خوب، یہ اشعار تو اساتذۂ سخن کے ہیں اور ان میں سبک ہندی کی جھلک ہے اس کے ساتھ ہی مجھے " گامھایی برای شناخت ادبیات کہن "(14) اپنی لکھی کتاب بطور تحفہ پیش کر دی۔ پیر صاحب کے اشعار سے ایک اہل زبان پروفیسر کا متاثر ہونا اور دادِ سخن دینا بڑی بات ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی (رہؔا) جو کہ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد (پاکستان) " مجلّہ دانش " میں بطور ریسرچ آفیسر کام کرتے رہے ہیں اور ان دنوں واپس تہران (ایران) جا چکے تھے۔ میری ملاقات ہوئی تو میں نے انہیں " مہر نصیر " بطور تحفہ پیش کی۔ اس پر انہوں نے اپنے تاثرات 20 اشعار میں دیئے۔ یہاں چند اشعار درج کیے جا رہے ہیں:

Marfat.com

نصیر الدین بود پیر محبت شدہ در رہنمائی لطف و رحمت
نصیر الدین شدہ موضوع کارش ھمان پیر پاک و خوش و قارش
بود " آغوش حیرت" عشق اللہ بہ "عرش ناز" ہموارہ دل آگاہ
بود گولرہ شریف درگاہ پاکان مقام مہر علی شاہ پیر پیران
در آنجا محی الدین پیر محبان معین الدین بود از جانشینان
نصیر الدین امیر عشق و عرفان بہ راہ حق بود پیران پیران
سلام من بود بر خاک پاکان ہمہ زندہ دلان سدرہ نشینان

جب ایران سے واپس آ گیا تو پروفیسر صاحب نے بذریعہ خط "مہر نصیر" پر منظوم تبصرہ کیا:

بود "مہر نصیر" گویای اسرار رسیدہ بوی خوش از سوی دلدار
زبان دل، درآن روشن کند جان بود الفاظ آن از سوی جانان
نصیرالدین کہ در گولرہ شریف است ہمہ الفاظ او حرف لطیف است
محمد شاہ کھگہ خوش نوشتہ محبت از دل و جان سرشتہ

ایران سے واپسی پر رمضان المبارک میں پیر سید نصیر الدین نصیرؔ گیلانی گولڑوی سے آستانہ عالیہ گولڑہ شریف ملاقات ہوئی تو پیر صاحب نے فرمایا: فارسی رباعیات عبدالقادر ردیف پر جو نسخہ چھپا ہے، پڑھا ہے؟ تو میں نے عرض کیا نہیں حضور، آپ نے مجھے الرباعیات المدحیہ فی (الحضرۃ) القادریہ بطور تحفہ ان الفاظ کے ساتھ لکھ کر دی:

"عزیز مخلص محمد شاہ کھگہ را بہ این نسبت کہ او بہ زبان فارسی میلان قلبی دارد و ذہن فطین و رسا دارد۔ بہ جذبات خلوص اہداء کنم"۔

بعد میں ایک مخصوص روحانی کیفیت سے اشکبار کرتے رہے۔ جب میں آپ کے پر جذب و کیف ارشادات سے آنسو بہا رہا تھا تو آپ ترچھی نظر سے دیکھتے ہوئے

Marfat.com

محو گفتگو تھے:

سلسلہ ٹوٹے نہ ساقی ہوش اڑ جانے کے بعد
مجھ کو ملتا ہی رہے پیمانہ پیمانے کے بعد

کیفیت و احساسات کا رقم کرنا محال ہوتا ہے کیونکہ اس وقت طبع مضطرب ہوتی ہے:

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم
بہ ہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم (امیر خسرو)

سید نصیر الدین نصیرؔ گیلانی علیہ الرحمہ کی شاعری کے متعلق بڑے بڑے اساتذہ سخن داد دیتے رہے اور دیتے ہیں۔ بہ خصوص صنف رباعی اور غزل میں بہت پختگی نصیب ہوئی جس کا عصر حاضر میں کہیں جواب نہیں ملتا۔ رباعی اور غزل کا موضوع تصوف و عرفان ہے۔ خیام، ابوسعید ابوالخیر انوری رحمۃ اللہ علیہ، رومی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ، عراقی، ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، جامی رحمۃ اللہ علیہ اور خصوصاً مرزا عبدالقادر بیدل رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ زیادہ نمایاں ہے۔

جناب ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب نصیر گولڑوی کے اردو مجموعہ "پیمان شب" مطبوعہ، بار اوّل 1983 کے متعلق کچھ اس طرح رقمطراز ہیں: "نصیر گولڑوی یعنی صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین نصیرؔ کی اردو غزلیات کا مجموعہ "پیمان شب" میرے سامنے ہے یا یوں کہوں کہ سامنے تھا اور اب دل میں ہے بلکہ رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔

رگ و پے میں جب اترے زہر غم دیکھیے کیا ہو   ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے

اور اسے میں نے آزمائش اس لیے کہا ہے کہ بار باران غزلیات کو پڑھنے کے بعد بھی میرے لیے یہ مجموعہ جام جم ہی بن رہا ہے۔ اس کی تہہ میں چھپا ہوا زہر غم ابھی تک زبان و بیان کی عمدگی، تراکیب کی شیرینی اور استعارات کی سرمستی و شادابی میں اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ نشاط کے سوا کوئی شے سامنے نہیں آنے پاتی"۔

Marfat.com

"پیمانِ شب" کی بیشتر غزلوں کی زمینیں سید نصیر صاحب کی اپنی ہیں اور بعض کی ردیفیں تو ان کی ذہنی اپچ کا ایک دلچسپ ثبوت ہے پھر یہ ردیفیں غریب ہونے کے باوجود ہر شعر میں ماہرانہ اور فنکارانہ سلیقے سے کھپی ہوئی ہیں۔ سید نصیر اس لحاظ سے بھی داد و ستائش کے مستحق ہیں کہ فارسی شاعر ہونے کے باوجود انہوں نے فارسی پر اپنی دسترس کو، اپنی اردو غزلوں کے شاید کسی شعر پر مسلط ہونے دیا ہو۔ جبکہ ابتداء میں مرزا غالب دہلوی تک اس کمزوری کی زد میں آ گئے تھے۔ اس لیے ان غزلوں کی سلاست اور ساتھ ہی بلاغت میرے نزدیک حیرت انگیز بھی ہے اور مسرت بخش بھی۔"(15)

آپ نے 13 فروری 2009ء /17 صفر المظفر 1430ھ ق بروز جمعہ المبارک داعی اجل کو لبیک کہا۔ رستا خیز ناگہاں کی طرح لاکھوں مریدین، پروانوں اور عشاق کو صدمۂ مفارقت دے گئے۔ ملک کے کونے کونے سے لوگ دھاڑیں اور چیخیں مارتے جنازے میں شرکت کے لیے آ پہنچے۔

اک قیامت ڈھائے گا دنیا سے اٹھ جانا میرا
یاد کر کے روئیں گے یاران میخانہ مجھے

وہ اپنی سحر انگیز آنکھیں موندے اور چہرے پر آسودہ ملکوتی تبسم سجائے خالق حقیقی کے حضور حاضری کے لیے چارپائی پر محو استراحت تھے اور مخلوق خدا آخری دیدار کے لیے دیوانہ وار درگاہ کے در و دیوار اور آپ کی چارپائی سے لپٹ کر بلک بلک کر، دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔

کہہ دو، کہ جنازے پہ مرے آ کے نہ روئیں
وہ روئے تو پھر مرثیہ خوانی نہیں رکتی(16)

کیونکہ کچھ ہی لمحوں بعد یہ ماہ درخشاں اوجھل ہونے والا تھا۔ اپنے زمانے کے اس صوفی، باعمل؛، عاشق رسول ﷺ، نعت گو شاعر گولڑہ شریف کے ماہ تاباں کے

Marfat.com

جنازے پر لاکھوں افراد کا مجمع غم واندوہ سے بے قابو ہو رہا تھا جس کا علم اس عالم باصفا کو بھی تھا اور اس کا اظہار خود انہوں نے پنجابی اشعار میں یوں کیا تھا۔

بے قدراں کجھ نا جاتی کیتی خوب تسلی
دنیا دار پجاری زر دے کتیاں دے گل ٹلی
بک بک اتھروں روسن اکھیاں ویکھ حویلی کلی
کوچ نصیرؔ اساں جد کیتا پے جاسی تھر تھلی

14 فروری 2009ء بروز ہفتہ بعد از نماز عصر لاکھوں کے ہجوم میں صاحبزادہ ساجد الرحمٰن صاحب نے جنازہ پڑھایا اور والد گرامی کے مزار اقدس کی پائینتی میں سپرد خاک کیے گئے۔

وہ گئے، جن کے دم سے تھی رونق
اور رہنے کو ہم رہ گئے ہیں
دل نصیرؔ ان کا تھا، لے گئے وہ
غم خدا کی قسم رہ گئے ہیں (17)

ہزاروں شعراء اور مصنفین نے وصال پر ملال پر تاثرات قلب لکھے جو کہ ملکی وغیر ملکی رسائل وجرائد میں چھپے ہیں جن کی تفصیل ممکن نہ ہے۔ چند ایک بطور نمونہ درج ہیں:

حیف ز دنیائے فانی پیکر اعجاز رفت — لیک باصد احتشام وعظمت واعزاز رفت
تاجدار کشور شعر وسخن در عہد خویش — گرمیِ بازار عشق و درد و سوز ساز رفت
شوق جامیؔ، ذوق سرمدؔ، رنگ بیدلؔ، طرز میرؔ — جامع الاوصاف آن یک دلنشین آواز رفت
صدر بزم علم وفن، منزل شناس معرفت — طائر لاہوت، سوئے آشیانہ باز رفت
در جنازہ از دحام خلق چو عرفات بود — منفرد در این شرف بے مثل و بے نیاز رفت

Marfat.com

فرد کامل شہ نصیر الدین در موت و حیات
در جہاں ممتاز بود و از جہاں ممتاز رفت(18)

- "پروردۂ آغوش سیادت، چراغ گولڑہ حضرت پیر سید نصیر الدین نصیرؔ گیلانی گولڑوی کی ذات گرامی علوم وفنون کی ہمالہ تھی۔ آپ کی ادا قلندرانہ، دل صوفیانہ اور قلم شاعرانہ وادیبانہ تھا، اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک عظیم مصلح بھی تھے آپ کا اہل تصوف پر ایک عظیم احسان یہ ہے کہ آپ نے عہد حاضر میں شریعت وطریقت کے حسین ترین اصولوں کو کما حقہ متعارف کرایا"۔(19)

کر کے وہ میرے دل کو نشانہ چلے گئے
گویا بدل کے سارا زمانہ چلے گئے
وہ غمگسار ملتِ بیضا انیس غم
بحر عطا وہ قطب زمانہ چلے گئے
سازِ حیات میں ابھی نغمہ چھڑا نہ تھا
سن کر شکستہ دل کا ترانہ چلے گئے
ہر نوٹا اب جہاں میں سر مستیاں کہاں
بے رنگ کر کے سارا زمانہ چلے گئے(20)

سپرد حزن ملال کر کے ہزار ہا دل، چلا گیا ہے
اداس ہیں آج اہل محفل وہ جان محفل چلا گیا ہے
پلک جھپکنے میں زندگی کے تمام مناظر بدل گئے ہیں
تھی جس سے تاریک شب فروزاں، وہ ماہ کامل چلا گیا ہے(21)

وصال نامہ نصیرؔ:

بہ مناسبت وصال ناگہانی، مرحوم ومغفور پیر طریقت وشمس حقیقت حضرت الحاج پیر سید نصیر الدین نصیرؔ ادیب وسخنور ودانشمند بزرگ سلسلۂ مہریہ قادریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد (پاکستان) تاریخ وصال 1387ھ. ش/1430م، عمر 59 سال۔

Marfat.com

پیر عرفان و ادب سید نصیر الدین برفت
عارف نیکو سر مہریہ را شاہین برفت

صوبۂ پنجاب و سرحد بلوچستان و سندھ
سرو کشمیر محبت را گل گلچین برفت

آن کہ در "آغوش حیرت" آمدہ سلطان مہر
مہربان و باوفا روشنگر و شیرین برفت

پیر نصیر الدین نصیؔر کوششگر فرہنگ عشق
حامل افکار مہریہ مہ مہرین برفت

خوشہ چین بودم من از درگاہ مہریہ یقین
آن سخندان ادیب و قاری یٰسین برفت

بہرہ ھا بردم ز شعر و نثر او بالطف او
شاعر شیرین سخن براوج علیین برفت

یوسف شعر و سخن رفت از جہان عاشقی
مولوی معنوی را عاشق دیرین برفت

سر بہ سر گولڑہ شریف غمگین و پاکستان غمین
مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ راسخن آئین برفت

ناظر و منظور عشق مہریہ مدفون شد
یاور و یار محبّ مردم مسکین برفت

عاشق فارسی زبان و شاعر شیرین سخن
روشنی بخش جہان آن ماہ نو آئین برفت

در وفات او قلم گریان و نالان آمدہ
زینت پاک قلم آن کاتب دیرین برفت

او خطیب روزگار و ماہر و استاد کار
گوہر درج سخن را گلبن و نسرین برفت

سایہ بان عشق حق بہ مہریہ افکندہ بود
صف شکن در بحث و توضیح و کلام دین برفت

مجلس شعر و ادب روشنگر اشعار او
فارسی و پنجابی و اردو زبان سایین برفت

اینک او با مہر علی شاہ ہم نشین جنت است
تابع عہد و وفا آن پیر با تمکین برفت

خاندان مہریہ اینک غمین و دل فگار
شمسہ تابان عشق و گلشن زرین برفت

خوش بود براو کنون در سایۂ طوبیٰ یقین
عاشق "الفقر فخری" مہد مہدیین برفت

پنج تن آل کسارا (ع) در دل و جان جای داد
نعت گوی مصطفیٰ را شاعر شوقین برفت

ہم صحابہ ، ہم ائمہ، ہم تمام اولیاء
بر دل و جان نقش بست و با علی آمین برفت

کاشف سر و علن بود و امیر عارفان
سرو ناز باغ عرفان روضۂ تسکین برفت

جملہ آثارش ہمہ روشنگر اسلام ناب
مشعل راہ محبت چشمۂ نوشین برفت

Marfat.com

کل شاگردان او درس و بحث و گفت و گو | راہ او دارند و او چون چرخہ سیمین برفت
ہر کجا نامش بود ورد زبان عاشقان | مثنوی دان، مثنوی خوان جلال الدین برفت
رحمت و غفران و آمرزش رسد بر روح او | در کنار جد امجد آن نصیر الدین برفت
چوں برفت از ملک دنیا آن بزرگ مہربان | ہاتف ملک سخن را در جمل رہ بین برفت
"پیر نصیر الدین نصیر صدق و صفا" تاریخ فوت | مدفنش باشد زیارتگاہ ہر بادین برفت

"۱۳۸۷ھ. ش"

"پیر نصیر الدین نصیرؔ انفاس قدسیہ" برفت | روضہ رضوان عشق بافکر نو تدوین برفت

"۱۳۸۷ھ. ش"

"پیر نصیر الدین نصیرؔ ایزدشناس" رفت از جہان | شد وصال او غم انگیز و ہمہ غمگین برفت

"۱۴۳۰ھ.ق"

پیر نصیر الدین نصیر آغا سوی جنت شتافت | خوشہ سلم و صفا آن شاعر شیرین برفت

"2009م"

"پیر نصیر الدین نصیر دریای راز" خاموش شد | آہ افسوس آن امیر گولڑہ رامین برفت

"1430ھ،ق"

"پیر نصیر الدین نصیر فضل محمد" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت او | در بہشت جاودان ہمراہ حور عین برفت
این رہاؔ خواند دعا و رسم قل بر آن بزرگ | یادِ او دارد بہ دل، جانم نصیر الدین برفت (22)

القصہ آپ کے یوں اچانک جانے سے تمام مخلوق خدا افسردہ وتنگدل ہے۔ عشاق کی بہاریں لوٹ کر چلے گئے۔

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنی گفتگو میں حضرت خواجہ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا اکثر ذکر فرماتے: کہ ایک روز کوئی مرید ایک خط لایا اور شیخ

Marfat.com

صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ یہ خط ایک شخص نے دیا ہے اور کہا ہے کہ اسے شیخ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دو۔ شیخ صدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے جب خط پڑھا تو پریشان ہوئے اور جا کر وہ خط شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے دیا، شیخ نے یہ خط پڑھا تو کروٹ لیتے ہوئے اپنے جسم کو مروڑا اور نعرے لگائے (با آواز بلند اللہ اللہ کہا) اور رات کو شیخ کا انتقال ہو گیا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس خط میں یہ کلمات درج ہیں:

اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً

یعنی دوست بہ دوست رسید (دوست دوست سے جا ملا)

سید نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم پر آپ کے بھتیجے سید غلام مہر محی الدین معروف بہ رومی گیلانی نے مجھے پیر صاحب کے آخری جملے سنائے: سید رومی گیلانی بھرائی ہوئی آواز اور غمزدہ لہجے میں فرماتے ہیں کہ تایا جی نے فرمایا: سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت ابوالفضل ختلی رحمۃ اللہ علیہ کو مخلوق خدا نے بہت ستایا ہوا تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غسل فرما کر سجدہ میں سر رکھ دیا اور آہ و زاری کرتے ہوئے فرمایا: مالک میں نے تیری ہر بات مانی ہے اب تو میری بات مان، تیرا عاجز بندہ تیری مخلوق سے بڑا آزردہ خاطر ہے اس لئے تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔

اب وہ آجائیں میری بالیں پر
دم زیادہ اٹک نہیں سکتا
(نصیرؔ)

پیر صاحب اس وقت بڑے پریشان تھے اور فرمایا کہ شیخ ابوالفضل ختلی کی روح اسی دوران سجدہ میں نکل گئی۔ بالکل اسی طرح تمہارے نصیر نے بھی مالک حقیقی سے گزارش کر دی ہے دیکھو اب مالک اسے کب پورا کرتا ہے، یعنی میری عرض گزاری کو۔ صبح اسی روز پیش از صلوۃ الجمعۃ المبارک اپنے مالک حقیقی سے جا واصل ہوئے۔

Marfat.com

ترے حاسدوں کو ملال ہے، یہ نصیر فن کا کمال ہے
ترا قول تھا جو سند رہا، تری بات تھی جو کھری رہی

ابھی حوصلے نکالو، ابھی اور تم ستا لو
تمہیں پھر پتہ چلے گا، جو ہم اٹھ گئے جہاں سے (23)

کوئی اس دشتِ وفا میں نہ چلا میرے بعد
ذرے ذرے پہ مرا نقش رہا میرے بعد

یوں نہ پھر ہو گا کوئی نغمہ سرا میرے بعد
اور ہی ہو گی گلستان کی ہوا میرے بعد

چشم و ابرو کے اشارے تھے نظر میں میری
کون سمجھے گا یہ غمزہ، یہ ادا میرے بعد

راہ سنسان، مکان خستہ، مکیں افسردہ
کیسا ویران ہوا شہر وفا میرے بعد

میں ہی اک واقف آداب محبت ہوں نصیرؔ
مل کے ڈھونڈیں گے مجھے اہل وفا میرے بعد (24)

سید نصیر صاحب کے منظوم و منثور آثار درج ذیل ہیں:

1۔ آغوش حیرت (مجموعہ رباعیات فارسی)
2۔ پیمان شب (مجموعہ اردو غزلیات)
3۔ دیں ہمہ اوست (مجموعہ نعت)
4۔ فیض نسبت (مجموعہ مناقب)
5۔ رنگ نظام (مجموعہ اردو رباعیات)
6۔ عرش ناز مجموعہ کلام (فارسی، اردو، پنجابی، پوربی و سرائیکی)
7۔ دست نظر (مجموعہ اردو غزلیات)
8۔ الرباعیات المدحیہ فی حضرۃ القادریہ (مجموعہ فارسی رباعیات)
9۔ تضمینات بر حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

Marfat.com

10۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کا طرز استدلال (تحقیقی مقالہ)

11۔ نام ونسب

12۔ راہ ورسم منزلھا (مسائل تصوف)

13۔ حضرت پیر پیران کی شخصیت، سیرت اور تعلیمات (تحقیقی مقالہ)

14۔ موازنہ علم وکرامات (تحقیقی مقالہ)

15۔ کیا ابلیس عالم تھا؟ (تحقیقی مقالہ)

16۔ قرآن مجید کے آداب تلاوت (تحقیقی مقالہ)

17۔ لفظ اللہ کی تحقیق (تحقیقی مقالہ)

18۔ استعانت واعانت کی شرعی حیثیت (تحقیقی مقالہ)

19۔ لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب (تحقیقی مقالہ)

20۔ آئینہ شریعت میں پیری مریدی کی حیثیت (تحقیقی مقالہ)

21۔ اسلام میں شاعری کی حیثیت (تحقیقی مقالہ)

22۔ مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب (تحقیقی مقالہ)

23۔ پاکستان میں زلزلے کی تباہ کاریاں (تحقیقی مقالہ)

24۔ فتوی نویسی کے آداب (تحقیقی مقالہ)

Marfat.com

حواشی اور حوالہ جات

1۔ نصیر، نصیر الدین، سید، "عرش ناز" مجموعہ کلام (فارسی، اردو، پنجابی، پوربی و سرائیکی) مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، اسلام آباد (پاکستان)، 2000، ص ۷

2۔ ایضاً، "فیض نسبت" (مجموعہ مناقب) مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)، 2000، ص 172

3۔ ایضاً، عرش ناز، مجموعہ کلام (فارسی، اردو، پنجابی، پوربی و سرائیکی) مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)، 2000، ص 9 (اگر مجھے دنیا میں ہزار ہا نعمتیں بھی بخش دی جائیں تو بھی میں اپنے اس محبوب کی چشم نیم کے باز گوشے پر قربان کر دوں۔ میں تو اس کی پیچدار گھنی زلفوں کے خیال میں پھنسا ہوا ہوں تا کہ اے نصیر میں اپنے عشق کے سلسلہ کو بڑھا دوں)۔

4۔ ایضاً، پیمان شب، مجموعہ اردو غزلیات گیلانی پبلیشرز اسلام آباد و غلام علی پبلیشرز لاہور، 1983ء، ص 309

5۔ ایضاً ص 304، 305

6۔ ایضاً تضمینات بر کلام حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ادارہ طلوع مہر، غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف، اسلام آباد (پاکستان) 2005ء، ص 3، 4

7۔ احمد ظہور الدین، ڈاکٹر، "جواہر ادب" (برائے یازدہم و دوازدہم) پنجاب بک بورڈ لاہور، جون 1996، ص 244

8۔ نصیر، نصیر الدین، سید، آغوش حیرت (مجموعہ رباعیات) مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف اسلام آباد (پاکستان) 2000ء، صفحۂ اول (اے بے خودی جوش میں آ کہ شعور اس کے خیال کی تاب نہیں لاتا، اے حیرت آغوش کھول کہ

Marfat.com

اس کا جلوہ نظر میں نہیں سماتا)

9۔ ایضاً، پیمان شب، مجموعہ اردو غزلیات گیلانی پبلیشرز اسلام آباد اور غلام علی پبلیشرز لاہور، 1983ء، ص 89

10۔ احمد ظہور الدین، ڈاکٹر، "جواہر ادب" (برائے یاز دہم و دواز دہم) پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، جون 1996ء، ص 251، 252 (تو حسن و جمال میں چاند کی طرح روشن ہے جس سے دلبری کی سلطنت قائم ہے اور تو نے مجھ درویش کو غمزہ سے مار ڈالا تو نے مہربانی کی خدا تجھے زندہ رکھے۔ تھوڑا ظلم کر کیونکہ قیامت کے دن تو عاشقوں کے سامنے شرمندہ ہوگا، اور اگر تو میرا ہمنشین ہو تو میں دونوں جہانوں کی قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ اگر تو ناز پر آجائے تو دنیا کو جلا کر رکھ دے اگر تو ہنسے تو شکر بکھیر دے تو نے رندی اور شوخی سے خسرو کی طرح ہزاروں گھر بار برباد کیے ہوں گے۔)

11۔ کھگہ، محمد شاہ، مہر نصیر، ضیاء القرآن پبلی کشنز لاہور، 2007ء، ص 137

12۔ نصیر الدین نصیر، سید، عرش ناز، مہریہ نصیریہ پبلشرز گولڑہ شریف، E-11 اسلام آباد (پاکستان)، 2000ء، ص 36 (در بحر، متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن)

13۔ ایضاً ص 11

14۔ کیوانفر، علی اکبر، " گامھایی برای شناخت ادبیات کہن "، شہرک قدس۔ بلوار شہید فرحزادی۔ خ ارغون غربی۔ شمارہ 30، تہران (ایران)

15۔ قاسمی، احمد ندیم (25 اکتوبر 1982ء) مشمولہ پیمان شب، ص 37

16۔ نصیر، نصیر الدین، سید، پیمان شب، گیلانی پبلشرز گولڑہ شریف، غلام علی پبلشرز لاہور، 1983ء، ص 84

Marfat.com

17۔ایضاً،ص96

18۔ چشتی، ممتاز احمد مولانا، (پیر صاحب کے ہم کلاس و ہم مکتب دوست) خطیب ومدرس جامعہ انوار العلوم، ملتان (پاکستان)

19۔شاہ، امین الحسنات ، پیر محمد، (تأثرات) بھیرہ شریف سرگودھا(پاکستان)

20۔مہر خان محمد ہرنوٹا، جھنگ (پاکستان)

21۔محمد افضل خاکسار، فیصل آباد (پاکستان)

22۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا، محقق و دانشور و پژوهشگر، تہران (ایران) جنہوں نے یہ اشعار لکھ کر شعبہ فارسی کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر معین الدین نظامی کو ایران سے ارسال کیے۔ اور پھر انہوں نے راقم الحروف کو بذریعہ خط ان اشعار کی ایک عدد کاپی ارسال کر دی، اس کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا نے مجھے بذریعہ ٹیلی فون بھی اظہار افسوس کیا۔

23۔ پیمان شب، مجموعہ اردو غزلیات گیلانی پبلیشرز اسلام آباد اور غلام علی پبلیشرز لاہور، 1983، 122

24۔ایضاً،ص118، 119

Marfat.com

نام ونسب کے علمی مسائل کا مطالعہ

سیّدہ ناہید کوثر

"نام ونسب" 245 صفحات پر مشتمل ہے اور یہ حضرت نصیر الدین نصیؔر کا علمی اور تحقیقی دنیا میں ایک بے مثال کارنامہ ہے جو حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے نسب کی تحقیق کے سلسلے میں ہے اور اس کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اتصالِ نسب میں اختلاف کا مسئلہ سامنے آیا۔

ایک عرصہ تک تو مصنف کو یہی خیال رہا کہ کسی کم علم معاند نے حضرت غوث الثقلین کے نسب میں اختلاف کیا ہوگا مگر بعد میں پتہ چلا کہ ایک مخصوص گروہ ہے جو اس خیال کی پشت پناہی کرر ہا ہے لھذا اس تصنیف کا مقصد ٹھہرا کہ اعتراض کرنے والوں کو جوابات دیئے جائیں اور یہ جوابات دینے کا حق مصنف دوطرح سے رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں جو کہ بالکل درست ہے ان میں سے ایک تو یہ کہ پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی پیر نصیر الدین نصیؔر رحمۃ اللہ علیہ کے جدِّ اعلی ہیں اور ظاہر ہے کہ اپنے اجداد کے بارے میں بے جا اعتراض کرنے والوں کی انگلیاں توڑنے کا حق اگر اولاد کو بھی حاصل نہ ہو تو پھر کسے ہوگا، دوسری وجہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی ذاتِ مبارکہ سے حضرت نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ کی مریدانہ عقیدت ہے۔اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ:

محبوباں تے نکتہ چینی جیڑا کرن تو باز نئیں آوندا
اصل منافق جانیں اس نوں او تے جھوٹا پیار جتاوندا
سانوں دسیا عشق دے مفتی جیڑا مُڑ مُڑ اے فرماوندا
اعظم جتھے دل لگ جاوے او تھے عیب نظر نئیں آوندا

Marfat.com

یہ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے اور آخر میں بارگاہِ غوثیت میں مشائخِ عظام اور شعراءِ کرام کا منظوم خراجِ عقیدت ہے اور کتاب کا اختتام " کچھ مناظر، کچھ یادیں" کے عنوان سے تصاویر پر ہوتا ہے۔

یوں تو وجہ تالیف شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام و نسب کی تحقیق ہے لیکن جب بات چل نکلتی ہے تو پھر ایک بات سے ہزار باتیں اور بات دور جا پہنچتی ہے جو کہ وسعتِ مطالعہ اور علمی و تحقیقی مہارت کی غماز ہے اور ویسے بھی بات سے بات پیدا کرتے چلے جانا پیر صاحب کا کمال ہے چنانچہ حضرت پیر نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> "جب اپنی یادداشتوں کو یکجا کرنے اور ترتیب دینے بیٹھا تو دورِ حاضر کے مادہ پرست ذہنوں کی اعتقادی الجھنوں اور نظریاتی شکوک و شبہات کے متعدد مسائل ابھرتے چلے آئے جن پر اظہارِ خیال ناگزیر ہو گیا اور اس طرح بات سے بات نکلتی چلی گئی جس کی موجودہ شکل آپ کے سامنے ہے "

سب سے پہلے آپ نے نسبی افتخار کی حوصلہ شکنی کی ہے اور تقویٰ و طہارت کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا معیار ٹھہرایا ہے اور اسے معاشرتی برائیوں میں سے سب سے بڑی برائی بلکہ ناسور قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں درج ذیل فرمانِ الٰہی کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے:

"یآیھا الناس اتقوا ـــ ونسآء "

(القرآن، ۴:۱)

یعنی اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑ ا بنایا اور ان دونوں میں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ کائناتِ انسانی کے تمام افراد حضرت آدم کی اولاد ہیں اس لیے نسب کے اعتبار سے کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں، اس موقف کی تائید مشکوٰۃ شریف کے باب " المفاخرہ والعصبیہ" کی حدیثِ مبارک سے ہوتی ہے جس کا مفہوم ہے کہ اپنے مردہ آباؤ اجداد پر فخر نہ کرو تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے، بقول حفیظ تائب:

شہہ دیں کے فکر و نگاہ سے مٹے نسل و رنگ کے تفرقے
نہ رہا تفاخرِ منصبی، نہ رعونتِ نسبی رہی

یعنی اسلام نے رنگ و نسل کے تمام تفرقے مٹا کر انکساری اور تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور نسب کی تعریف کے سلسلے میں جو لوگ پیشے کو نسب قرار دیتے ہیں یہ بھی غلط ہے لہذا ایسے لوگوں کی جہالت پر بھی اظہارِ افسوس کیا گیا ہے۔

چونکہ نسب کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے لہذا اسے مزید اجاگر کرنے کے لیے قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا ہے:

"والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم ـــــ من شئی "(القرآن،۵۲:۲۱)

اس کی تفسیر کے ضمن میں علامہ آلوسی نے روح المعانی میں حضرت ابنِ عباس کا جو قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بہشت میں اس کے ہمراہ اس کے درجہ و مقام میں رکھے گا تا کہ اس مردِ مومن کی آنکھیں اپنی اولاد کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوتی رہیں اس سے پیر صاحب نے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی نسب کا پاس کیا ہے کیونکہ آیت کا بالکل واضح ترجمہ بھی یہی ہے کہ مومن کی اولاد پر ان الطاف اور نوازشات کا موجب صالح اسلاف سے خونی قرابت ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اولاد نے بھی ایمان میں اپنے اسلاف کا اتباع کیا ہو بصورتِ دیگر حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے والا بھی سلوک کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

اہلِ بیتِ اطہار کی نسبی فضیلت: اہلِ بیتِ اطہار کی نسبی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے مشکوٰۃ شریف سے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت اور "الصواعق المحرقہ" سے حدیث شریف کا مفہوم بطورِ استدلال پیش کر کے حضرتِ اعلی گولڑوی نے احترامِ نسب پر جو آیت پیش کی ہے جو کہ ان سے پہلے اور کسی نے پیش نہیں کی اور وہ یہ ہے کہ "قل ان کان للرحمن ولد فأنا اول العابدین" (یعنی آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالی کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب س ے پہلے اس کی عبادت کرتا) یعنی عبادت کا سبب اس کا نسب ہوتا، یہ ایک عجیب استدلال ہے جس سے صرف اہلِ علم ہی محظوظ ہو سکتے ہیں۔ لہذا فضیلتِ سادات کا سبب شرفِ انتساب ہے۔

دوسرے باب کا آغاز مسئلۂ "کفو" سے ہوتا ہے، لسان العرب اور سورۂ اخلاص کے حوالے سے اس کو واضح کیا گیا ہے کہ کفو کا مطلب ہے شرافت ونجابت، رہن سہن، بودوباش، علم وفضل، دولت وعزت اور دوسری صفات میں برابر ہونا جیسا کہ سورۂ اخلاص میں آیا ہے کہ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد، چونکہ کفو شرائطِ نکاح میں سے ہے اس لیے اُسے بھرپور طریقے سے واضح کرنے کے بعد پیر صاحب لکھتے ہیں کہ ابوجہل کی بیٹی کا حضرت علی کے ساتھ نکاح نہ ہونے کا سبب نبی کریم ﷺ کا منع فرمانا ہے کیونکہ جو بات بنتِ رسول ﷺ کی اذیت کا باعث ہے وہی بات رسول اللہ ﷺ کی اذیت کا باعث ہے اور یہی بات حضرت علی کا ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح نہ کرنے کا سبب ہے۔

ایک اور مسئلہ جس کو لوگوں نے بہت بڑھا دیا ہے وہ یہ ہے کہ "آیا سیّدہ کا غیر سیّد سے نکاح جائز ہے یا نہیں" اس کا جواب دینے سے قبل ساداتِ کرام کا اعزاز واکرام آیاتِ قرآنی سے واضح کیا گیا ہے اور پھر قرآن وحدیث اور آثار سے رائے کا اظہار کیا گیا ہے پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ فاطمیہ یعنی سیّدہ غیر سیّد کے ساتھ اپنے ولی کی

Marfat.com

اجازت یا رضامندی کے بغیر شادی کر لیتی ہے تو اس کا نکاح منعقد نہ ہوگا اور اگر سیّدہ بالغہ غیر کفو میں شادی کرنے پر رضامند نہیں مگر ولی اس کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں شادی کر دیتا ہے تو از روئے شریعت محمدی ایسا نکاح بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اسے اپنے بارے میں سوچنے اور اپنی زندگی کا اہم فیصلہ کرنے کی پوری اجازت ہے لڑکی کے اسی اختیار کو تسلیم کرتے ہوئے تو نکاح سے پہلے دو گواہ اس کی رضامندی معلوم کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر سیّدہ اور اس کا ولی غیر کفو میں شادی ہو جانے پر رضامند ہیں تو وہ نکاح درست ہوگا۔ اس کے علاوہ جو سادات یا غیر سیّد یہ خیال کرتے ہیں کہ کسی سیّدہ کا نکاح غیر کفو میں ہو ہی نہیں سکتا، یہ قرآن اور حدیث کی رو سے ناجائز ہے یہ فقہاء احناف کا مسلک ہے اور اسی پر حضرتِ اعلیٰ گولڑوی کا فتویٰ ہے۔ حضرتِ اعلیٰ گولڑوی کے اسی فتوے کا تجزیہ کرتے ہوئے پیر صاحب نے بہت سی مثالیں دی ہیں تا کہ حقیقت ذہن نشین ہو جائے، ان امثلہ میں حضرت زینب بنتِ جحش کا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح اور شادی اور پھر سیّدہ امِ کلثوم (جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی بیٹی ہیں) کا نکاح سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ امام حسین نے، سیّدنا امام حسن کے بیٹے حسن مثنٰی کی وفات کے بعد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی پوتے حضرت عبداللہ سے نکاح فرمایا۔ لھذا ثابت ہوا کہ سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے ہونے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں، غیر اکفاء میں نکاحِ سیّدہ شرعاً حلال ہے۔

تعظیمِ رسالت: سورہ فتح کی آیت لتومنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ (یعنی اے لوگو! تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر تا کہ تم ان کی مدد کرو اور دل سے ان کی توقیر کرو) تعظیم میں ہر وہ عمل شامل ہے جس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور یہ حکم ہر زمانے اور ہر مسلمان کے لیے ہے جس کی کوئی حد اور قید نہیں۔

Marfat.com

تیسرے باب میں لفظ " سیّد " کے پس منظر اور اس کے استعمال پر بحث ہے اور " سید " اور " الشریف " میں جو فرق ہے اس کو واضح کیا گیا ہے کیونکہ عرب میں معزز و مکرم کے لیے الشریف بولا جاتا ہے اور اسی طرح اولادِ رسول ﷺ کے لیے بھی " الشریف " ہی بولا جاتا ہے جبکہ ہمارے ہاں ہند و پاک میں انہیں " سیّد " یا آلِ رسول کہا جاتا ہے لھذا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں بھی اولادِ رسول کے لیے " الشریف " ہی کہنا چاہیے نہ کہ سیّد۔ اس کے جواب میں حضرت پیر نصیر الدین شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سادات کے اجداد حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس امتیازی لقب سے نوازا تھا، یعنی جنابِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابنی ھذا سیّد فرمایا تھا اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سیّدۃ نسآء اھل الجنۃ فرمایا، اس کے برعکس ابنی ھذا شریف اور شریفۃ نساء اھل الجنۃ نہیں فرمایا"

اسمِ ذات:

علم و تحقیق سے وابستہ اہلِ علم و دانش اس بات پر متفق ہیں کہ حقیقتِ مطلقہ کا اسمِ ذاتی " اللہ " ہے جس میں کسی مکتبِ فکر کو اعتراض نہیں البتہ اہلِ علم میں جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ لفظ " اللہ " کا مشتق منہ یا اس کی اصل کیا ہے؟ اس سلسلے میں مفسرینِ کرام نے لفظ اللہ کے مشتق ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بہت طویل بحثیں کی ہیں اسمِ ذات اور حقیقتِ مطلقہ کی بحث میں لفظ " اللہ " کی اصطلاحی اور لغوی تعریف کرتے ہوئے سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی لکھتے ہیں کہ " گویا لفظ اللہ اسماءِ صفات کی مناسبت سے اسمِ ذات ہے اور ایسا اسم ہے جو ذات اور حقیقتِ مطلقہ کی نشاندہی کے لیے قریب تر ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ کوئی لفظ بھی درجۂ اطلاق اور ھُویّتِ محضہ کی مکمل ترجمانی نہیں کر سکتا "
کیونکہ:

ذہن میں جو گھر گیا لا انتہا کیوں کر ہوا
جو سمجھ میں آ گیا پھر وہ خدا کیوں کر ہوا

Marfat.com

باب چہارم میں خانقاہ کی اہمیت و کردار، خانقاہوں کے قیام کے حقیقی مقاصد اور اہلِ فقر کے آدابِ حضوری پر مفصل بحث ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ علماء کی محفل میں زبان سنبھال کر اور اولیاء کی محفل میں دل سنبھال کر بیٹھو۔ بقولِ بیدل بارگاہِ فقر کے حقیقی نذرانے ادب اور اخلاص و نیاز ہوتا ہے۔

تکبر کیا ہے؟ اس کے بارے میں امام غزالی کا نقطہ نظر واضح کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"نشۂ دولت واقتدار یا کسی اور وجہ سے کسی کی حق بات کو ٹھکرا دینا اور دیگر انسانوں کو اپنے آپ سے حقیر سمجھنا اصل تکبر ہے مگر تعزز، وقار، وضعداری، تمکنت، سنجیدگی اور متانت کو تکبر سے تعبیر کرنا درست نہیں "

باب پنجم میں رذائلِ اخلاق مثلاً ریا کاری اور حبِ جاہ وغیرہ پر مفصل بحث ہے۔ اسی باب میں ایک اور اہم مسئلہ آل اور اہل کی تحقیق ہے قرآن مجید، لسان العرب، ابنِ عربی کی فتوحاتِ مکیہ، الصواعق المحرقہ، فتاویٰ مہریہ از سیّد مہر علی شاہ، شرح العقائد اور مہرِ منیر کے حوالے سے آل اور اہل کی تحقیق کی گئی ہے۔ "اہلِ بیت" کے اطلاق کے سلسلے میں کچھ لوگ شک میں مبتلا ہیں اس باب میں مصادیقِ آل پر حضرتِ اعلیٰ گولڑوی کی تصریح بھی بیان کی گئی ہے جس میں انہوں نے ترمذی شریف کی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ آلِ محمد سے مراد سب مومن ہیں، اقارب واولاد وازواج سمیت، البتہ لغات میں اقارب وازواج کے معنی الگ الگ درج ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض مقامات پر آلِ محمد سے مراد وہ اقارب ہیں جن پر صدقہ لینا حرام ہے۔

درود شریف میں آل محمد سے مراد رسالت مآب ﷺ کی امت کے نیک اور

Marfat.com

پارسا لوگ ہیں، چاہے وہ اولاد میں سے ہوں یا نہ ہوں اور جو ان صفات سے عاری ہیں وہ آلِ محمد سے خارج ہیں۔

الغرض آل اور اولاد میں فرق یہ ہے کہ اولاد سے حقیقی اولاد ہی مراد ہے چاہے وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اس کے برعکس جب ہم آلِ فلاں کا لفظ استعمال کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ شخص (چاہے ایک ہوں یا زیادہ) اپنے جدِ اعلیٰ یا باپ کے علم و فضل اور دیگر خصائص وصفات کا بھی وارث ہے جبکہ اولاد کے لیے ضروری نہیں کہ وہ اپنے اجداد کے علوم وفنون اور کمالات وخصائص کی بھی وارث ہو، لھذا آلِ رسول یا آلِ اولیاء میں وہی افرادِ خانہ شامل ہوں گے جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اولیاءِ کاملین کے فضائل وصفات کے وارث ہوں۔ بے عمل اور جاہل افرادِ خانہ اس اعزاز سے خارج ہیں۔ پس لازم ہے کہ کسی صاحبِ علم وفضل بزرگ کی آل اور اس کے اہل واولاد کے فرق کو پیشِ نظر رکھا جائے اور تخصیص ہونی چاہیئے کہ آل میں کون لوگ شامل ہیں اور اولاد میں کون سے لوگ شامل ہیں اس فرق وامتیاز کی روشنی میں کسی بزرگ کی اولاد تو بہت زیادہ ہوگی مگر آل بہت قلیل۔

خانقاہی نظام یا سلاسلِ طریقت میں سب سے بڑا مسئلہ جانشینی کا ہے جس پر گیلانی صاحب نے سیر حاصل بحث کرتے ہوئے خانقاہی نظام کے نقائص بتائے ہیں اور بہتری کے لیے تجاویز دی ہیں اور خلافت وجانشینی کے لیے سب سے بڑی مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قریبی وارث یعنی سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ نامزد نہ فرمایا معلوم ہوا کہ روحانیت کی دنیا میں خونی رشتے نہیں بلکہ اہلیت اور استعدادِ جانشینی دیکھی جاتی ہے۔

جہاں تک خلافت وجانشینی کے معیار کی بات ہے تو قرونِ اولیٰ کا معیارِ خلافت عمر کے لحاظ سے بزرگی کے بجائے علم وفضل اور صُوری ومعنوی کمالات رہے ہیں۔ یہاں

Marfat.com

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ خلافتِ راشدہ اور خلافتِ طریقت کو ایک ہی خیال کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اہلِ طریقت میں جو خلافت و جانشینی کا سلسلہ ہے اس کی حیثیت خالص دینی ہے اور اس سلسلے میں خلفائے راشدین کا طریقہ خاص طور پر مشعلِ راہ بنایا جانا چاہیئے۔ دنیوی منصب کے لیے عموماً اور دینی منصب کے لیے خصوصاً ایسے آدمی کا انتخاب ضروری ہے جو اس منصب کے تقاضوں کو بہترین طریقے سے درجۂ کمال تک پہنچانے کی اہلیت واستعداد رکھتا ہو، جب خانہ پری کی خاطر کوئی منصب کسی نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو اس کے ایسے بھیانک نتائج سامنے آسکتے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

چھٹے باب میں آپ نے اپنے خانوادہ کا مفصل تعارف کروانے کے ساتھ ساتھ مریدوں کی اقسام کا بھی ذکر کیا ہے اور صاحبزادوں کا مزاج بگاڑنے میں مریدوں کا کردار کیا ہے اس بارے میں بھی بات کی ہے۔

باب ششم میں ہی سب سے اہم مسئلہ جو اس کتاب کی تالیف کا سبب بنا پر بحث کی گئی ہے اور قاری یا اعتراض کرنے والے کو گویا انگلی پکڑ کر ہر ایک حقیقت سے روشناس کروایا گیا ہے تاکہ کوئی ابہام نہ رہ جائے لہذا اس سلسلے میں پہلے اہلِ بیت کی ترکیبِ لفظی اور اس کے مصادیق کا ذکر ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ بیت میں سیّدنا امام حسن علیہ السلام، سیّدنا امام حسین علیہ السلام، سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، بناتِ طیبات اور ازواجِ مطہرات شامل ہیں اس لیے پہلے قرآن وحدیث کے حوالے سے اہلِ بیتِ کرام کے مقام و مرتبے کو واضح کیا گیا ہے۔

آیہ کریمہ ا۔ مایرید اللہ لیجعل۔۔۔لعلکم تشکرون (القرآن، ۵:۶)

۲۔ یرید اللہ لیبین لکم۔۔۔ویتوب علیکم (القرآن، ۴:۲۶)

درج بالا دونوں آیات میں جس تطہیر کا ذکر کیا گیا ہے وہ تمام اہلِ ایمان کو شامل ہے اور

Marfat.com

ظاہر ہے تمام اہلِ ایمان میں اہلِ بیتِ اطہار اور آلِ عبا بدرجۂ اولیٰ شامل ہیں، لھذا نہ تو صرف یہ ازواجِ مطہرات کے لیے اور نہ صرف آلِ عبا کے لیے، پس جو فریق اس کو صرف آلِ عبا کے لیے مخصوص سمجھتا ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو اس کو ازواجِ مطہرات کے ساتھ لازم گردانتا ہے وہ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

اسی طرح سورۂ احزاب کے تیسرے رکوع کی آیت ۳۔ یاایھا النبی قل لازواجك۔۔۔ بیوتکن سے بھی یہی بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالی کے احکامات جس طرح امت کے باقی افراد کے لیے واجب العمل ہیں اسی طرح ازواجِ مطہرات اور ان کی اولاد سب کے لیے واجب العمل ہیں کیونکہ آیاتِ قرآنیہ سب اہلِ ایمان کے لیے نازل ہوئی ہیں۔

پردے کا حکم جو کہ سورۃ احزاب میں ان الفاظ کے ساتھ آیا ہے کہ یاایھا النبی قل لازواجك۔۔۔ وکان اللہ غفوراً رحیماً اس میں بھی ازواجِ مطہرات، بناتِ طیبات اور تمام مسلمان عورتوں کو جہاں برابری سے مخاطب کیا گیا ہے وہاں یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ نساء المومنین کی عمومیت سے ازواج و بنات کو الگ کر کے بطورِ اعزاز و اکرام بھی خطاب کیا گیا ہے ورنہ مطلقاً یہی کہہ دینا کافی تھا کہ مسلمان عورت سے کہیئے کہ پردے کا اہتمام کریں، گویا ایک طرف جسطرح ازواجِ مطہرات اور بناتِ طیبات نساء المومنین کے ساتھ اس حکمِ عمومی میں برابر کی شریک ہیں دوسری طرف خصوصی طور پر یہ فرمانا کہ اپنی ازواجِ مطہرات اور دخترانِ پاک سے بھی فرما دیں، یہ بات باقی مسلمان عورتوں کے مقابلے میں امتیاز اور اختصاص پر دلالت کرتی ہے۔ اس آیتِ مبارک سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ "بنات" چونکہ "بنت" کی جمع ہے اور جمع تین سے زیادہ پر دلالت کرتی ہے اس لیے شیعہ کا یہ کہنا کہ رسالت مآب ﷺ کی دوسری بیٹیاں آپ ﷺ کی حقیقی اولاد نہ تھیں، قرآن کی رو سے یہ غلط ثابت ہو رہا ہے۔

Marfat.com

اسی طرح سورۃ احزاب کی آیت یٰنسآء النبی لستن کاحد من النسآء۔ الآخر (یعنی اے نبی کی ازواج مطہرات! تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند) غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سورۂ احزاب میں کئی مقامات پر ازواجِ مطہرات اور بناتِ طیبات کو دوسری مومنین عورتوں کے ساتھ یکساں مخاطب کیا گیا ہے لیکن یہ وہ امور تھے جن کا اطلاق ازواج اور بنات دونوں پر یکساں ہوتا ہے۔

چونکہ ازواجِ مطہرات کی اپنی ایک حیثیت ہے کہ رسالتمآب ﷺ کی ازواج ہیں، اس خصوصی نسبت کی وجہ سے ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ اگر چہ دینی احکام اور شرعی امور کے اعتبار سے دوسری مسلمان عورتیں آپ کے ساتھ برابر ہیں مگر آپ کو جو خصوصیت حاصل ہے وہ دنیا کی دوسری کسی عورت کو حاصل نہیں۔ لہذا آیتِ تطہیر کی جو غلط تشریح کی جاتی ہے اس کا جواب گیلانی صاحب یوں دیتے ہیں کہ:

مقصود دراصل تو ہے ازواج کی ذات شامل اس حکم میں ہیں ابناء وبنات
ہے آیۂ تطہیر کی تفسیر یہی ازواجِ مطہرات ہیں معصومات

چونکہ ازواجِ مطہرات کی عظمت نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اور نصِ قطعی کا منکر کفر کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے پیر صاحب فرماتے ہیں کہ:

جو منکرِ قرآن ہے مسلمان نہیں مومن تو وہ کیا ہو سکے انسان نہیں
ازواجِ نبی کو ماں نہ سمجھا جس نے اس شخص کا کوئی دین ایمان نہیں

اگر وہ خواتین جو رسالت مآب ﷺ کے دائرہ زوجیت میں آگئیں وہ اپنی ہم جنس خواتین سے انفرادی حیثیت اختیار فرما گئیں تو پھر وہ خونِ اطہر جو حضور ختمی مرتبت کے جسمِ اطہر کا ایک جزو ہے، اس کے بارے میں ایک بندۂ مومن کا دل کیا گواہی دے گا، اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے سیّدہ زہرا بتول رضی اللہ تعالی عنہا، جنابِ حسن رضی اللہ تعالی عنہ، جنابِ حسین رضی اللہ تعالی عنہ، جنابِ قاسم اور ابراہیم علیہم السلام اور

Marfat.com

خانوادۂ اہلِ بیت سے خونی اور نسبی تعلق رکھنے والوں کی عظمت وشان روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔

احادیث کی روشنی میں فضیلتِ اہلِ بیت کو نور الابصار، الصواعق المحرقہ اور بخاری شریف سے ثابت کیا گیا ہے طوالت کے پیش نظر ان احادیث کو یہاں پیش نہیں کیا جارہا جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ بیتِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ محبت رکھنا، ان کا ادب بجالانا اور ان سے ہدایت پانا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسبی تعلق کی وجہ سے ان کے ساتھ بھلائی کرنا، نبی کریم ﷺ کی رضا کا موجب ہے اور جو چیز نبی کریم ﷺ کی رضا کا ذریعہ ہے وہی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

اور یہ بات بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ جس نے اللہ کے رسول ﷺ کو ایذاء دی وہ اللہ تعالیٰ کی ایذاء کا باعث ہے۔

اهل السنة والجماعة کا اہلِ بیت کے بارے میں عقیدہ جاننے کے لئے میرزا عبدالقادر بیدل کا یہ شعر ہی کافی ہے:

باآلِ نبی ﷺ بندگیم ایمانی ست باصحابش ہماں نیاز جانی ست

لیکن بزبانِ ہندیاں می گویم ایں حرف، کہ دشمنِ علیؓ مروانی ست

(یعنی اولادِ نبی ﷺ کی غلامی میرے ایمان کا جزو ہے اسی طرح رسالت مآب ﷺ کے صحابہ کرام کے ساتھ میری نیاز مندی حقیقی اور جانی ہے مگر یہ بات میں اہلِ ہند کی زبان میں کہہ رہا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ کا دشمن صرف مروانی ہی ہوسکتا ہے یعنی جو بنی اُمیہ کا طرف دار ہوگا یا ان کے گُن گاتا ہوگا)

بابِ ہشتم میں سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے معاندین کا ذکر کرتے ہوئے ان کی شیخ عبدالقادر جیلانی سے دشمنی کی وجوہات بتاتے ہیں کہ ان کی دشمنی کی دو

Marfat.com

وجوہات بہت زیادہ اہم ہیں

ا۔ایک تو یہ کہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نے غنیّۃ الطالبین میں ان لوگوں کے عقائد کھل کر بیان فرمائے ہیں جو اہلِ بیتِ اطہار اور اصحابِ ثلاثہ سے بغض رکھتے ہیں۔

۲۔دوسری وجہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نے سرزمینِ بغداد کو 73 سال تک اپنے وجودِ مسعود سے شرف بخشا اور اس دوران آپ کے درس اور افتاء کا سلسلہ بھی بھرپور طریقے سے جاری رہا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسرِ منبر اصحابِ ثلاثہ کی دینی خدمات اور فضائل ومناقب بیان فرماتے رہے جبکہ اس زمانے میں معاندین اصحابِ ثلاثہ کا بھی بہت زور تھا اور آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک ان کے باطل عقائد کا رد فرماتے رہے لہذا یہ حضرات اس وجہ سے ان سے بغض وعناد رکھتے ہیں۔

باب گیارہ میں حضرت غوثِ اعظم کا سوانحی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔اس میں سب سے اہم چیز جو ذکر کی گئی ہے وہ سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد اور والدہ دونوں کے حوالے سے نسب ہے۔

علامہ سامرای کی کتاب الشیخ عبدالقادر الکیلانی حیاتہ وآثارہ کے مطابق سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا نسب والد کی طرف سے یوں ہے کہ:

"عبدالقادر بن ابوصالح موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ الزاہد بن
محمد بن داود بن موسیٰ بن عبداللہ المحض بن حسن المثنّٰی بن
الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین "

اسی طرح آپ کی والدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنتِ السیّد عبداللہ الصومعی کی طرف سے آپ کا نسب امام جعفر صادق بن محمد الباقر بن امام علی زین العابدین سے ہوتا ہوا سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

آپ کا نسب سیّدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ملتا ہے کہ آپ

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دادی صاحبہ جن کا اسمِ گرامی ام سلمہ ہے وہ امام محمد بن امام طلحہ بن امام عبداللہ بن امام عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کی صاحبزادی ہیں۔

علامہ یونس الشیخ ابراھیم السامرائی کی کتاب الشیخ عبدالقادر الکیلانی حیاتہ وآثارہ کے مطابق آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نسب سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ملتا ہے کہ آپ کے اجداد میں (سیّدنا غوث اعظم کی نویں پشت میں جد) عبداللہ المحض کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت فاطمہ بنتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما سیّدنا عبداللہ المحض کے والد (جن کا نام حسن مثنّیٰ ہے) کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ کے نکاح میں آئیں اور سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔

سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا نسب سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ملتا ہے کہ عبداللہ المحض کی والدہ جن کا نام سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ہے وہ سیّدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں۔

اسطرح سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی اور حسینی ہونے کے ساتھ ساتھ صدیقی، فاروقی اور عثمانی بھی ہیں۔

ایک اور تاریخی حقیقت یہ بھی ہے کہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن سیّدہ اُم کلثوم سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں لیکن اس کے باوجود ان کی اولاد سیّد نہیں کہلائے گی اور اسی طرح آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی دو صاحبزادیاں جو سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ کے نکاح میں آئیں ان کی اولاد بھی سیّد نہیں کہلائے گی۔

یہ خصوصیت سیّدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کے لیے ہے کہ آپ کی اولاد کا نسب رسالت مآب سے ملتا ہے نہ کہ حضرت علی سے لیکن شیخ محمد الصّبیان کی روایت کے

Marfat.com

مطابق جو حضرت امام جلال الدین کے الرسالۃ الزینبیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا کی اولاد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے لیکن سیّدہ فاطمہ الزہراء کی بیٹی کی اولاد یعنی سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے نواسے اور نواسیوں کے نسب میں یہ قاعدہ نہیں چلتا بلکہ ان کے نسب پر شریعت مطہرہ کا وہی عمومی قاعدہ لاگو ہوگا، جس میں اولاد بلحاظ نسب صرف اپنے باپ کے تابع ہوتی ہے۔اس کی دلیل نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان عالی شان ہے کہ:

"ہر ماں کی اولاد کا ایک جدی ولی ہوتا ہے، مگر فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد اس عمومی حکم سے مستثنٰی ہے؛ میں ان کا عصبی (جدی) ولی ہوں"۔

("نام ونسب" میں جو اہم علمی مسائل پر بات کی گئی ان کے مطالعہ کی یہ بہت ادنیٰ سی کوشش ہے امید ہے اس سے کتاب کا خاکہ ضرور سمجھ میں آ گیا ہوگا لیکن علمی، ادبی اور تحقیقی چاشنی پوری کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی مل سکتی ہے۔)

Marfat.com

راہ ورسمِ منزلہا

ڈاکٹر ظہور احمد ظہر

حضرت پیر نصیر الدین نصیر گیلانی، رحمۃ اللہ علیہ، نے اسلامی تصوف کے تعارف اور اس کے عصری یا جدید مسائل کے حل اور جوابات کے حوالے سے اپنی تصنیفِ لطیف کے لیے یہ نام منتخب فرمایا، دراصل یہ دیوان حافظ شیرازی، علیہ الرحمۃ، کی پہلی غزل کے ایک شعر کے دوسرے مصراع کا نصف آخر ہے، حافظ شیرازی کا شعر جس سے کتاب کا عنوان ماخوذ ہے اور جسے حضرت پیر صاحب نے اپنی اس پرمغز کتاب اور بے مثل تصنیف کے سرِ ورق کے بعد والے صفحہ اول کی زینت بنایا ہے، وہ یوں ہے:

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیرِ مغاں گوید　　کہ سالک بے خبر نبود، ز راہ و رسم منزلہا

جس کا مطلب ہے کہ اپنے پیر و مرشد کی مکمل اور بے چون وچرا اطاعت کر، اگر وہ حکم دے کہ اپنے مصلے یا جانماز پر بیٹھ کر یوں (روحانی) شراب نوشی کر کہ تیرا جانماز بھی (روحانی) شراب سے تربتر ہو جائے! وجہ اس کی یہ ہے کہ مرشد راہِ تصوف کی مختلف منزلوں کے نشیب و فراز اور قواعد وضوابط کو خوب جانتا ہے!

حافظ کا یہ شعر اہلِ تصوف وطریقت کی دنیا میں ضرب المثل اور زبان زدِ خلائق کی حیثیت اختیار کر چکا ہے مگر شاعر نے جو بات زبانِ مجاز میں کہی ہے اسے یار لوگوں نے "حقیقت" کا روپ ہی دے لیا ہے اور بقول کسے "مرشد پاک نے شراب پاک" نوش فرمانے کے لیے حافظ کے اسی شعر کو سند بنا لیا ہے، حضرت حافظ تو شاعرانہ اندازِ مجاز میں مرشدِ راہ کی مطلق اطاعت اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی ترجمانی فرما رہے ہیں، کیونکہ گوہرِ مقصود تک پہنچنے کے لیے رستے میں بڑی کٹھن منزلیں آتی ہیں اور ان کے رسم ورواج، نشیب وفراز سے مرشدِ کامل ہی آگاہ ہوتا ہے! خضرِ راہ جو کچھ کرتا ہے اس کی حقیقی حکمت اور پوشیدہ اسرار و رموز سے بحکمِ ربی صرف وہی آگاہ ہوتا ہے، خواہ پیروی

Marfat.com

کرنے والا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہی کیوں نہ ہو، اسے سوال پوچھنے اور ہر سوال کی علت دریافت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے! حق پرست، سچے اور سُچے صوفیۂ کرام نے مرشد کی اطاعتِ مطلقہ کا تصور سورۂ کہف کے اسی قرآنی حکم سے لیا ہے اور مرشد و مرید اور استاذ و تلمیذ کے درمیان حقیقی تعلقِ اطاعت کی یہی بہترین مثال بھی ہے، لیکن فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (اگر کسی بات کا علم نہ ہو یا وہ تمہارے فہم وادراک سے بالاتر ہو تو پھر مسلم اہلِ طریقت سے دریافت ہی کرلیا کرو) کا مرحلہ بھی ہے مگر یہ پختگی کے بعد آتا ہے کیونکہ تربیت کا نصاب مکمل ہونے یا پورا بیان یا لیکچر سننے سے پہلے ہی چون و چرا کے مشغلے شروع ہوجائیں تو نہ مرشد منازلِ سلوک سے گزار سکتا ہے اور نہ استاذ تفہیمِ درس کی منزل عبور کرسکتا ہے اسلامی تصوف میں مرشدِ کامل اور خضرِ راہ کی بلا چون و چرا پیروی کا یہی تصور ہے اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے تاہم صحیح و مسلم اسلامی تصوف، تزکیہ نفوس اور تعلیم و تربیت کے آداب و رسوم میں صرف خضری اور موسوی طریقہ تعلیم ہی کافی نہیں بلکہ اس میں "فاسئلوا اھل الذکر" (اہلِ ذکر سے پوچھو) اور پھر "السوال نصف العلم" (سوال کرنا تو تعلیم و تعلم کا نصف نصاب ہے) کا فرمانِ نبوی بھی ہے، اسی سے مرید و تلمیذ میں خوداعتمادی کے جوہر بیدار ہوتے ہیں اور وہ پیش آمدہ مسائل سے بخوبی آگاہ ہوسکتے ہیں، رسول اکرم ﷺ کے مکی عہدِ نبوت میں دارِارقم اور پھر مدنی عہد پاک میں صفۂ مسجد نبوی میں جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تزکیہ نفوس اور تعلیم و تربیت کے لیے آغاز کار میں خضری اندازِ تعلیم و تربیت ہوتا تھا، پھر سوال و جواب یا امرھم شوریٰ بینھم کا مرحلہ بھی آتا تھا، یہی مرحلہ تھا جس نے اس عظیم و جلیل جماعت اہلِ ذکر و فکر میں اعتماد اور جرأت پیدا کردی تھی مگر اس کے ساتھ ہی اطاعتِ مطلقہ کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا اور وہی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ما آتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا (رسول ﷺ جو کچھ دیں اسے

Marfat.com

تھام لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز آجاؤ) کی بھی زندہ مثالیں بن گئے تھے! اس عظیم و جلیل جماعت کا شورائی جمہوری انداز بھی منفرد تھا بلکہ بہترین اور تعمیری بھی تھا جسے کتابِ عزیز نے یوں بیان فرمایا ہے:

"الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ یعنی یہی وہ لوگ ہیں جو ہر بات کو کان لگا کر غور سے سنتے اور پھر جو بہترین رائے سامنے آتی ہے پیروی صرف اسی کی کرتے ہیں!" (گویا انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال، یہ دیکھو کہ کہنے والے نے کیا کہا، یہ مت سوچو کہ کس نے کہا ہے!) پر عمل تھا!

تو یہ ہے وہ زندہ و توانا اسلامی تصوف جو دارِ ارقم اور صفۂ مسجد نبوی سے تزکیہ نفوس اور تربیت کے رنگ میں ہمیں دربارِ نبوت سے ورثہ میں ملا! جس میں اعتدال ہے، توازن ہے، سرگرمی ہے، جذبۂ تبلیغ ہے اور جوشِ جہاد و اجتہاد بھی ہے! حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر میں اسلامی تصوف کا صرف خضری پہلو پایا جاتا ہے لیکن بات تصوف کے ذکری پہلو سے مکمل ہوتی ہے، مگر خضری پہلو کو بھی حضرت حافظ نے زبانِ مجاز میں بیان فرمایا ہے اور "عصری شعبدہ بازوں" نے اس مجاز کو بھی حقیقت کا رنگ دے لیا ہے اور کئی ایک مرشد پاک ایسے بھی سامنے آگئے ہیں جو اپنے حلقات میں واقعی شراب نوشی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اس لیے مریدوں کو "مرشد پاک" کی شراب پاک کو دل و جان سے ماننا پڑتا ہے، سیّد نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ مروج خانقاہی تصوف کو روایتی انداز سے نکال کر اصلی و حقیقی اسلامی تصوف کے زندگی بخش اور زندۂ جاوید اسلوب تک لانے کا قصد کیا تھا اس لیے حافظ کے اس شعر کو اپنے قارئین کے لیے فکر و تدبر کا سامان بنا دیا ہے! مقصود یہ ہے کہ مسلمان مفکرینِ تصوف اور روایتی تصوف

Marfat.com

کی دو انتہاؤں کو چھوڑ کر اسلامی تصوف کے توازن و اعتدال کی راہ پر آجائیں جو سچے مُربی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دارِ ارقم اور صفہ مسجد نبوی میں تزکیہ نفوس اور تعلیم و تربیت کے لیے اختیار فرمایا اور جس کے نتیجے میں وہ منتخب جماعت ابرار تیار ہوئی تھی جس کا ہر فرد اپنے عمل کا مردِ میدان تھا اور جس نے صرف ربع صدی میں اس وقت کی دو سپر پاورز -روم و ایران- کو راہِ راست دکھا کر قلیل سی مدت میں تین براعظموں پر مشتمل عظیم و بے مثال خلافت قائم کردی اور دنیا کو ایک ایسا تمدن اور نظامِ زندگی دیا جس کی آج بھی لوگ مثالیں دیتے ہیں اور اسے اپنے لیے کامیاب راہِ عمل کے طور پر اپناتے ہیں! آج ہمیں بھی یہی اسلامی تصوف مطلوب ہے جو پر جوش، پر عزم اور سرگرم و زندہ مسلمان پیدا کردے اور بھولی بھٹکی اسلامی دنیا خود بخود کشاں کشاں اس طرف آجائے خود فراموشی زندہ قوموں کا شیوہ نہیں:

آذان تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں روزانہ
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

حافظ کے اس شعر میں اسلامی تصوف کے صرف خضری پہلو (مطلق اطاعت مرشد و معلم) کا ذکر ہے اور زبانِ مجاز میں ہے مگر لوگوں نے اسے روایتی تصوف (بلکہ حقیقی معنی دیگر اور روایتی شعبدہ بازی کے) رنگ میں قبول کرلیا ہے، پیر صاحب دعوتِ فکر دیکر امت کو حقیقی اسلامی تصوف کی دنیا میں واپس لانا چاہتے تھے اور اس کی دلیل وہ آیتِ قرآنی اور وہ حدیثِ نبوی ہیں جو حافظ کے اس شعر کے بعد درج ہیں۔ آیتِ کریمہ ارقمی اور صُفی مرحلہ تزکیہ سے گزار کر یادِ خدا اور اقامتِ صلوۃ کی راہ پر ڈالنا چاہتی ہے تاکہ مسلمان کو تزکیہ نفس کے ذریعہ اس توازن اور اعتدال کی راہ پر ڈال دیا جائے جو اسلامی تصوف کی روح اور امتیاز ہے، وہ ہر قدم پر اپنے رب کو یاد رکھے تاکہ آدمیت کے اس محترم مقام پر فائز ہوسکے جو یادِ خدا اور خوفِ ربانی سے عبارت ہے بقول بہادر شاہ ظفر:

Marfat.com

ظفر آدمی اس کو نہ جانیئے گا وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اور نماز جو اصل میں ایک مقصودِ عبادت بھی ہے اور حصولِ مقصد کا ذریعہ بھی، وہ نماز جو مومن کی معراج بھی ہے اور اسے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر (نماز تو بلاشبہ گندی باتوں اور ناپسندیدہ اعمال سے بندۂ مومن کو باز رکھنے کا وسیلہ ہے) کا خوگر و پابند بھی بنانا چاہتی ہے، سیّد نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسلامی تصوف کی روح اور ماحصل بھی یہی ہے! وہ تصوف کو حافظ کے شعر والے ادھورے تصوف کے بجائے ارقمی و صُفی تصوفِ اسلام کے دائرے میں لانے کے قائل تھے جس میں وہی توازن واعتدال ہوگا جو مربی و معلم دارِ ارقم اور صفہ مسجد نبوی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے انسانیت کو عطا فرمایا اور جو متوازن و معتدل، پرعزم و پرجوش اور زندہ و سرگرم مسلمان تیار کرے اور ایک بار پھر دنیائے انسانیت کا مقدر سنوار سکے جیسے جماعتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ربع صدی کے اندر اس وقت کے انسان کا مقدر سنوار دیا تھا!

تزکیہ نفس، ذکر اللہ اور اقامتِ صلوۃ کے بعد صوفیہ صافیہ بندگانِ حق کی اگلی منزل احسان یا حسنِ عمل ہے، یہی حسنِ عمل ہے جسے ربِ کائنات جل جلالہ نے اپنی کتابِ عزیز قرآن کریم میں مقصدِ حیات قرار دیا ہے، گروہِ شیطان کی طرف میلان رکھنے والوں کے نزدیک مقصدِ زندگی اور کچھ بھی نہیں سوائے عیاشی اور فحاشی کے، جو حشر ونشر اور ثواب وعذاب کے تو قائل ہی نہیں ہوتے اور ظہیر الدین بابر بیچارے پر غالباً تہمت ہی کو اپنی زبانی دہراتے رہتے ہیں کہ "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست (یعنی بابر عیاشی کی کوشش کرلو کیونکہ تم نے دنیا میں دوبارہ نہیں آنا)" اس لیے یہ گروہ بھی دونوں جہانوں سے گیا، انسانوں کی ایک دوسری قسم بھی ہے جو زندگی کو ایک عذاب تصور کرتے ہیں اور خود کو بھی مجبور محض تصور کرتے ہوئے اپنی بے بہا و بے مثال زندگی کو

Marfat.com

قید اور وبال جانتے ہوئے اس سے خلاصی چاہتے ہیں، یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ:

لائی قضا، لے چلی چلے   اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

تصورِ زندگی سے متعلق یہ دو انتہائیں ہیں، جو ظاہر ہے حقیقت سے دور ہیں، زندگی نہ تو عذاب اور جبر ہے اور نہ عیاشی اور فحاشی، قرآن کریم کا تصورِ زندگی یہ ہے کہ مقصدِ حیات دراصل حسنِ عمل کا نام ہے، انسان کہیں بھی ہے، کتنے ادنی یا اعلی منصب ومقام پر ہے، بس جہاں بھی ہے اس نے حسنِ عمل کا مظاہرہ کرنا ہے، دیکھنے والے یہی کہیں کہ حکمران ہوتو ایسا ہو یا معمولی کارکن ہوتو ایسا ہو، رونا ہنسنا دونوں خوب ہوں تو بھلے ہیں ورنہ " کو جھے رونے نالوں چپ چنگی اے " (بھدے انداز میں رونے کے بجائے چپ رہو تو بہتر ہے) اور ماتم والے گھر میں دانت نکالتے ہوئے جانا کوئی حسنِ عمل نہیں، حسنِ عمل یہ ہے کہ موقع اور محل کے مطابق مناسب رویہ ہو تو حسنِ عمل ہے، اللہ جل شانہ نے چندروزہ زندگی کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: (سورت الملک آیت ۱۔۲):

"بابرکت ہے وہ ذات جس نے موت وحیات کا
سلسلہ اس لیے بنایا ہے تاکہ وہ تمہیں آزمائے اور یہ
دیکھے کہ تم میں کون ہے جو حسنِ عمل کا مظاہرہ کرتا ہے"

اور اسی حسنِ عمل پر ہر مومن مرد وعورت سے اللہ تعالی نے پاکیزگی کا وعدہ فرمایا ہے، چونکہ مقصدِ زندگی حسنِ عمل اور صلاح ہے اس لیے تزکی (پاکیزہ بن گیا)، ذکر اللہ (اس نے اللہ تعالی کو یاد کیا) اور صلی (اس نے نماز پڑھی) کے بعد حسنِ عمل کا مرحلہ آیا، جس کے لیے حضرت پیر صاحب نے اپنی تصنیفِ لطیف (راہ ورسمِ منزل ہا) کا ایک صفحہ حسنِ عمل کے لیے وقف کیا ہے لیکن یہاں مشہور ارشادِ نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام سے کام لیا ہے جس میں "احسان" (اچھا کام کرنا) کی وضاحت وتعریف کی گئی ہے اور یہاں لفظ "احسان" اسلام کے مقابلے میں حسنِ عبادت کے مترادف کے طور پر آیا ہے

Marfat.com

سائل نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ:

"اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ"

(یعنی احسان یعنی اچھا کام کرنا یہ ہے کہ تو اپنے اللہ کی اس طرح عبادت کر جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے، اگرچہ تو اسے دیکھ نہیں رہا (نہیں دیکھ سکتا!) مگر تو یہ تو یقین رکھ کہ وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے!)

عبادات کے نقطۂ نظر سے اسلامی تصوف کی یہ بلند چوٹی ہے! عابد کو کم سے کم یہ یقین ہو جائے کہ اس کا معبودِ حقیقی اسے یقیناً دیکھ رہا ہے، اہلِ علم و معرفت صوفیہ کرام تصوف کو احسان بھی کہتے ہیں، احسان کے معنی چونکہ اچھا کام کرنا، حسنِ عمل کا مظاہرہ کرنا اور حسنِ سلوک کرنا ہے تو اس لیے اسلامی تصوف میں بھی ان تمام باتوں کا پایا جانا ضروری ہے، اگر صوفی تزکیہ نفس کے مرحلے سے گزر کر قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (یعنی وہ شخص یقیناً فلاح پا گیا جو تزکیہ نفس کے مرحلے سے گزر کر پاکیزہ کردار کا مالک بن گیا) کے مرحلے سے نہیں گزرتا وہ تصوف اور حسنِ عمل کی دوسری منزل کو نہیں پا سکتا اور وہ ذکر اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہنے کی) منزل ہے! تزکیہ اور ذکر کے بعد صَلّٰی (اس نے نماز پڑھی) کی منزل آتی ہے اور نماز بھی ایک ایسا حسنِ عمل ہے جو گندی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتا ہے، یہ تین منازل طے ہو جائیں تو پھر اس کے بعد احسان کی منزل آتی ہے جہاں صوفی صافی کا ہر عمل حسنِ عمل بن جاتا ہے اور اس حسنِ عمل کا اجر و ثواب یہ ہے کہ صوفی کو اللہ تعالیٰ کے قرب میں عبادت کرنے کا موقع و مرتبہ نصیب ہو جاتا ہے! کیونکہ از روئے قرآن کریم ہم اپنے مادی اجسام اور اعضاء و جوارح کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ کو اس دنیاوی زندگی میں نہیں دیکھ سکتے، ہم اپنی عقل و حواس میں اللہ تعالیٰ کو کیسا بھی سوچیں وہ ذاتِ پاک ایسی نہیں ہوگی ارشادِ ربانی ہے:

Marfat.com

"لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار یعنی
ذاتِ باری تعالیٰ کا ادراک انسانی حواس نہیں کرسکتے!
البتہ وہ ذات پاک انسانی حواس کا ادراک کرتی ہے!"

اور یہیں سے پھر صوفی صافی کا مرحلہ احسان شروع ہوجاتا ہے! اس کا دل یہ قبول کرتا اور گواہی دیتا ہے کہ وہ ذات پاک جو قادرِ مطلق بھی ہے اور اس کی قدرتِ غالب کی راہ میں بھی کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوسکتی! بندۂ مومن کا دل اپنے رب کو اپنے اندر سمو لیتا ہے! اللہ رب العزت کا فخریہ فرمان ہے کہ مجھے نہ آسمان سمو سکے نہ زمین سمو سکی مگر میں اپنے بندۂ مومن کے دل میں سما گیا "وَسِعَنِی قَلْبُ عَبْدِی الْمُؤْمِنِ!" تو اللہ جل شانہ کے متعلق اپنے دل میں، اپنے باطن میں ایک روحانی کیفیت کا پیدا ہوجانا اور دل سے یہ پختہ یقین کرلینا کہ ہمارا رب قادرِ مطلق ہمیں دیکھ رہا ہے، ہمارا کوئی بھی عمل، کوئی بھی حرکت اللہ سمیع بصیر سے پوشیدہ نہیں، یہی احسان ہے، یہی حسنِ عمل ہے، یہی وہ منزل اور مرحلہ ہے جو تصوف اور طریقت کی راہ پر گامزن حق پرست وحق شناس صوفی کا گوہرِ مقصود ہے اسی احسان اور حسنِ عمل کی حضرت محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربِّ قدیر سے دعا مانگی ہے اور بڑی عاجزی اور تواضع کے ساتھ مانگی ہے کہ اللّٰھم! اَعِنِّی عَلیٰ ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ یعنی اے میرے اللہ! میری مدد فرما، مجھے توفیق بخش کہ میں تیرا ذکر کرسکوں، تیرا شکر کرسکوں اور تیری عبادت میں حسنِ عمل، اچھائی اور خوبصورتی کا انداز اختیار کرسکوں! میرے دل میں وہ ذوق وہ جذبہ، وہ صلاحیت پیدا فرمادے، جس میں تیری یوں عبادت کرسکوں جیسے میں تجھے دیکھ رہا ہوں! کم سے کم اس بات کا تو پختہ یقین ہو کہ اے میرے مولیٰ تو تو مجھے بلاشبہ دیکھ ہی رہا ہے! عبادت میں جب تک یہ کیفیت، یہ حسن وجمال اور یہ درجہ اور مقام نہ آئے وہ عبادت عبادت ہی نہیں ہوتی!

Marfat.com

تو یوں پیر صاحب نے یہ حدیثِ پاک اپنی اس تصنیفِ لطیف کے تیسرے صفحے پر درج فرما کر یہ اشارہ فرما دیا ہے کہ تزکیہ نفس، ذکر اللہ اور یقین و ایمان کے ساتھ ساتھ اس انداز کی نماز ادا کرنے کے بعد جب سالک و صوفی احسان کے مرحلے میں آئے تو اس کی عبادت تک میں یہ انداز، یہ رنگ ڈھنگ اور یہ دولتِ ایمان و یقین پیدا ہو چکی ہو کہ وہ جب اپنے رب کے حضور دست بستہ کھڑا ہو تو اپنے دل میں اپنے رب کو ایسے محسوس کرے جیسے وہ اسے اپنی روحانی قوت سے دیکھ رہا ہے یا کم سے کم یہ تو محسوس کرے کہ وہ قادر مطلق جو ہر شئے پر قادر ہے، جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس سے کائنات کا کوئی گوشہ، کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں، وہ مجھ حقیر کو بھی اپنی نظرِ کرم سے دیکھ رہا ہے! اللہ تعالی کے جس بندے کی عبادت میں یہ کیفیت اور یہ رنگ ڈھنگ پیدا ہو جائے وہی صوفئ صافی ہے، وہی حسنِ عمل کا مظاہرہ کرنے والا نیک بندہ ہے! پھر وہ اس انہماک سے، اس توجہ و استغراق سے اپنے رب کے حضور اس تصورِ مومنانہ کے ساتھ کھڑا ہو کہ یہ میری آخری عبادت ہے، اس کے بعد شاید مجھے کل کی نماز کے لیے مہلت ہی نہ مل سکے، اس لیے جلدی جلدی الٹا سیدھا ہونے کی بجائے ارکانِ نماز میں وہ ٹھہراؤ پیدا کرے، وہ انہماک اور توجہ ہو جو اس عبادت میں دلی سکون اور اطمینان کا باعث ہوتی ہے، پھر اس کی عبادت میں وہ انہماک اور استغراق پیدا ہو جائے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آقا ﷺ سے سیکھا تھا، پھر بندۂ مومن اور صوفئ صافی کی وہ نماز سامنے آئے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز تھی جس میں انہوں نے اپنے طبیب سے یہ فرمایا تھا کہ میرے جسم سے تیر کا یہ ٹکڑا ابھی مت نکالو جب میں اپنے رب کے سامنے اس حسنِ عبادت کے لیے کھڑا ہوں گا جو میں نے اپنے مصطفیٰ ﷺ سے سیکھی ہے تب تم یہ تیر کا دردناک ٹکڑا میرے جسم سے نکال لینا تب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی بلکہ پتہ بھی نہیں چلے گا جس نماز کا یہ انداز ہو جس میں بندۂ مومن کی یہ کیفیت ہو وہی نماز حسنِ عبادت اور حسنِ عمل کا درجہ

Marfat.com

رکھتی ہے اس انداز اور اس کیفیت میں بندہ اپنے رب کو سامنے محسوس کرتے ہوئے اس کی ہیبت اس کے خوف اس کے رعب سے خود کو قطعی طور پر بھول چکا ہوتا ہے جب وہ اپنے وجود کو ہی اپنے رب کے سامنے قطعی بھول چکا ہوگا تو اسے پھر درد کیسے محسوس ہوگا!

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور اہلِ بیت رسول ﷺ کی نمازوں میں بلکہ ہر عبادت میں یہی کیفیت پیدا ہونا ضروری تھا حتیٰ کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے فرزند حضرت محمد بن الحنفیہ کو ایک محاذ جہاد پر روانہ کرتے ہوئے جو وصیت اور نصیحت فرمائی تھی وہ بھی نمونہ ہے اور ایک بزدل سے بزدل انسان کو بھی شیر دل بنا سکتی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"اعر اللہ جمجمتك وتد فی الارض قدمك
تزول الجبال ولا تزل! یعنی اپنی کھوپڑی اپنے اللہ
کو ادھار دے دو یعنی اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر اپنے رب کو
پیش کر دو! گویا اب اس سر پر تمہارا کوئی حق نہیں رہا!
اپنے پاؤں زمین میں گاڑ کر ڈٹ جاؤ! پھر پہاڑ تو اپنی
جگہ سے ہٹ جائیں مگر تم نے اپنی جگہ سے ہرگز نہیں
ہٹنا!"

تو یہ ہے وہ انہماک اور وہ استغراق جو ہر عبادت میں پیدا ہونا ضروری ہے! مگر یہ کیفیت اور یہ انداز وہی بندۂ مومن وصوفیٔ صافی محسوس کر سکتا ہے جو تزکیہ نفس، ہر وقت اللہ کی یاد اور سچی نماز ادا کرنے کے مراحل سے گزر کر احسان یا حسنِ عمل کی منزل میں آ گیا ہو، وہی منزل حسنِ عبادت جو حضرت پیر صاحب ایک حق پرست، حق شناس اور حق نواز صوفی صاحب طریقت میں دیکھنا چاہتے ہیں، وہی انداز، وہی کیفیت اور وہی روح جو ہر قسم کی ریاکاری، بناوٹ اور تکلف سے پاک ہو! ان کے نزدیک یہی

Marfat.com

تصوف ہے، یہی احسان ہے اور یہی حسنِ عمل ہے جو اہلِ حق کا مطلوب و مقصود ہے!

اپنی اس کتاب کا چوتھا اور پانچواں صفحہ بالترتیب کتاب کے انتساب بنام حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور میرزا عبدالقادر بیدل علیہ الرحمۃ کے اس شعر سے مزین کرتے ہیں کہ:

از نقشِ ما حقیقتِ آفاق خواندنی ست   چوں موج کارنامۂ دریا نوشتہ ایم!

اور یہ دونوں چیزیں بھی حقیقی تصوفِ اسلامی کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی تصوف وجودی کی علامت اور اہلِ طریقت کی امامت کے مستحق ٹھہرے ہیں جو کم فہم بلکہ کج فہم اور کند ذہن حضرت شیخ کو نہیں سمجھ سکا یا دل و جان سے انہیں سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی وہ تصوف کی دنیا سے کیا لے گا؟ ابنِ عربی کی فکرِ نازک اور صائب جہاں تک پہنچی ہے اس کی بلندی ہی اتنی ہے کہ اس تک کوئی کم ہمت اور کم فہم پہنچ ہی نہیں پاتا اب اسے چونکہ انگور کھٹے نظر آنے لگتے ہیں اس لیے وہ ایک آسان رستہ اپنا لیتا ہے! از راہِ حسد و بغض شیخ تصوف و امامِ طریقت پر تہمتیں لگانے کو ترجیح دیتا ہے! ورنہ شیخِ اکبر واقعی اسلامی تصوف کی علامت اور اہلِ طریقت کی امامت کے مستحق ہیں! اسی لیے تو سیّدِ گولڑہ حضرت پیر مہر علی شاہ فتوحاتِ مکیہ کے درس سے اپنے مریدین کے دلوں کا تزکیہ فرماتے تھے اور حضرت پیر نصیر گیلانی بھی فتوحاتِ شیخ کو سینے سے لگائے رکھتے تھے! بلکہ میں اگر یہ کہوں کہ حضرت پیرِ جوان و جواں مرگ، رحمۃ اللہ علیہ، اور میرے تعلقات کو قریب سے قریب تر اور مضبوط سے مضبوط تر کرنے میں شیخ اکبر رحمہ اللہ، کی فتوحاتِ مکیہ کو ہمزۃ الوصل کی حیثیت حاصل ہے تو غلط نہ ہوگا، البتہ مجھے یہ اعتراف ہے کہ میں نے اس معرکۃ الآراء کتاب کو بالاستیعاب نہیں پڑھا، حالانکہ آج سے تقریباً چالیس سال قبل پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں فتوحات کے فارسی ترجمہ کا خوبصورت نسخہ دیکھا تھا جو برصغیر کے شیخِ اکبر علامہ محبّ اللہ الہ آبادی نے کیا تھا تو اس نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا تھا

Marfat.com

اور کئی دن تک جگہ جگہ سے اسے پڑھنا شروع کیا تو پڑھتا ہی چلا گیا اور دل نے یہ کہا کہ نہ صرف اس فارسی ترجمہ کو ایڈٹ کر کے شائع کیا جانا چاہیئے بلکہ اصل عربی کا بھی بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے، اس وقت مجھے یوں لگا کہ ہندی شیخ اکبر کا شیریں فارسی میں یہ خوبصورت ترجمہ اس قدر لذیذ اور پر لطف مطالعہ ہے تو پھر میری پسندیدہ ترین زبانِ عربی میں ابن العربی الاندلسی الشامی کی عربی اصل کے مطالعہ کا کیا حال ہوگا!

حضرت پیرِ جوان وجواں مرگ کو فارسی شاعر مرزا عبدالقادر بیدل سے بھی بڑا گہرا عاشقانہ لگاؤ تھا، اس عظیم فارسی شاعر کی عقدہ وری اور نکتہ سنجی نے پیر نصیر گولڑوی کے ذوق وشوق اور شاعری پر گہرا اثر ڈالا ہے، ان کی فارسی شاعری اور کلامِ بیدل کا تقابلی مطالعہ ایک دلچسپ اور مفید مطالعہ ہوگا اور کئی ایک کمالاتِ فن سامنے آئیں گے، "طلوعِ مہر" کے صفحات میں شعر بیدل کا ترجمہ وتشریح اور نصیر صاحب کی نکتہ سنجی ہمیشہ میرے لیے ایک دلچسپ مطالعہ ہوتا تھا اور اندازہ ہوتا تھا کہ میرے ہموطن ڈاکٹر عبدالغنی ملک نے جو اپنا وقت اور صلاحیت بیدؔل کو سمجھنے سمجھانے میں صرف کی تھی اور جس طرح وہ ہمیشہ بلکہ ہر وقت اس عظیم وجلیل شاعر کی ستائش وقدر شناسی میں رطب اللسان رہتے تھے وہ بلا وجہ نہ تھا بلکہ یہ ان کا ایک فریضہ اور ایک ضرورت تھی!

اب آتے ہیں راہ ورسمِ منزلہا کے تمہیدی صفحات واوراق میں سے چوتھے صفحے کی طرف اور حضرت بیدل کے شعر کا مطالعہ کرتے ہیں جو حضرت پیرِ جوان وجواں مرگ سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقصدِ تصنیف کی غمازی وترجمانی کرتا ہے، بیدل شاعرانہ فکر وتخیل کا وہ گہرا سمندر ہے جس میں بڑے بڑے غواص وغوطہ زن اترتے اور ڈوبتے رہتے ہیں، اور قسمت والے ہی گوہرِ مقصود لے کر تیرتے ہوئے کامیابی سے باہر آتے ہیں اس بحرِ عمیق وزخار کی شناوری پیر نصیر جیسے تیراک ہی کر سکتے ہیں، بات دراصل یہ ہے کہ فکر کی گہرائی اور تخیل کی بلندی کے ساتھ ساتھ حضرت بیدل کو قدرت نے

Marfat.com

ایک نادرو بدیع اندازِ اسلوبِ بیان بھی عطا فرمایا تھا جو الفاظ کی سادگی اور سہولت کے علاوہ پرکاری وا بتکار سے بھی متصف ہے، حضرت بیدل سادہ الفاظ کو بڑی مہارت اور چابکدستی کے ساتھ بہت ہی گہرے اور بلند معنی کا لباس بنا دیتے ہیں، یہی اسلوبِ بیان ہے جسے عربی بلاغت والے سَہلِ ممتنع کہتے ہیں یعنی جو بظاہر آسان لگے مگر درحقیقت ناقابلِ تقلید واتباع ہوتا ہے، فارسی اور اردو کے کئی ایک شعراء نے اس سہلِ ممتنع کی نقالی اور جگالی کرنے کی کوشش کی ہے مگر سعی لاحاصل ثابت ہوئی اور اپنا لباسِ شاعرانہ بھی تار تار کروا کر تھک گئے ہیں، میرزا بیدلؔ کے اس شعر کا پہلے اردو ترجمہ دیکھتے ہیں، باقی باتیں بعد میں ہونگی، وہ اس شعر میں فرما رہے ہیں کہ:

"اس کائنات کی داستان ہمارے قدموں کے نشانات
سے سننے کے قابل ہے، کیونکہ ہم نے بھی یہ داستان
اپنے قدموں کے نشانات سے اسی طرح لکھنے کی
کوشش کی ہے جس طرح دریا کی موج رواں اپنی رفتار
اور روانی سے دریا کے کارناموں کو ضبطِ تحریر میں لانے
کی کوشش کرتی ہے!"

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے خود کو نمایاں کرنا پسند فرمایا چنانچہ میں نے مخلوقِ کائنات کو پیدا فرما دیا! یہ معاذ اللہ ربِّ جلیل کی خودستائی نہیں اور نہ اس سے اس کی بے نیازی پر کوئی حرف آتا ہے بلکہ اللہ بدیع السموات والارض (آسمان اور زمین کو لاشئی سے پیدا کرنے والے) نے اپنے نظامِ قدرت کو چلانے کا فیصلہ فرمایا اور اس کے لیے کردار ادا کرنے والے ایکٹر اور ممثل درکار تھے جن میں سے سب سے اہم کردار آدم اور اولادِ آدم کا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین میں پہلے والی مخلوقات کا بدل اور خلیفہ یا جانشین بنا دیا تھا! اس طرح اس نظامِ کائنات کی

Marfat.com

تاریخ بنانے والے یہی انسان اوران کی اطاعت کرنے والی دوسری مخلوقات نہ ہوتی تو، یہ کائناتِ ارض وسما بے رنگ، بے نقش اور بے نتیجہ کے طور پر بے تاریخ اور بے داستان ہوتی، اگراس کائنات کا مشاہدہ کرنے والے انسان نہ ہوتے تو پھراسے کون دیکھتا؟ پھرتو جنگل میں مورناچتا رہتا اوراس سے لطف اندوز ہونے والا کوئی بھی نہ ہوتا! اگرآج اس کائنات کی حقیقت جاننا ہو، اس کی تاریخ پڑھنا ہو، اس کی کہانی سننا ہوتو یہ تاریخ اور یہ کہانی صرف اور صرف حضرتِ انسان کے نقوشِ پا اور کارنامے ہی ہوں گے اوراس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوگا، یہی بات بیدل فرمارہے ہیں کہ اگر کائنات کی حقیقت جاننا ہے، اس کی تاریخ پڑھنا ہے اوراس کی کہانی سننا ہے تو پھرصرف ہمارے نشانات پا اور عملی نقوش سے ہی یہ سب کچھ میسر آئے گا!

اسی طرح دریا بھی کوئی شیٔ نہیں، اصل چیز تو پانی کی موج ہے اگر یہ پانی اور اس کی امواج نہ ہوں تو یہ دریا تو ایک خاکدان ہے! اس کے پلے تو کچھ بھی نہیں! ان دریاؤں کے اپنے کارنامے نہیں یہ تو پانی کی موجیں ہیں جو دریا کو دریا بنارہی ہیں! اسی طرح یہ خلقِ خدا کے قدموں کے نشان ہیں جو کائنات کی داستان بنارہے ہیں! کائنات کی آفات، طوفانوں کی تباہ کاریاں، آتش فشانوں کی آتش باری اور دیگر مصائب کے سہارے بھی تو انسان ہی تاریخ بنارہا ہے! کیا کیا غرقِ دریا ہوا اور کب کب ہوا؟ یہ تو صرف پانی کی امواج کا مرہونِ منت ہے! تو کائنات کی حقیقت انسانیت کے نقوشِ پا اور دریا کے کارنامے اس کی موجوں کے محتاج ہیں!

حقائقِ داستانِ کائنات کے ضمن میں دریا کے کارناموں کے ذکر میں زندگی کے تسلسل کی طرف بھی اشارہ ہے! زندگی کا سلسلہ موت کے ساتھ ہی ختم نہیں ہوتا! موت تو ایک قدم ہے، ایک مرحلہ ہے اور ایک پل ہے جو دنیائے فانی سے اخرائے جاودانی کی طرف لے جاتا ہے، علامہ اقبال نے زندگی کے اسی تسلسل کو ایک بہتی ندی

Marfat.com

قرار دیا ہے جو ازل سے ابد تک یونہی جاری رہے گی، فرماتے ہیں:

زندگی جوئے روان است و روان خواہد بود　　　ایں مئے کہنہ جوان است و جوان خواہد بود

یعنی زندگی ایک بہتی ہوئی ندی ہے اور یہ یونہی جاری ہی رہے گی! یہ وہ پرانی شراب ہے! جو تازہ بھی ہے اور اسی طرح تازہ ہی رہے گی!

گیلانی علیہ الرحمۃ نے اپنی اس خوبصورت کتاب اور تصنیفِ لطیف کا عنوان حافظ شیرازی کے دیوان کی پہلی غزل کے ایک شعر سے مستعار لیا ہے اور پھر سرِ ورق کے بعد پہلے تمہیدی صفحہ پر اس غزل کا یہ مکمل شعر درج فرمایا، دوسرے صفحہ پر تزکیہ نفس، ذکر اللہ اور نماز کے متعلق سورت الاٴعلیٰ کی آیت 14-15 آتی ہیں، پھر تیسرا صفحہ احسان و تصوف کے متعلق حدیثِ پاک کے لیے مختص ہے، چوتھا صفحہ کتاب کو شیخِ اکبر کے نام معنون و منسوب کرنے کے لیے جبکہ پانچواں صفحہ بیدل کے شعر سے مزین ہے، ہماری بات انہی پانچ صفحات کی مندرجات کی توضیح و تشریح پر ختم ہوتی ہے، پیر سائیں کا کمال یہ ہے کہ اس انتخاب میں بھی انہوں نے وسعتِ مطالعہ اور اعلیٰ ذوق کا ثبوت دیا ہے ان تمہیدی باتوں سے ہی کتاب کے مقاصد بڑی خوبصورتی سے عیاں ہو جاتے ہیں، کتاب میں انہوں نے اسلامی تصوف کے تعارف، بنیادوں، دلائل، منکرین ومخالفین کو دندان شکن جوابات اور موافقین وقائلین کی معلومات کا جوہر اور نچوڑ پیش کیا ہے، وہ تسلسل کے ساتھ بات سے بات پیدا کرتے چلے گئے ہیں جو قدیم زمانوں سے اہلِ علم کا طریق رہا ہے، کتاب کے مفصل مطالعہ کے لیے پھر کبھی بات ہوگی کیونکہ:

"سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لیے"

Marfat.com

تاثرات

Marfat.com

یادیں ان کی مہکی مہکی

علامہ ممتاز احمد چشتی

چراغِ گولڑہ حضرت پیر نصیر الدین نصیرؔ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جامع الکمالات شخصیت تھے۔ آپ کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حسنہ کو ضبطِ تحریر میں لانا بہت ہی مشکل کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ فطری طور پر ذہین، فطین، طباع، نکتہ سنج، صاحبِ فکر ونظر، وسیع الظرف، قادر الکلام، احسن البیان، فصیح وبلیغ،، صبیح ملیح اور ادیب ولبیب تھے۔ آپ خاندانی نجابت وشرافت، عظمت وجلالت، وقار وتمکنت، صباحت وملاحت اور جاذبیت کا پیکرِ جمیل تھے۔

آپ اپنے جدِ اعلیٰ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وعرفان کا چراغ تھے۔ اپنے جدِ امجد حضرت قبلہ بابو جی پیر سیّد غلام محی الدّین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیادت ووجاہت اور شباہت کا نمونۂ کامل تھے اور اپنے والدِ گرامی حضرت پیر سیّد غلام معین الدّین مشتاق گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذوقِ ادب، شعر وسخن اور فصاحت وبلاغت کے آئینہ دار تھے۔ آپ کے والدِ گرامی اور خاص طور پر آپ کے جدِ امجد نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ فرمائی۔

راقم الحروف مارچ 1962ء میں جب آپ کے ساتھ اسباق میں شریک ہوا تو اس وقت آپ نظمِ فارسی اور صرف ونحو کے ابتدائی رسائل پڑھ رہے تھے۔ علامہ فتح محمد اعوان رحمۃ اللہ علیہ جو حضرتِ اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مرید اور علاّمہ غلام محمد گھوٹوی اور علاّمہ یار محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہما کے معتمد شاگرد تھے، آپ کی تعلیم وتربیت پر مامور تھے۔ حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ہر نئی کتاب بہ نفسِ نفیس شروع کراتے، دعائے خیر فرماتے اور مسرت کا اظہار کرتے۔ استادِ محترم وقت کی پابندی، اسباق کے تکرار، مطالعہ اور تعلیم کے دیگر لوازمات کا نہایت سختی سے خیال فرماتے، ان کی

Marfat.com

شبانہ روز محنت، احتساب اور نگرانی کے ثمرات جلد ہی سامنے آنے لگے اور حضرت پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تین چار سال کے عرصے میں نظمِ فارسی، صرف ونحو، فقہ واصولِ فقہ، منطق وفلسفہ، ادبِ عربی، بیان وبدیع، عروض وقوافی اور دوسرے علوم وفنون میں قابلِ رشک دسترس حاصل کر لی۔ اس کے ساتھ ساتھ استاذ القرّاء قاری محبوب علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے فنِ تجوید وقراءۃ میں بھی کمال حاصل کیا۔

آپ نے جلالین شریف، ہدایہ اخیرین اور موقوف علیہ کے زیادہ تر اسباق حضرت علاّمہ فیض احمد فیض رحمۃ اللہ علیہ مؤلفِ مہرِ منیر وسابق مفتی وشیخ الحدیث جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف سے پڑھے اور دورہ حدیث شریف بھی ان سے کیا۔

دورانِ تعلیم ہی حضرت پیر سیّد نصیر الدّین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اربابِ علم وفن اور اصحابِ فکر ونظر کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ وقت کے جید علمائے کرام ان کی مجلس میں تشریف لاتے اور علوم وفنون کے مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال ہوتا۔ غزالیٔ زماں حضرت علاّمہ سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ القرآن حضرت علاّمہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، رئیس المناطقہ علاّمہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ، مفسرِ قرآن جسٹس (ر) پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ، علاّمہ منظور احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ (جنڈاں والا) علاّمہ مفتی محمد حسین شوقؔ رحمۃ اللہ علیہ (پپلاں) علاّمہ فقیر سیّد احمد رحمۃ اللہ علیہ (صدر المدرسین جامعہ محمودیہ پپلاں) اور علاّمہ محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ بارہا ان کی مجالس میں تشریف فرما ہوتے اور پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان جلیل القدر علماءِ ربانی کے اعزاز واکرام میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔

آپ کی تصانیف اور خطابت کی نشر واشاعت ہوئی تو اہلِ علم ودانش کے جمِ غفیر نے انہیں پذیرائی دی اور آپ کے ساتھ ربط وتعلق استوار کیا۔ شیخ الحدیث علاّمہ سیّد حسین الدّین شاہ، صاحبزادہ علاّمہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری، صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، علامہ مفتی غلام مصطفیٰ رضوی، علاّمہ کوکب نورانی

Marfat.com

اوکاڑوی، علاّمہ حافظ محمد عبدالحکیم چشتی، علاّمہ قاری محمد اشفاق سعیدی اور علاّمہ محمد عمر حیات الحسینی آپ کے مداح اور تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے تھے۔

مذہبی ذہن رکھنے والے سیاسی قائدین میں علاّمہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، علاّمہ عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ، مجاہدِ اول سردار محمد عبدالقیوم خان (آزاد کشمیر)، علاّمہ صاحبزادہ سیّد حامد سعید کاظمی، مرکزی رہنما جماعتِ اہلسنت پاکستان الحاج محمد حنیف طیّب اور مخدوم محمد جاوید ہاشمی بھی کئی مرتبہ آپ کی مجالس میں آئے اور مختلف قومی وسیاسی امور پر بات چیت ہوئی۔

طالب علمی کے زمانہ سے آپ کو شعروسخن سے لگاؤ تھا، وقت کے مشہور و معروف شعراء وادباء سے مجلس رہتی اور ان سے تبادلۂ خیال معمول بن گیا تھا آپ نے عنفوانِ شباب ہی سے شعروسخن کے میدان میں بڑی مضبوطی سے قدم جمائے اور فارسی، عربی، اردو اور دوسری زبانوں میں اپنی شاعری کا سکہ جما دیا۔ آپ شاعرِ ہفت زبان تھے اور آپ کے دیوان اور مشاعرے آپ کی ادبی برتری، فضیلت اور تفوق کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

میں اس موضوع پر بحث نہیں کرسکتا البتہ اس سلسلہ میں ایک حیرت افزا واقعہ بیان کرتا ہوں "جب اربابِ شعروسخن اور اصحابِ علم وفن کثرت سے آپ کے ہاں وارد ہونے لگے اور آپ کی غزلیات اور اشعار مجالس میں پڑھے جانے لگے تو استادِ محترم علاّمہ فتح محمد اعوان رحمۃ اللہ علیہ نے سختی سے اس کا نوٹس لیا۔ وہ اس بات پر سخت متعجب اور متفکر رہتے کہ شب وروز کے اکثر اوقات میں نگرانی کے باوجود یہ شعروسخن کے لیے وقت کیسے نکال سکتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے لوگ انہیں شعر لکھ کر دیتے ہیں اور یہ مجالس میں اپنے نام سے پڑھ دیا کرتے ہیں۔ استادِ محترم کے اس خیال کو بعض دوسرے اَحباب اور اَغیار کی تائید بھی حاصل ہوگئی اور انہوں نے طے کرلیا کہ اس سربستہ راز سے پردہ کشائی نہایت ضروری ہے۔ اس بارے میں پیر نصیر الدّین شاہ صاحب کو سرزنش، ڈانٹ ڈپٹ، تنقید، جواب طلبی، بزرگوں کی پیشی اور بہت کچھ طعن، تشنیع کا سامنا کرنا پڑا مگر دن بدن کام زیادہ

Marfat.com

تیز ہوتا گیا۔ آخر ایک دن فیصلہ کن مرحلہ آ پہنچا۔ دن کے ٹھیک گیارہ بجے جب حضرت قبلہ بابو جی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت قبلہ لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ رہائش گاہ سے دربار شریف روانہ ہو جاتے تھے اس وقت استادِ محترم نے خلافِ توقع حکم فرمایا، کتابیں بند کرو اور ایک طرف رکھ دو پھر ارشاد فرمایا نصیر الدّین! دیکھو میں تمہارا بدخواہ نہیں ہوں مجھے سو فیصد یقین ہے کہ اتنی شدید تعلیمی مصروفیت میں تم یہ شعر و اشعار قطعاً خود نہیں لکھ سکتے۔ تمہیں دوسرے لوگ لکھ کر دیتے ہیں اور تم اپنی دکان چمکاتے ہو۔ سنو! آج میں فیصلہ کر کے اٹھوں گا۔ کاغذ نکالو قلم تمہارے پاس ہے دو سے تین گھنٹے تمہیں وقت دیتا ہوں حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فارسی شعر کے وزن پر ابھی مجھے شعر لکھ کر دکھاؤ ورنہ پھر یا تم رہو گے یا میں رہوں گا۔

حضرت کا وہ شعر یہ ہے:

سینہ مالا مالِ درداست و بجوید ہر دمے　　درد بر دردِ دگر زخمے بجائے مرہمے

راقم الحروف سے فرمایا تم اس کے قریب نہ بیٹھو کچھ دور جا بیٹھو! یا جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو میں نے اٹھتے وقت حضرت پیر سیّد نصیر الدّین نصیرؔ گیلانی سے خوش طبعی اور دلجوئی کے انداز میں کہا، شعر لکھنے کا بہترین موقع آپ کے ہاتھ آ چکا ہے، وقت مقرر ہو گیا ہے استادِ محترم عصائے موسوی ہاتھ میں لیے آپ کے گرد گردش کر رہے ہیں اب ہمت کریں اور اپنی صلاحیت کو بروئے کار لائیں۔ اس بات پر آپ بڑے مسکرائے اور مجھے فرمایا تم یہاں ہی رہو میں فارغ ہو جاؤں تو پھر چلے جانا۔ وہ منظر مجھے آج تک نہیں بھولتا کہ استاد صاحب کبھی آپ کے پاس آ کر کھڑے ہو جاتے اور کبھی چکر لگاتے رہتے، قصہ کوتاہ ڈیڑھ گھنٹے کے قریب وقت گزرا تو پیر صاحب نے مطلوبہ وزن پر ایک فارسی غزل لکھ ڈالی اور استادِ محترم کی خدمت میں پیش کر دی۔ میں بھی آ گیا! استاد صاحب بڑے غور و فکر اور حیرت و تعجب سے اشعار پڑھ رہے تھے تو ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

استاد صاحب طبیعت کے سخت اور پکے ضرور تھے مگر منصف مزاج تھے۔ مجھے

Marfat.com

مخاطب ہو کر فرمایا:

خیر یار! "اے کچھ کر لیندا اے"

یعنی یہ کچھ کر لیتے ہیں۔

استادِ محترم کا عقدہ حل ہو گیا، طعبیت کا بوجھ اُتر گیا اور نہایت نرمی کے انداز میں فرمایا:

"نصیر الدین! اس کے باوجود کہ تم شعر لکھ لیتے ہو میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ زیادہ تر توجہ اپنی تعلیم کی طرف رکھو میری یہ باتیں میرے مر جانے کے بعد تمہیں سمجھ میں آئیں گی اور پھر اس کے بعد استادِ محترم نے کبھی آپ کو شعر و سخن کے بارے میں سرزنش کی نہ طعن و تشنیع کے الفاظ فرمائے۔"

حضرتِ اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی غزل کے وزن پر جو غزل آپ نے اس وقت فی البدیہہ لکھی اس کا مطلع یہ ہے۔

اے کہ یادت مونسِ ہر بیدلے در ہر غمے　　اے کہ نامت برزبانِ ماغریبان ہر دمے

حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جرأت مند، بے باک اور نڈر انسان تھے۔ حق شناسی، حق گوئی، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے جواہر ان کی فطرت اور خمیر میں تھے۔ کوئی طاغوتی طاقت، کوئی وقتی مصلحت اور غیر اللہ کا خوف انہیں اظہارِ حق سے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے اسے برملا کہتے اور کسی قیمت پر کہنے سے باز نہ آتے، وہ بڑے بڑے حکمرانوں، دنیا داروں، وڈیروں، جاگیر داروں اور ارب پتی سرمایہ داروں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرتے، ان کے آس پاس عموماً علماء، صوفیاء، طلبہ، غرباء، مساکین اربابِ علم و فن اور ناقدانِ شعر و سخن دیکھے جاتے۔ ان کے ہاں کسی صاحبِ اقتدار کو پذیرائی ملتی نہ پروٹوکول دیا جاتا۔

Marfat.com

آپ کے متعلق ایک غلط فہمی اور غلط نظریہ بہت پھیلایا گیا کہ آپ متکبر، مغرور، خود پسند اور خود ستائی کے خوگر ہیں۔ حق بات کو ٹھکرا دیتے ہیں اور کسی کو کچھ نہیں سمجھتے۔

زمانۂ طالب علمی کے مسلسل پانچ برس پھر ان کے وصال تک 47 سال کا طویل عرصہ راقم الحروف ان کے قریب رہا مجھ سے زیادہ ان کے مزاج سے کون واقف ہوسکتا ہے؟ میں ذاتی تجربے اور طویل مصاحبت و رفاقت کی روشنی میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ طبعی طور پر منکسر المزاج تھے، عجز و نیاز کے پیکر تھے اور حق سننے کے خوگر تھے، دلائل کی روشنی میں نقطۂ نظر کو قبول کرنا ان کا طریقہ تھا۔ البتہ وہ کسی بات کو دھونس، دھاندلی، سینہ زوری، روایتی اندازِ تفہیم و تبلیغ محض بزرگی اور بڑے پن کی بنیاد پر کسی بات کو تسلیم کروانے اور منوانے کے قائل نہ تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب کبھی کوئی مسئلہ زیرِ بحث ہوتا اور میں شرعی دلائل اور حوالہ جات سے اس کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا تو وہ فوراً تسلیم کر لیتے اور اگر کسی بات پر بزرگانِ دین کے اقوال و افعال کی بھرمار کی جاتی تو وہ فرماتے: مولانا آپ نے بھی پڑھا ہے کہ دلائلِ شرعیہ، قرآن وسنت، اجماع اور قیاسِ شرعی ہیں پھر آپ یہ باتیں کیوں پیش کرتے ہیں؟ ہاں اگر قرآن وسنت سے ان کی تائید ہے تو سر آنکھوں پر، گولڑہ شریف، ملتان یا کسی دوسرے مقام پر جب میں ان کے ہمراہ ہوتا تو وہ اپنے خطاب سے قبل مجھے ضرور خطاب کا حکم دیتے، دوسرے علماء وخطباء بھی پہلے ضرور خطاب کرتے اور آپ کے بارے میں تعریف و توصیف کے بہت کلمات کہہ جاتے مگر میں مختصر الفاظ میں ان کا ذکرِ خیر کرتا جب خطاب کے بعد نشست ہوتی تو فرماتے مولانا! آپ بالکل ٹھیک کرتے ہیں۔ یہ لوگ کام حد سے بڑھا دیتے ہیں مجھے یہ بالکل پسند نہیں اور طبیعت پر انقباض ہوتا ہے۔ حضور ختمی مرتبت، خلفاء راشدین، اہلِ بیتِ پاک بشمول ازواجِ مطہرات، اصحابِ عظام اور بزرگانِ دین خصوصاً جناب غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی حضرتِ اعلیٰ پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بابو جی پیر سیّد غلام محی الدین گیلانی رحمہ اللہ علیہ کے بارے میں انہوں نے رباعیات اور دیگر منظوم کلام کے ذریعے جو اظہارِ عقیدت کیا وہ ان کے عقیدے کی صحت اور پاکیزگی اور حسنِ اعتدال کا نمونہ کامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں بین الاقوامی شہرت وقبولیت عطا فرمائی تھی وہ زبان و بیان کے میدان کے شہسوار تھے، عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوہر تابدار اور حق گوئی وصداقت کی بے نیام تلوار تھے اندرونِ ملک ان کے خطبات کا یہ عالم کہ ہزاروں، لاکھوں افراد کا مجمع ان کی مٹھی میں ہوتا اور بیرونِ ملک سینکڑوں ٹی وی اسٹیشنز ان کے خطابات کو نشر کرتے اور کروڑوں انسان ان کے کلام سے مستفید ہوتے۔

حضرت پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ساٹھ سال سے کم عمر میں تصنیف وتالیف، تقریر وتحریر، تبلیغ وارشاد اور اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کے حوالے سے بین الاقوامی سطح پر جو کام کیا وہ صدیوں کی محنت ومشقت سے بھی سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ خانقاہی نظام کی مصروفیات، معاشرے کی کٹھن زنجیروں اور اَحباب واغیار کی ریشہ دوانیوں کے طوفان میں جس طرح وہ سینہ سپر ہو کر میدان میں ڈٹ گئے اور طاغوتی قوتوں کے برپا کئے ہوئے فتنوں کا دلیری سے مقابلہ کر کے ان کا رخ موڑ دیا بلاشبہ یہ ان کی اولوالعزمی، استقامت، مردانگی، دلیری اور جرأت رندانہ کی بین دلیل ہے۔ وہ میدانِ کارزار کے آدمی تھے۔ مکالمہ، مباحثہ، مقابلہ اور مناظرہ ان کی عادتِ ثانیہ تھی۔ وہ حالات کی ناسازگاری سے گھبرانے والے نہ تھے بلکہ ناسازگار حالات میں ان کا جوش

Marfat.com

اور ولولہ مزید قابلِ دید ہوتا تھا۔ وہ علاّمہ اقبال کے اس شعر کا مصداقِ کامل تھے۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب   یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

وہ علم و تحقیق کے دلدادہ تھے روایتی مشائخ کی مسند نشینی، تقدس مآبی، سہل انگاری اور آرام پرستی کا ان کے ہاں کوئی تصور نہ تھا۔ وہ کتابوں کی دنیا میں مگن، مطالعہ کے سمندر میں غوطہ زن اور علوم وفنون کے مباحث ومشاغل میں ہمہ تن مصروف رہتے اور دوسری مصروفیات ومشغولیات کی یلغار ان کو علمی مشاغل سے نہ روک سکتی، وہ مسلسل کئی گھنٹوں، پہروں بلکہ شب وروز اور مہینوں تک کتب کی ورق گردانی، مباحث کے علمی جائزے اور مطالب کی دریافت میں منہمک رہتے۔ جب بھی ان کے ساتھ ملاقات ہوتی یا وہ سال میں دو تین مرتبہ ملتان تشریف لاتے تو اکثر و بیشتر علمی موضوعات، منطق ومعقول کے مباحث، احادیث کے تعارض، فقہاء کے اقوال، علمِ تفسیر کے نکات، لغوی تحقیقات اور صوفیاءِ محققین کے منظوم ومنثور کلام زیرِ بحث رہتے۔

صحیح بات یہ ہے کہ معاصرت، رفاقت اور مجالست کے حجابات نے ہمیں ان کی معرفت سے محروم رکھا وہ ہماری غفلت ومسامحت بلکہ بے خبری، بے حسی اور ناشناسی کے تنگ وتاریک دور میں داغِ مفارقت دے گئے۔ اب ہماری بے بسی اور بے کسی کا یہ عالم ہے کہ:

"نہ راہِ رفتن نہ جائے ماندن"

زیادہ کیا لکھوں آپ کے پردہ پوش ہونے سے حسن کے جلوؤں کی روشنیاں ماند پڑ گئیں، آتشِ عشق کے شعلے مائل بہ خمود ہو گئے، علم وفن کے چراغ بجھ گئے اور شعر وسخن کی محفلیں ویران ہو گئیں، اب زبان وبیان کی وہ جولانیاں کہاں، اَب قرطاس وقلم کی وہ روانیاں کہاں، اَب تجوید وترتیل سے تلاوت کی سرمستیاں کہاں، اب عشق ومحبت کے بازار کی وہ سرگرمیاں کہاں، اب محافل کے مناظرِ وجد وحال کہاں، اب گفتگو میں وہ نکتہ

Marfat.com

سنجی کہاں، اب کلام میں وہ جادو بیانی کہاں، اب ذہنوں میں وہ خیال کہاں، اَب لوحِ جبیں میں جلال کہاں، اب صورت میں وہ جمال کہاں، اَب سیرت میں وہ کمال کہاں، اَب ہونٹوں پر وہ سوال کہاں، اَب ویسی قال و مقال کہاں، اَب سوز کہاں، اَب ساز کہاں، اَب رونقِ عشقِ مجاز کہاں، اَب نعت میں وہ اعجاز کہاں، اَب غزل کا وہ انداز کہاں، سادات کا وہ انداز کہاں، ، اسرار کا محرمِ راز کہاں، توحید کی وہ آواز کہاں، آواز میں دردو گداز کہاں، اَب عشقِ رسولِ حجاز کہاں، اَب جذبِ بلال وایاز کہاں، وہ ذکرِ اذان ونماز کہاں، اَب قصۂ زلفِ دراز کہاں، اَب عجز کا وہ انداز کہاں، وہ آلِ نبی سا اعجاز کہاں، اصحابِ نبی سے وہ ربط کہاں، ہے ربط تو نظم وضبط کہاں، اب اہلِ اللہ کا شوق کہاں، اب اُن کے فیض کا ذوق کہاں، اب فرقِ تاج وطوق کہاں، ادراکِ تحت وفوق کہاں، اَب ویسے موضوعات کہاں، اُن موضوعات پہ بات کہاں، وہ گزرے ہوئے لمحات کہاں، اوقات کہاں، دن رات کہاں، اب شام وسحر کی دھوم کہاں، وہ شمس وقمر وہ نجوم کہاں، الفاظ میں وہ مفہوم کہاں، درگاہ میں وہ مخدوم کہاں، وہ مسندِ فقر کی آن کہاں، درویش صفت سلطان کہاں، وہ علم کہاں، عرفان کہاں، وہ صدق وصفا کی جان کہاں، اشعار میں وہ تاثیر کہاں، افکار میں وہ تنویر کہاں، انوار میں مہرِ منیر کہاں، آفاق میں پیر نصؔیر کہاں؟

☆☆☆☆☆

Marfat.com

خوش درخشید و لے شعلۂ مستعجل بود

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

میں نے زندگی میں کئی ایک بزرگانِ دین اور اصحابِ طریقت کو دیکھا ہے، ان کی باتیں بھی سنی ہیں، ان کی محافلِ ذکر میں بھی شرکت کی ہے، ان کے زہد و عبادت کو بھی قریب سے دیکھا ہے، اپنے مریدوں کو پند و نصائح اور تلقین کرنے کے مناظر بھی سامنے آئے ہیں، عوام الناس سے ان کا برتاؤ بھی مشاہدہ میں آیا اور ان کے عملی کردار سے بھی واقفیت حاصل ہوئی مگر ان میں سے کسی نے مجھے اس قدر متاثر نہیں کیا جتنا "پیرِ جوان اور جواں مرگ" حضرت نصیر الدین نصیرؔ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور کردار سے میں متاثر ہوا! لوگ کہتے ہیں اور بالکل سچ کہتے ہیں کہ سیّد نصیرؔ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے جدِ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ تصویر اور نقل بمطابق اصل تھے، آستانہ گولڑہ شریف کی "اصلِ ثابت" اور گلِ سرِ سبد پیر مہر علی شاہ ہم مسلمانانِ برِ صغیر کے چوٹی کے رہنماؤں میں سے تھے، علم و فضل اور تصوف و طریقت کے بامِ عروج پر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی دینی و ملی خدمات ناقابلِ فراموش بلکہ قابلِ فخر بھی ہیں، اگرچہ انہوں نے حصولِ علم کی بہت سی منازل میرے علاقے وادیٔ سون سکیسر کے ایک گاؤں میں طے کیں اور وہاں اپنی بے شمار شیریں و خوشگوار یادیں چھوڑ گئے مگر انہیں دیکھنے کا شرف مجھے نصیب نہیں ہوا، تاہم ان کے علم و فضل اور شعر و ادب اور ملی و دینی خدمات کے نقوش ان کی تصانیف و نگارشات کے توسط سے، لوگوں کی زبانی اور برِ صغیر کی اسلامی تاریخ میں آفتابِ گولڑہ شریف کی روشنی اور چمک دمک کی شکل میں دیکھا ہے اس لیے پیر نصیر الدین نصیر گیلانی علیہ الرحمۃ کو دیکھ کر یقین ہو گیا کہ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ یقیناً ایک

Marfat.com

عظیم ہستی تھے جن کی اولاد میں سے نصیر گیلانی بھی ہیں!

سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو میں "پیرِ جوان" اور "جواں مرگ" اس لیے کہتا ہوں کہ جس عمر میں وہ اپنے متوسلین اور عقیدتمندوں کو داغِ مفارقت دے گئے اور جہانِ فانی سے جہانِ بقا کو سدھار گئے ہیں وہ جوانی کی عمر ہی ہوتی ہے، زیادہ سے زیادہ آپ اسے ادھیڑ عمر کہہ سکتے ہیں، لوگ تو ساٹھے بھی پاٹھے ہی ہوتے ہیں اور ساٹھ سال کے بعد بھی "ابھی تو میں جوان ہوں! ابھی تو میں جوان ہوں!" کے نعرے بلند کرتے ہوئے نہیں تھکتے، پچاس کی دھائی تو جوانی کی "جاتی بہار" (چاندی بہار) شمار ہوتی ہے! پھر ان کی صحت، اٹھان اور شان بان بھی تو جوانوں والی تھی! ان کا نورانی چہرہ تو سدابہار جوانی والا چہرہ تھا، رفتار میں گفتار میں اور رعب وجلال کے ساتھ ساتھ حسن وجمال میں بھی وہ گرجتے، برستے، اچھلتے، لپکتے جوان ہی تو تھے! ہمارے "پیرِ جوان" کو کسی بدنیت اور بدخواہ کی نظر کھا گئی!

انہیں پیرِ جوان اور جواں مرگ کہنے کا ایک جائز اور معقول سبب یہ بھی ہے کہ میں نے اس مہتابِ گولڑہ شریف کو سب سے پہلے آغازِ جوانی اور عنفوانِ شباب کے موسم میں ہی دیکھا، یہ غالباً 1976ء یا 1977ء کی ایک صبح تھی، ایم اے عربی کی ایک کلاس میں لیکچر سے فارغ ہو کر حسب معمول اپنے گرو گھنٹال اور پیر مغان ڈاکٹر وحید قریشی کے "آستانہ غالیہ" پر حاضر ہوا تھا، چائے نوشی کا معرکہ گرم تھا، مجھے بھی "عالمِ ضحکاتی" کی اس محفلِ طربناک میں شرکت کا پروانہ ملا تھا، قریشی صاحب اس وقت پنجاب یونیورسٹی کے "اورینٹل کالج" میں نئے نئے ڈین بنے تھے، وہ ان فانی لمحات میں اپنے عالمِ ضحکات ومضحکات کی محفلِ طربناک میں ضحک وطرب کی اونچی منزلوں میں ہوتے تھے، بات بات میں لطائف کا انبار، جگت بازی کی بھرمار اور طنز ومزاح کی آبشار بنے ہوئے ہوتے تھے! اس وقت ان کی ہر بات لطیفہ ہر سانس قہقہہ کا رنگ لیے

Marfat.com

ہوئے ہوتی تھی، ان کی ہر بات پہ ہنسی آتی تھی، ہنسنے کا کوئی خاص موقع یا سبب نہ بھی ہوتا تو سب کو ہنسنا ہی پڑتا تھا کیونکہ ہر بات کی تکمیل کا مرحلہ ایک "وحیدی قہقہ" ہوتا تھا جس پر سب حاضرین کا نہ ہنسنا بد ذوقی یا خلافِ ادب سمجھا جاتا تھا!

داخل ہوتے ہی میری نظر ایک اجنبی نوجوان پر جم کر رہ گئی! میں بھی اس وقت جدید عربی زبان و ادب کے اسسٹنٹ پروفیسر سے ایسوسی ایٹ پروفیسر کے درجہ میں نیا نیا سرفراز ہوا تھا اس لیے جوان ہی تھا! ڈاکٹر قریشی صاحب نے نووارد مہمان سے میرا تعارف کرایا اور کہا کہ "یہ پاکستان کے معروف عربی دان ہیں، آپ نے 1974 میں لاہور کی اسلامی سربراہی کانفرنس کا حال اور پھر جلسۂ عام میں قذافی سٹیڈیم لاہور میں لیبیا کے صدر کی تقریر کا ترجمہ تو سنا ہی ہوگا، یہ ترجمہ انہوں نے ہی کیا تھا!" یہ سن کر وہ اجنبی نوجوان مسکراتے ہوئے اٹھا اور بڑے پرتپاک طریقے سے مصافحہ کیا اور بتایا کہ "اس فقیر کو غلام نصیر الدین نصیر گولڑوی کہتے ہیں!" یہ تھی پہلی ملاقات اور اس کا رنگ جو معرکہ چائے نوشی کے اختتام کے ساتھ ہی ختم ہوگئی، گولڑہ شریف تو بچپن سے ہی سنتے آرہے تھے نصیر گیلانی صاحب کا نام بھی سن رکھا تھا، اب اس ملاقات نے پیر صاحب کے حسن و جمال اور رعب و جلال نے بھی اپنا گرویدہ بنالیا تھا، غالباً پیر صاحب بھی مجھ سے واقف تھے اور کچھ وحید قریشی صاحب نے بھی ایک رو میں بہک کر میرا تعارف کرادیا تھا اور یہ رو اس وقت تقریباً پورے پاکستان میں چل رہی تھی کم سے کم لاہور شہر کا تو بچہ بچہ اس رو سے آگاہ تھا اور 1974ء سے اسّی کی دہائی کے نصف اول تک یہ رو چلتی ہی رہی تھی! پنجاب یونیورسٹی کے اربابِ بست و کشاد بھی کم سے کم میری عربی دانی کے اعتراف پر تو مجبور ہو ہی گئے تھے، ورنہ بقول حفیظ جالندھری:

اہلِ زباں کب مانتے تھے حفیظؔ   مانا نہیں منوایا گیا ہوں میں!!

سیّد نصیر گیلانی علیہ الرحمۃ میں دو خوبیاں ایسی تھیں جن کی مثال آج کے کسی پیر

Marfat.com

اور "صاحبزادہ" میں شاید تلاش ہی کرنا پڑیں، صاف گوئی اور وضعداری! وہ صاف گوئی اور حق پرستی میں شمشیرِ برہنہ تھے! اس معاملہ میں لحاظ، خوف ملامت یا جھجک ان میں تھی ہی نہیں! اسی طرح وضعداری بھی مروت کے اعلیٰ درجوں میں تھی چنانچہ اگلی ملاقات کے سلسلے میں اورینٹل کالج تشریف لائے تو "آغوشِ حیرت" کا قیمتی تحفہ ساتھ لائے اور نہایت تواضع اور خاموشی کے ساتھ کتاب مجھے پکڑا دی جیسے ان کے ذمہ میرا کوئی قرض تھا یا کوئی رازدارانہ و بزرگانہ امداد تھی کہ دائیں ہاتھ سے دیتے ہوئے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہونے پائے! استاذ گرامی پروفیسر عبدالعزیز میمن علیہ الرحمۃ کے جو ارشادات اور پندونصائح حرزِ جان ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کتاب کی بھی ایک زکوۃ ہوتی ہے اور وہ یہ کہ نئی کتاب ہاتھ میں آئے تو اسے بغور دیکھو اور پھر اگر پڑھنے کے قابل لگے تو پوری تسلی سے پڑھو، ایسا کرنے سے وہ کتاب پھر خود بتاتی ہے کہ میرے بارے میں کیا کرو؟ یعنی میرے خلاف یا میرے حق میں کچھ نہ کچھ کہو یا لکھو اور میں اس پر عمل ضروری سمجھتا ہوں!

حضرت پیر صاحب سے تیسرا سامنا یا ملاقات تو تاریخی بلکہ تاریخ ساز ہے، میں بہاول پور جانے کے لیے لاہور کے پرانے ایئر پورٹ میں داخل ہو رہا تھا جبکہ پیر صاحب باہر نکل رہے تھے، ان کے ساتھ صوفی محمد افضل فقیر بھی تھے جنہیں میں "پیرالا پیار" یعنی پیروں کا پیر یا بڑا پیر کہہ کر گلے ملتا تھا! نصیر گیلانی صاحب نے مجھ سے یہ لقب پہلی بار بلکہ شاید زندگی میں پہلی بار سنا تھا! بہت محظوظ ہوئے اور کافی دیر مفت کی دادو تحسین کا سلسلہ جاری رہا، پھر یہ گیلانی صاحب کی گفتگو کا حصہ بن گیا، جب بھی ملتے اکثر پیرالا پیار کے بارے میں سوال کرتے کہ وہ آئے یا نہیں اور آج کل کس قصیدہ کے سلسلے میں جوئے شیر لانے میں کوشاں ہیں؟! صوفی محمد افضل فقیر صحیح معنی میں اسم بامسمی تھے! انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے فارسی زبان کا امتحان ایم اے بڑے امتیاز کے

Marfat.com

ساتھ پاس کیا تھا! بڑے مخلص انسان تھے اور بڑے بے نیاز فقیر تھے! عربی، فارسی، اردو، پنجابی میں شعر کہتے تھے، عرب کے فحول شعراء حتیٰ کے سبع معلقات کے شعراء سے بھی ٹکرا جاتے تھے! ایک دفعہ جاہلی دور کے شاعر عنترہ کے دالیہ کے پیچھے پڑ گئے اور بڑی مدت تک زور لگاتے لگاتے کچھ شعر کہہ ہی ڈالے! ذخیرہ الفاظ اور مشورہ کے لیے مجھے بھی ستاتے رہے، گیلانی صاحب سے ملاقات میں بھی اس بات کا ذکر کیا تو فرمانے لگے: " کوئی بات نہیں پیاسا اگر کنویں کے پاس آئے تو یہ اس کا قصور نہیں بلکہ خوبی اور خوش بختی ہے!" میں تو یہ سن کر خاموش ہو گیا مگر پیرالا پیار کا چرچا ہوتا ہی رہا! ایک روز گرمی کے موسم میں گیلانی صاحب نے فون کیا، فرمایا کہ تجھے اپنے پیرالا پیار کے بارے میں کچھ علم ہے؟ میں نے قدرے گھبرا کر پوچھا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے؟ فرمانے لگے میں ابھی ابھی ان کا جنازہ پڑھ کر آ رہا ہوں وہ تو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ہیں!

صوفی افضل فقیر علیہ الرحمۃ دنیا سے چلے گئے مگر گیلانی صاحب سے اکثر اوقات جب بھی ملاقات ہوتی پیرالا پیار کا استعمال ضرور ہوتا، یہ دراصل ایک مخلص دوست کے ذکرِ خیر کا بہانہ تھا! حتیٰ کے یونیورسٹی آف فیصل آباد کے یادگار مشاعرہ "مناقبِ اہلِ بیت" کے موقع پر آخری ملاقات میں بھی ذکر آیا اور فرمانے لگے: اب آپ مجھے ہی پیرالا پیار کہہ دیا کریں! میں نے عرض کیا: گیلانی صاحب یہ گستاخی میں کس طرح کرسکتا ہوں! آپ تو واقعی میرے پیر ہیں! میں تو آپ میں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و احتشام جلوہ گر دیکھتا ہوں! آپ تو سیّد السادات ہیں! اس پر ان کی رگِ شاعری پھڑک اٹھی اور اقبال کا شعر زبان پر آ گیا:

سیّد السادت مولانا جمال　　　زندہ از گفتار او سنگ و سفال

اور سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی سیّد جمال الدین افغانی کی طرح ایک شعلہ بار خطیب تھے! ان کے ارشادات بھی واقعی مردہ دلوں کو زندگی اور سوئے

Marfat.com

ہوئے غافلوں کو جگا کر تڑپا دیتے تھے!

ایک مرتبہ مرشدِ لاہور سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر منعقد ہونے والے مشاعرہ کی صدارت کے لیے گیلانی صاحب تشریف لائے، عزیز مکرم ڈاکٹر طاہر رضا بخاری اس وقت اوقاف پنجاب کے ڈائریکٹر مذہبی امور تھے! ان کی طرف سے دعوت اور گیلانی صاحب کی آمد مجھے بھی کشاں کشاں داتا دربار لے گئی! پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمام شعراء کا کلام سن کر جانا! بیچ میں اٹھ کر بھاگ نہ جانا! چنانچہ "بطورِ ضمانت" گیلانی صاحب نے ازراہِ کرم مجھے بھی تکیہ صدارت کی اوٹ میں اپنے ساتھ بٹھا لیا: میں قدرے شرمندہ اور حیرت زدہ سا تھا! فرمانے لگے گھبرایئے نہیں آزمائش بھی زندگی کا حصہ ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور شاہراہِ پاکستان کے علاوہ دو سڑکیں اور بھی داتا صاحب کے دربار کو سلام کرتی رہتی ہیں، ایک تو یہ سامنے شیش محل روڈ ہے جہاں ہمارے دوست اور "اہلِ حدیث صوفی" جناب پروفیسر سیّد ابوبکر غزنوی کا "آستانہ وھابیہ" ہوتا تھا اور دوسری سڑک کو موہنی روڈ کہتے ہیں! اے جی آفس لاہور کے ایک کلرک صاحب یہیں کہیں اسی روڈ پر رہتے تھے! ایک مدت تک میں بھی موہنی روڈ پر کرایہ کے ایک مکان میں رہتا رہا ہوں! بدقسمتی سے ان کلرک صاحب پر شاعری کا بھوت سوار ہو گیا تھا مگر بہت بری طرح بلکہ بلاوجہ سوار تھا! وہ آتے جاتے مجھے ہی گھیر کر کھڑا کر دیتے تھے اور "عرض کیا ہے" کی خشت باری بلکہ چٹان باری شروع کر دیتے تھے، میں بچ بچا کر شیش محل روڈ والا راستہ اختیار کرتا تو وہ نیولے کی طرح سر نکال کر وہاں بھی نمودار ہو جاتے! مگر مجھے یہ نہیں پتہ تھا کہ ایک روز یہی آزمائش شیش محل روڈ یا موہنی روڈ کے بجائے عین داتا دربار کے جوار میں میری منتظر ہوگی! لیکن یہ کوئی اس قسم کی آزمائش نہ ثابت ہوئی بلکہ سیّد نصیر گیلانی کے "صدارتی کلام" نے تمام بوریت اور تھکاوٹ دور کر دی!

Marfat.com

تاہم گیلانی صاحب بھی مجھے اکثر آزمائش میں ڈالتے ہی رہتے تھے مگر یہ انہی کی برکت تھی کہ میں ہر آزمائش میں پورا اترتا تھا دراصل بات یہ تھی کہ وہ مجھے صرف عربی زبان ہی نہیں اسلامی علوم کا بھی "عالم و ماہر" سمجھتے تھے! چنانچہ ملاقاتوں میں اکثر کسی نہ کسی لفظ یا مسئلہ کی بات ہو جاتی لیکن انہیں دیکھ کر اور سن کر کچھ نہ کچھ جواب نکل ہی آتا اور وہ پھر میری علمیت اور مہارت کے متعلق مزید غلط فہمی کا شکار ہو جاتے! بعض اوقات رات ہو یا دن فون پر دریافت فرماتے اور حسنِ اتفاق سے جواب نکل ہی آتا اور یوں میرا تکا تیر بن کر لگ ہی جاتا! اللہ تعالیٰ کی رحمتیں قبر و حشر میں ان پر نازل ہوتی رہیں وہ آخری وقت تک مجھ ہیچمدان کو اسی "علمیت و مہارت" کے باعث اپنی شفقت اور کرم نوازی سے اپنی محبت کے قابل سمجھتے رہے!

یہ گیلانی صاحب کی عظمت اور بڑا پن تھا کہ وہ اکثر میرے غریب خانے کو شرف بخشتے رہتے تھے، پنجاب یونیورسٹی کے نیو کیمپس پر، پھر سلطان باہو ہاؤس جوڈیشل کالونی لاہور اور پھر یونیورسٹی آف فیصل آباد میں تشریف لاتے رہتے تھے، جو لوگ ان کے پاؤں چھونے کو بھی ترستے تھے وہ حیران ہوتے تھے کہ پیر صاحب ایک حقیر سے پروفیسر کے غریب خانے پر آجاتے ہیں! مگر یہ کسی کو پتہ نہ تھا کہ یہ ان کی تواضع اور وضعداری تھی!

ایک بار گیلانی صاحب پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس والے میرے مکان پر تشریف لائے، میری بیٹی اس وقت چھٹی ساتویں کی طالبہ تھی وہ پیر صاحب کو سلام کرنے آئی اور کہنے لگی میں اپنی راولپنڈی والی خالہ کے ساتھ گولڑہ شریف دربار پر آئی تھی، میں نے آپ کو دیکھا تھا! آپ عورتوں سے دور بھاگے جا رہے تھے ہم آپ کو سلام کرنا چاہتے تھے مگر ممکن نظر نہ آیا مگر آج آپ میرے گھر تشریف لائے ہیں تو میں آپ سے دعا اور نصیحت کی درخواست کرتی ہوں! پیر صاحب نے ازراہِ شفقت اور تواضع فرمایا کہ بیٹی!

Marfat.com

تمہارے اپنے گھر میں گنگا بہتی ہے تمہیں میری کیا ضرورت ہے؟! بس پڑھائی میں محنت کرو اور جو پوچھنا ہو اپنے والد صاحب سے پوچھ لیا کرو! میں تو خود ان سے کچھ نہ کچھ پوچھنے کے لیے ہی آتا ہوں!"

یہ اس وقت کی بات ہے جب میاں نواز شریف پنجاب کے چیف منسٹر تھے چنانچہ حضرت پیر صاحب کو سلام کرنے کے لیے میرا منجھلا بیٹا اور قدرے شرارتی بیٹا (علی اظہر) ڈرائنگ روم میں آیا اور سلام و مصافحہ کے بعد ہنستے ہوئے کہنے لگا: "پیر صاحب آپ کل بھی تشریف لائے تھے اور آج بھی ہمیں شرفِ ملاقات بخش رہے ہیں! کہیں آپ میرے ابو کو ساتھ لے جانے کا پروگرام تو نہیں رکھتے؟!"

گیلانی صاحب نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ بچے کو دعا دی اور کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: "کاکا! آپ کے والد ہیں تو ساتھ رکھنے کے لیے مگر میں ایک یونیورسٹی پروفیسر کو یرغمال بنا کر قوم کے جوہرِ قابل کو ان کے فیض سے محروم کرنے کے حق میں نہیں ہوں! البتہ یہ درست ہے کہ میں کل بھی آپ کے والد صاحب سے ملنے کے لیے آیا تھا، آج بھی آیا ہوں اور شاید کل یا پرسوں بھی آنا پڑے! بلکہ ان سے ملنے تو آتے رہنے میں ہی مجھے خوشی محسوس ہوتی ہے حالانکہ تمہارے وزیرِ اعلیٰ نواز شریف صاحب تین چار دن سے مجھے ملنے کے لیے آنا چاہتے ہیں مگر میں انہیں وقت نہیں دے رہا! میرے نزدیک علم کے لیے چل کر آنا کسی صاحبِ اقتدار کو وقت دینے سے زیادہ افضل اور قیمتی ہے!!"

دراصل پیر نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دوسری مرتبہ تشریف لانا میرے لیے ایک نئی اور مشکل آزمائش کا پیش خیمہ تھا! اس سے پہلے کل والی ملاقات میں انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ: "میں اب کے مدینہ شریف کی زیارت کے دوران میں وہاں سے شیخ اکبر ابن العربی کی فتوحاتِ مکیہ کا سات جلدوں پر مشتمل سیٹ لیکر آیا ہوں مگر اس کی فہارس یا انڈیکسز میری سمجھ سے باہر ہیں! میں کئی ایک علماء اور پروفیسرز کے پاس جا چکا ہوں مگر ان

Marfat.com

میں سے کوئی بھی میری مشکل حل نہیں کر سکا! یہ فہارس کسی کو سمجھ ہی نہیں آ رہیں مگر آپ میری مشکل حل کر سکتے ہیں!!"

اس وقت تو میں نے لاابالیانہ انداز میں بلکہ احمقانہ انداز میں کسی مشکل کا تصور یا احساس کیئے بغیر یونہی حامی بھر لی تھی مگر آج جب فتوحات کا وہ مطبوعہ نسخہ دیکھا تو ایک بار تو لرز گیا! یوں لگا کہ جیسے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی گئی ہے! فہارس دیکھ کر پسینے چھوٹ گئے! میں نے عرض کیا:" حضرت! اس کے لیے شاید کچھ وقت صرف کرنا پڑے!"

گیلانی صاحب نے بڑی فراخدلی سے فرمایا:" آپ ایک مہینہ لے لیجئے! اگلے ماہ میں نے پھر لاہور آنا ہے اس وقت تک بھی اگر نہ ہو سکے تو آپ جب کہیں گے میں سمجھنے کے لیے آ جاؤں گا!"

میں نے دل میں کہا کہ میرے پاس ایک ماہ دو ماہ کا وقت کہاں ہے؟ اور وہ بھی ایک کتاب کی فہارس سمجھنے اور سمجھانے کیلیے؟ اس لیے میں نے عرض کیا:" حضرت میں کل ہی ان شاء اللہ یہ کتاب لے کر آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہو جاؤں گا!"

حضرت پیر صاحب فرمانے لگے:" نہیں نہیں آپ تکلیف نہیں کریں گے! کام مجھے ہے میں ہی حاضر ہوں گا!"

دراصل مجھے ڈر تھا کہ شاید میں یہ معما حل نہ کر سکوں اور پیر صاحب تشریف لائے اور کام نہ ہو سکا تو یہ انتہائی شرمندگی کے ساتھ ساتھ گستاخی بھی ہو گی! اس لیے اگر مجھے حاضری کی اجازت فرما دیں تو چپ چاپ کتاب قیام گاہ تک پہنچا آؤں گا اور ساتھ ہی ایک چند حرفی معذرت نامہ بھی لکھ کر صاحبِ خانہ کو پکڑا کر بھاگ آؤں گا! اس طرح شرمندگی اور گستاخی سے بچ جاؤں گا! مگر پیر صاحب کا اصرار تھا کہ میں ہی آؤں گا آپ نہیں آئیں گے! بس آپ فون پر مجھے دن اور وقت بتا دیجئے گا!

Marfat.com

اس روز پیر صاحب کافی دیر غریب خانہ کو رونق بخشتے رہے ہم نے عصر اور مغرب کی نمازیں ایک ساتھ پڑھیں! مغرب کی نماز کے بعد جب تشریف لے جانے لگے تو میرا حلق خشک ہو چکا تھا اس لیے کہ بچنے کے کسی بہانے کی گنجائش ہی نہیں تھی! بس اتنا عرض کر سکا کہ کل شام اسی وقت آپ پھر غریب خانے کو شرف بخشیں گے! صبح میں آپ کو فون بھی کر دوں گا!!

پیر نصیر الدین نصیر صاحب جب لاہور تشریف لاتے تو اکثر اوقات بھائی بشارت صاحب کے دولت خانے کو رونق بخشتے جو آغا خان روڈ پر روزنامہ جنگ لاہور کی عمارت کے پچھواڑے میں واقع ہے اور یا جناب عزیز الحق قریشی صاحب کے ہاں قیام فرماتے تھے! فتوحاتِ مکیہ کا جو نسخہ آپ مدینہ شریف سے خرید کر لائے تھے وہ قاہرہ کا مطبوعہ نسخہ تھا جو علامہ ڈاکٹر ابوالوفاء تفتازانی کی تحقیق اور فہرست سازی کا کارنامہ ہے، ڈاکٹر تفتازانی سے مجھے کئی بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے، وہ قاہرہ کی عظیم و مشہور دانش گاہ "قاہرہ یونیورسٹی" کے نائب رئیس الجامعہ یا ڈپٹی وائس چانسلر رہے ہیں، انہوں نے مصری اہلِ طریقت وتصوف کی ایک انجمن بھی بنا رکھی تھی جس کے صدر اور کرتا دھرتا وہ خود ہی تھے: اس اللہ کے بندے نے فتوحات کے اس ایڈیشن پر محنت کرنے میں ایک عمر صرف کی ہے، مختلف خطی نسخے دنیا بھر سے جمع کیے اور ایک منقح اور محقق نسخہ مرتب کیا ہے، فنی فہارس مرتب کرنے میں بڑی ہنرمندی اور ایک انوکھے اسلوب سے کام کیا ہے، آیات، احادیث، اقوال وامثال، اشعار واعلام کی فہارس تو سبھی بناتے ہیں مگر ڈاکٹر تفتازانی مرحوم نے الفاظ وحروف کی فہارس بھی بنا دی ہیں، اگر کوئی لفظ یا حرف آپ کے ذہن میں ہے تو اس کی مدد سے آپ فہارس کے ذریعہ فتوحاتِ مکیہ کو چھان پھٹک سکتے ہیں! جس طرح انگلی کی ایک ضرب سے آپ کمپیوٹر کی سکرین پر سب کچھ لے آتے ہیں، اسی طرح علامہ تفتازانی کی فنی فہارس بھی کتاب کے تمام اسرار و رموز کو آپ کی نظر میں

Marfat.com

لے آتی ہیں!

یہ گرمیوں کے ماہِ مئی کی ایک شام تھی، گیلانی صاحب کو الوداع کہا اور میں ایک پاجامہ اور بنیان کے ساتھ شیخ اکبر کی عظیم الشان علمی وفکری کاوش کے حضور بسملہ اور صلوٰلہ کے بعد مؤدب بیٹھ گیا! اسی حال میں بارہ ایک بجے رات کا وقت آ گیا، پسینے چھوٹ رہے تھے بجلی کے پنکھے بھی تپش اور حرارت کو ٹھنڈا کرنے مین ناکام نظر آ رہے تھے اس دوران میں پانی پینے کے لیے خود کو اجازت دے رکھی تھی، چائے یا کھانا بالکل بند تھا! بیوی نے دو تین مرتبہ کھانے کے لیے کہا مگر میرے پاس جواب کے لیے بھی وقت نہ تھا! آخر بیوی نے قدرے بیزاری اور ترحم کے انداز میں کہا: "یہ پیر صاحب آپ کو کس جادو میں گرفتار کر گئے ہیں!!" مگر زبان نہ کھل سکی! جبکہ نظر اور ہاتھ دونوں ہی شیخ اکبر اور تفتازانی کے کارناموں سے الگ ہونے کو گناہ سمجھتے تھے! آخر کار راز کھل گئے! فہارس کی سمجھ آ گئی! تب جا کر عشاء کی نماز کے بعد کھانا کھانے کی نوبت آئی!!

پیر سیّد نصیر گیلانی علیہ الرحمۃ کے جو معمولات میرے علم میں تھے ان کے مطابق روز کی شب بیداری ان کا معمول تھا! عشاء کے بعد سے نمازِ فجر کی ادائیگی تک ذکر وفکر ان کی روحانی غذا تھی! مجھے پتہ تھا کہ ایک بجے رات پیر صاحب بیدار تو ہوں گے! مگر ذکر ہو یا فکر کسی اہلِ اللہ کو اس کے دوران ئیں پریشان کرنا میرے نزدیک گناہِ کبیرہ سے کم نہیں، اس لیے اگلے دن صبح دس گیارہ بجے تک صبر وسکوت کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، جب شام کو تشریف لائے تو فرمانے لگے: "میری وجہ سے آپ رات کو پریشان رہے ہوں گے مگر جب میں نے چچا غالب کی زبان میں جواب دیا "تو گیلانی صاحب نے آنکھوں کی ایک نورانی چمک اور گلاب دہن کی روحانی مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے فرمایا: "اچھا تے پھر میکی سمجھاوو" اور مجھے زندگی میں شاید پہلی اور آخری بار یہ منظر دیکھنا نصیب ہوا کہ ایک عبقری ذہن کس طرح سمجھانے والے کی بات کا فوری احاطہ کر لیتا ہے!! فرمانے

Marfat.com

لگے:" میکی سمجھ آ گیا اے" تب میں نے بطورِ آزمائش یہ عرض کیا کہ فلاں لفظ کی مدد سے جو آیات، احادیث، امثال، اقوال یا شعر آئے ہیں ان تک آپ کیسے رسائی حاصل کریں گے اور اگلے لمحے گیلانی صاحب منزل پر تھے!!

پیر صاحب ایک عالم باعمل، صاحبِ طریقت صوفی اور بلند فکر شاعر تھے، وہ شاعرِ ہفت زبان تھے! لیکن محض بطور محاورہ نہیں بلکہ حقیقت میں وہ سات سے زیادہ زبانوں کے ایک پختہ فکر اور مشاق سخنور تھے! عربی، فارسی، اردو، پنجابی، ھندی سرائیکی، پوٹھوہاری، ہندکو اور دیگر پنجابی لہجات میں وہ شعر کہتے تھے! مگر ان میں تصنع یا تکلف نام کی کوئی چیز نہیں تھی! ہمارا یہ معاہدہ تھا کہ دن میں کسی بھی وقت اور رات کو ساڑھے بارہ بجے تک وہ فون پر کچھ بھی فرما سکتے تھے! اکثر اوقات مجھے کسی مشکل میں ڈالے بغیر ہر لفظ کے معنی اور ہر مشکل کا حل خود ہی بیان فرما دیتے مجھ سے صرف تائید یا مخالفانہ موقف کا مطالبہ فرماتے تھے اور مجھے تائیدی موقف اختیار کرتے ہوئے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا احساس بھی ہوتا اور ان کی تواضع اور وضع داری کے مقابلہ میں شرمندگی بھی محسوس ہوتی تھی! یہ ان کی عظمت اور بڑے پن کی بات تھی کہ مجھے انہوں نے عملی طور پر کبھی شرمندہ نہیں ہونے دیا تھا! وہ اکثر اپنی خطیبانہ شعلہ باری میں بھی میرے حوالے سے کئی باتیں ارشاد فرما دیتے تھے انہیں یہ گوارہ نہیں تھا کہ وہ کبھی احسان شناسی سے گریزاں ہوں "ایک مرشد پاک کی شراب پاک پینے اور کار کے حادثہ سے دوچار ہونے کا قصہ انہوں نے اپنی تقاریر میں میرے حوالے سے کئی بار بیان فرمایا! حالانکہ یہ تو ایک عام سی بات تھی اور کسی حد تک من گھڑت بھی لگتی ہے میں نے بھی ایک شاگرد سے سنی تھی!"

پیر سیّد نصیر الدین نصیر گیلانی ایک جواں عزم و جواں ہمت انسان بھی تھے مگر ساتھ ہی جوان مرگ بھی ہیں! وہ ایک پہلو دار ہی نہیں بلکہ ہمہ پہلو شخصیت کے مالک تھے اور ان کا ہر پہلو کمالات کی دنیا کا ایک عجوبہ تھا! عرب شاعر ابو العتاہیہ نے شاید یہ شعر انہی

Marfat.com

کی ترجمانی اوران کے شخصی کمالات کے لیے کہا تھا کہ:

ولیس علی اللہ بمستنکر أن یجمع العالم فی واحد

(اللہ رب العزت کے ہاں یہ کوئی انوکھی یا تعجب کی بات نہ ہوگی کہ اگر وہ تمام جہان کو سمیٹ کر ایک ہی شخصیت میں جمع فرمادے!)

ان کی تصانیف میں "نام ونسب" کو خصوصی اہمیت حاصل ہے جو ان کے جدِ امجد اعلیٰ حضرت غوثِ اعظم کا دلچسپ تذکرہ ہے، اس میں نصیر صاحب نے حضرت گولڑوی علیہ الرحمۃ کے ایک فتویٰ کی تشریح اور توجیہ کے ضمن میں سیّدہ کا عام امّتی کے ساتھ نکاح کے جواز کو مستحسن سمجھا ہے! اس پر ان کی پیرانہ برادری بڑی سیخ پا ہوئی خصوصاً وہ پیر جو جاگیروں کے مالک بھی ہیں اور جائدادوں کی ایک بے انتہا دنیا رکھتے ہیں! ہمارے ملک کے جاگیرداروں کی ترقی یافتہ اور ترقی پسند بیگمات معاشرہ کو مغربی رنگ میں رنگنے اور خواتین کے نام نہاد حقوق کی تو بڑی علمبردار بنتی ہیں اور عورت کے بارے میں بعض اسلامی احکامات پر تو بہت ناک بھوں چڑھاتی ہیں مگر جب معاملہ ہو عورت کو وراثت کا حق دینے کا تو انہیں سانپ بھی سُونگھ جاتا ہے وہ اپنے خاندان کی بچیوں کو وراثت سے محروم رکھنے میں اپنے خاندان کے مردوں کی مددگار بھی بن جاتی ہیں چنانچہ موروثی جائیداد کو تقسیم ہونے سے بچانے کے لیے اپنے گھر کی بچیوں کی مردوں کے ساتھ شادی کرنے کی بجائے قرآن کریم کے ساتھ نکاح کردینے کو مسئلے کا بہترین حل مان لیتی ہیں اس لیے جاگیردار پیر اس مسئلے سے بہت ناراض ہوئے اور الٹے نصیر صاحب فتووں کی زد میں آگئے اور بزرگوں نے نام ونسب کی اشاعت کو ممنوع یا قابلِ ضبطی قرار دے دیا، تاہم کتاب کی اشاعت ہوچکی تھی یا ہوتی رہی! ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن نصیر صاحب کے اور میرے مشترک دوست ہیں، ایک ملاقات میں فرمانے لگے:" آپ کا علم وفضل کس کام کا؟! آپ تو اپنے دوست کی مشکل بھی نہیں سمجھتے! حالانکہ

Marfat.com

وہ تو چاہتے بھی یہی کہ آپ نہ صرف ان کی اس مشکل کو سمجھیں بلکہ ان کے دفاع میں اپنا زورِ قلم بھی صرف کریں! چنانچہ میں نے اسے اپنے لیے ایک چیلنج اور دوست کی ایک فریاد بھی تصور کیا! میرا مقالہ لاہور کے ایک اخبار میں چھپا مگر دیگر اخبارات ورسائل نے بھی اسے نقل کیا بلکہ بیرونِ پاکستان بھی بعض اردو جرائد اور اخبارات نے بھی اسے اپنے ہاں جگہ دی، اس طرح میرے اس معمولی مضمون کی بہت وسیع اشاعت ہوئی! پاکستان اور بیرونِ پاکستان سے بہت سے لوگوں نے تعریفی خطوط لکھے اور بعض نے ہاتھ توڑنے اور آنکھیں نکالنے کی دھمکیاں بھی دیں! ضلع ہزارہ سے ایک خاتون نے اپنے گرامی نامہ میں تعریف کے ساتھ گہرے تشکر کے جذبات کا بھی اظہار فرمایا، انہوں نے اگرچہ اپنا نام تو نہیں لکھا تھا مگر مجھے یہی اندازہ ہوا کہ وہاں کے اپنے جاگیردار اور ایک پیر بھائی کی ستائی ہوئی بہن تھیں! میں نے یہ مضمون کافی مطالعہ اور محنت کے بعد لکھا تھا، عہدِ نبوی، خلافتِ راشدہ اور قرنِ اول کے تابعین اور تبع تابعین کے افکار اور آراء کی روشنی میں جو کچھ لکھا تھا اس سے نصیر صاحب کے موقف کی بھرپور تائید ہوتی تھی اس لیے انہوں نے تو اسے بہت پسند فرمایا مگر ان کے مخالفین وحاسدین نے اکثر ناراضگی کا اظہار کیا حالانکہ میری اس کاوش کا نچوڑ یہ تھا کہ:

(1) اسلام کی امتیازی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین حق ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے، آدم سے نوح، پھر ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام تک اسی دینِ حق کی دعوت دی گئی ہے اور یہ دعوت تھی اللہ تعالیٰ کو ماننے، صرف اس کی عبادت کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی اور اسلام (سر جھکانا) کے لفظی معنیٰ بھی یہی ہیں، یہی وہ دینِ حق ہے جو نبی اولین وآخرین سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہر لحاظ سے مکمل ہو گیا، سب بندوں کا چونکہ پیدا کرنے والا وہی ہے، یہ سب بندے ایک ہی باپ آدم کی اولاد ہیں اور یوں اس وحدتِ ربانی اور وحدتِ نسلِ انسانی کا تقاضا ہے کہ تمام انسان بھائی بھائی اور برابر

Marfat.com

ہوں، اس طرح اسلامی مساوات وجود میں آتی ہے جس کی رو سے عرب وعجم اور گورے اور کالے میں کوئی امتیاز نہیں لہذا یہ سب آپس میں ہمسر (کفو) اور برابر ہیں اس لیے ان سب کی آپس میں شادیاں بھی ہو سکتی ہیں اور اسی لیے رنگ ونسل کے امتیازات کو مٹانے والے نبی آخر الزماں ﷺ نے اپنی سگی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح اپنے ہی آزاد کردہ غلام سے کرا کر انسانی مساوات کا عملی ثبوت دے دیا!!

(2) البتہ معاشرتی اور گھریلو سکون کے لیے میاں بیوی کا ہم پلہ وہمسر (کفو) ہونا نہایت معقول اور مناسب بات ہے تاکہ انمل بے جوڑ شادی معاشرتی اور گھریلو سکون برباد نہ کرے اور باہمی محبت ومودت قائم ودائم رہے، اس لیے تعلیم میں، عمل میں، خاندانی اور مالی حیثیت میں میاں بیوی کا ہم پلہ وہمسر (کفو) ہونا معقول اور مناسب ہے تاہم یہ رشتہ ازدواج میں مانع یا رکاوٹ ہرگز نہیں ہے، اس ہمسری کے بغیر بھی نباہ ہو سکے تو کسی مرد کا کسی بھی عورت سے نکاح حرام نہیں لیکن تمام ماں باپ (جن میں ساداتِ کرام بدرجہ اولی شامل ہیں) کا فرض بھی ہے اور ان کی بیٹی کا حق ہے کہ اس کے لیے ایسا بر تلاش کریں جو ہمسر ہو اور اگر نہ مل سکے تو پھر جو مل سکے اسی سے شادی کر دی جائے! اس طرح گویا سیّدہ کا نکاح بھی غیر سیّد سے جائز ہونے میں کوئی چیز مانع یا رکاوٹ نہیں، قرآن سے نکاح کر کے بچی کو فطری زندگی گزارنے سے محروم کرنا تو ظلم ہے!

(3) اسلام قبائلی تفاخر، نسلی برتری اور طبقاتی امتیازات یا ذات پات کو مسترد کرتا ہے، چھوت چھات یا ذات پات یہودی اور برہمن کی عیاری اور فریب کاری کے جال ہیں، افسوس کہ برعظیم پاک وہند کا مسلمان معاشرہ اسلامی مساوات کی راہِ اعتدال وتوازن سے ہٹ کر ہندو برہمن کے طبقاتی معاشرہ کی ڈگر پر چل پڑا! ورنہ تمام اچھوت اب تک اسلام کے حلقہ بگوش ہو چکے ہوتے اور یہ برعظیم آج مسلم اکثریت کا خطہ اور وطن

Marfat.com

بن چکا ہوتا!!

میرے اس مضمون کا موافقانہ اور مخالفانہ ردِعمل سامنے آیا، کافی اشاعت ہوئی، کئی ایک اخبارات ورسائل نے اسے نقل کیا اور تبصرے ہوئے، پیر نصیر نے بھی خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کیا بلکہ مخالفانہ حملوں کا رخ پیر صاحب کی کتاب نام ونسب سے ہٹ کر اس مضمون کی طرف ہوگیا اور کئی ایک نے زبانی اور تحریری دھمکیاں بھی دیں، ان دھمکیاں دینے والوں میں زیادہ تعداد ان کی تھی جو سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں مگر بہت تھوڑی تعداد ان لوگوں کی بھی تھی جو سیّد نصیر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین تھے اور مجھے اس "مداخلتِ بے جا" سے دور رہنے اور ان کی تائید وحمایت سے باز رہنے کا مشورہ دیتے رہے تھے، حالانکہ میرا مقصد محض ان کی حمایت نہ تھی بلکہ مسئلے کے علمی وفکری پس منظر کو سامنے لانا اور اسلام کے پیغامِ اخوت ومساوات کو اجاگر کرنا اور یہ بتانا تھا کہ یہ امتیاز وتفریق بالواسطہ طور پر ہندو برہمن کی چھوت چھات اور نسلی غرور کی امداد کے مترادف ہے اور برصغیر میں اشاعتِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ کا باعث رہی ہے!!

شاید یہ کم لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت گیلانی صاحب گولڑہ شریف میں "مہریہ یونیورسٹی" کے عنوان سے ایک عظیم الشان جدید یونیورسٹی کے قیام کے آرزومند تھے جہاں مبلغینِ اسلام اور رہنمایانِ طریقت کی تربیت اور تیاری کا خصوصی انتظام کیا جائے، اس کے ساتھ ہی وہ ایک ٹی وی چینل بھی قائم کرنا چاہتے تھے! وہ مجھے اس کام میں معاونت کی دعوت بھی دیتے رہے، جس کے لیے میں نے ہمیشہ پوری آمادگی کا ظہار کیا اور متعدد بار انہوں نے مشاورت کے لیے بھی طلب فرمایا، گولڑہ شریف میں وہ قطعہ زمین بھی مجھے دکھایا تھا جو ان کے حصے میں آیا اور جسے وہ اس کام کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے، ایک دفعہ اتفاق سے وہ یورپ کے دورے پر تھے اور میں بھی انگلینڈ میں تھا، اس

Marfat.com

موقع پر بھی ان کے کچھ مریدین اور عقیدت مندان کے اشارے سے میرے پاس آئے اور مشاورت کے لیے کئی ایک اجتماعات ہوئے! نصیر صاحب نے اس کارِ خیر کو آخری وقت تک اپنے ذہن میں رکھا اور اسے حقیقت کا روپ دینے کے لیے کوشاں رہے! میں جب منہاج یونیورسٹی لاہور اور یونیورسٹی آف فیصل آباد کے لیے تعاون کر رہا تھا تو اس کے دوران میں بھی اس ضمن میں مشاورت فرماتے رہے اور معاونت کے لیے دعوت دیتے رہے جس کے لیے میں ہمیشہ دل و جان سے آمادہ رہا اور تادمِ واپسیں آمادہ رہوں گا، ان شاءاللہ!

پھر جب میں مستقل طور پر یونیورسٹی آف فیصل آباد سے وابستہ ہو گیا تو بھی ان سے سلسلہ محبت و عقیدت اور شرفِ ملاقات کے مواقع مسلسل جاری رہے، اکثر و بیشتر جب بھی اسلام آباد جانا ہوتا تو ایک دو نمازیں گولڑہ شریف ہی میں پڑھتا تھا اور جب انہیں میرے آنے کی خبر ہوتی تو فوری طور پر اپنی خاص بیٹھک میں بلوا لیتے اور اس قدر تواضع فرماتے کہ مجھے شرمندگی سی محسوس ہونے لگتی کافی دیر کے لیے بلکہ کئی گھنٹے نشست جاری رہتی، علمی مسائل پر تبادلہ خیالات اور تبصروں کے علاوہ بذلہ سنجی اور لطائف کا سلسلہ بھی جاری رہتا جنہیں اگر "پیر نصیریہ لطائف" کا عنوان دیا جائے تو ایک تصنیفِ لطیف مرتب ہو جائے!

گیلانی صاحب جب بھی فیصل آباد تشریف لاتے تو مجھے ضرور یاد فرماتے، کئی ایک مرتبہ یونیورسٹی آف فیصل آباد کے سلیم کیمپس (سرگودھا روڈ فیصل آباد) کو بھی شرف بخشتے تو لوگ حیران رہ جاتے کہ پیر صاحب تجھے شرف بخشنے کے لیے تشریف لے آتے ہیں حالانکہ شہر میں بے شمار ادارے اور لاتعداد لوگ ترستے ہیں کہ پیر صاحب وہاں قدم ہی رنجہ فرماتے! چونکہ یونیورسٹی کا سلیم کیمپس خواتین کے لیے مختص ہے اس لیے خواتین اساتذہ و ملازمین ان کی خدمت میں حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا چاہتے تھے مگر وہ اسے

Marfat.com

پسند نہیں فرماتے تھے، ایک دو مرتبہ میری درخواست پر انہیں حاضری کی اجازت عطا ہوئی مگر دور ہی سے فرمایا کہ میں سب کے لیے دعا کروں گا، اس لیے آپ اطمینان سے اپنا اپنا کام کرتی رہیئے!

زندگی کے آخری ایام میں صحت ٹھیک نہیں رہتی تھی مگر ان کے چہرے کے "رونق وشباب" کو ہمیشہ میں نے تروتازہ پایا! میرا اندازہ ہے کہ ہمارے پیرِ جواں مرگ کے نورانی چہرہ سے رونقِ شباب آخری لمحات تک قائم و دائم رہی اور کفن میں بھی ان کے چہرۂ مبارک کی رعنائی اور مومنانہ رونق اس اقبالی فرمان کی ترجمان رہی کہ:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم چو مرگ آید تبسم برلب اوست!

(یعنی میں تجھے مردِ مومن کی نشانی بتاتا ہوں، جب موت آتی ہے تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے گویا وصالِ محبوب کی خوشخبری سے چہرہ تمتما اٹھتا ہے اور وہ مسکراتے ہوئے اپنے رب کے حضور حاضری دینے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے!!)

غالباً عوامی مشاعرہ میں سیّد نصیر گیلانی علیہ الرحمۃ کی آخری جلوہ گری مناقبِ اہلِ بیت کے عنوان سے وہ مشاعرہ ہے جس کی صدارت پیر صاحب نے فرمائی (اس مشاعرہ کی سی ڈی عام ہو چکی ہے اور اس کی روداد پر مختصر سا مضمون الگ سے بھی اس مجموعہ کی رونق ہے!) اس یادگار مشاعرہ میں حضرت پیر صاحب اپنے جذبۂ ایمان، زورِ بیان اور اپنے فن کی اٹھان میں ناقابلِ فراموش بلندیوں پر تھے! مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ پیر سائیں کی صحت بالکل ٹھیک نہ تھی مگر وہ اہلِ بیتِ اطہار کے حضور اپنے نذرانۂ عقیدت سے دست بردار ہونے کے لیے بھی تیار نہ تھے اور آپ نے صرف میری درخواست پر تشریف لانا قبول فرمایا تھا جس کا اظہار انہوں نے فون پر بھی کیا اور پھر مشاعرہ کے موقع پر بھی کئی بار فرمایا: "آپ تو خوش ہیں نا" اور میرا دل دہل گیا! کیا میرا دوست میرا پیر، پیرِ جوان اور پیرِ جواں مرگ کہیں مجھے الوداع تو نہیں کہہ رہا! وہ تو واقعی

Marfat.com

رخصت ہو رہے تھے! وہ دنیا کو وہی منظر دکھانے جا رہے تھے جس کا تصور اور کسی شاعر نے اپنی زندگی میں کبھی اپنے شعر میں نہیں کیا ہوگا جسے نصیر گیلانی کی نگاہِ مومنانہ نے بہت پہلے دیکھ لیا تھا کہ:

بک بک اتھروا کھیاں روسن، ویکھ حویلی کلی ہو　　کوچ نصیر اساں جد کیتا پے جاسی تھرتھلی ہو

اور واقعی " تھرتھلی " پڑ گئی! آنکھیں زاروقطار روتی رہیں، میری بخیل آنکھوں نے بھی زندگی میں تیسری شخصیت پر آنسو بہا دیئے! پہلی بار اپنے والد کی وفات پر مگر اپنی چھ سال کی عمر میں یتیمی کے غم پر نہیں بلکہ اپنی ماں کو روتا دیکھ کر اور پھر 1948ء میں بابائے قوم محمد علی جناح کی وفات پر، کیونکہ لوگ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے اسلامی دنیا کی سب سے بڑی سلطنت قائم کی مگر اسے سنوارنے سنبھالنے اور چلانے کا موقع نہ نصیب ہو سکا۔ مگر شاہ نصیر گیلانی کی وفات پر بہنے والے آنسو ایک ایسے شفیق و مہربان دوست کے لیے تھے جو انسان دوست بھی تھا، جو عظمت وجلال کا ایک کوہِ ہمالیہ ہوتے ہوئے بھی تواضع اور وضع داری کا پیکر تھا اور جو فکر وشعر کو ہی نہیں مفکرین وشعراء کو بھی یتیم کر گیا۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

مردِ دوراں

جسٹس (ر) نذیر احمد غازی

مجھے نصیر الدین نصیر گیلانی سے ملنے کا اشتیاق اس وقت بڑھ گیا جب ان کی پختہ شاعری پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ابھی صاحبزادہ شباب کی بلندیوں پر عمر شاد باش کی پچسویں بہار میں قدم رکھ رہا ہے۔ دوسری اہم بات ان کی وہ خاندانی نسبت تھی جس کے سبب ملت اسلامیہ کی خانقاہی زندگی باعث افتخار عالم تھی۔ پیر مہر علی شاہ کا یہ پڑپوتا جو اپنی جملہ علمی و اخلاقی رعنائیوں کے ساتھ اہل دانش و بینش حلقوں میں ایک کوکب دری کی مانند امیدوں کا مرکز تھا۔ ایک پرکشش اور خوبصورت رویوں کا امین تھا۔

پاکستان کی تاریخ میں 1970ء کی دہائی ایک بلا خیز اور نئے زاویوں کی حیات اجتماعی کی نقیب ہے۔ ہماری فکری اٹھان بھی اسی دور کی عطا ہے۔ فیاض ازلی کا کرم مجھے ان دنوں اپنے وقت کے بزرگوں کے حلقے نصیب ہوئے۔ شریعت کورٹ کے جسٹس گل محمد، جسٹس خلیل الرحمٰن خان، ہارون سعد پاکستان ٹائمز والے اور اردو ڈائجسٹ کے مدیر الطاف قریشی، ایک قد آور شخصیت علامہ اسد القادری کی علمی و فکری مجلس میں، ہم نشین تھے۔ علامہ اسد قادری ایک روشن فکر عالم، بالغ النظر مفکر اور نیم ملامتیے صوفی تھے۔ ایران کا سب سے بڑا ایوارڈ نشان آریہ مہر پایا تھا۔ علامہ اسد القادری جدت و قدامت کی امین ایک انجمن کا نام ہے۔ یہ موضوع جدا ہے۔ یہاں پر جملہ معترضہ یوں پیش آیا کہ نصیر الدین شاہ جی ایک انجمن ساز متحرک پیر تھے اور ایک مقام پر وہ پیر اور یہ پیرزادے اکٹھے ہوئے تھے۔ حلقہ ارباب نظر لاہور کی ایک نشست، ملک محمد نواز سینئر ایڈووکیٹ کے اقامت کدہ پر ہوئی۔

ہوا یوں کہ ہمارے حلقہ احباب نے ایک مجلس ارباب نظر تشکیل دی۔ شاہ جی

Marfat.com

سے مل کر ایک خاص ذہنی سکون جو ایک نئے فکری ارتقاء کا حوالہ بن گیا۔ دونوں سید تھے آزاد فکر، درویش منش اور صفائے دل کے امین، حسن اتفاق دونوں کے فکر و جذب کا محور ایک ہی دانش ور بیدل عظیم آبادی تھے۔ دونوں کے جسم جدا لیکن باطن میں بیدل کی راجدھانی تھی۔ بہت بے تکلف ملے اور ہر دو طرف سے بیدل کے اشعار پر افکار کے گل ہائے رنگا رنگ کی بارش تھی۔ اور ہم تھے اس فیضان فکر و دانش کی روشن تجلیوں میں ڈوبے جا رہے تھے۔ اب میں وقتِ تحریر 31 سال پرانی محفل میں لوٹ گیا ہوں۔ اسد القادری کا انداز شعر خوانی اور نصیر الدین شاہ کا تحت اللفظ اندازِ ادا قلب و نظر کو شکار کرتا تھا۔ اسد القادری نصیر الدین سے زبان حال سے گویا ہوئے کہ صاحبزادے تمہیں میری عمر لگے اور تم جہانِ ادب و علم میں مہر تاباں کی طرح فیض رسانی کرو۔ جواباً نصیر الدین شاہ جی محتاط کلمات کا سہارا لے کر بولے۔ ''اے حضرت! یہ بلندی و کمال ذات و صفات کو نصیب اور گوشہ گمنامی کیوں؟'' راکب زمانہ قلندر بولا۔

دنیا اگر دھند نہ جنبم زجائے خویش

من بستہ ام حنائے قناعت بہ پائے خویش

مجلس ختم ہوگئی۔ شاہ جی اپنی یادیں دے کر گولڑہ شریف لوٹ گئے کبھی کبھی ان کے وابستگان دامن ملتے تو گولڑہ شریف شاہ جی کو سلام بھجواتا تھا تو شاہ جی جواباً الفت آفرین اور عزت نواز جملوں سے یاد فرما کر سلام کرم بھجواتے تھے۔ پھر بہت مختصر بر سر راہ ملنا ہوتا تھا۔

ع ملتے رہتے ہیں ملاقات نہیں ہوتی

ان کی کتب دیکھنے کا موقع میسر آتا رہا۔ ان کی غزلیات کی کتاب پیمان شب کو تو شب بھر مطالعہ کرنے کا موقعہ میسر آیا اور منتخب اشعار ازبر کر لئے۔ ان کے وصال سے چند ماہ قبل قسمت نے یاوری کی۔ محترم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب (جو فیصل آباد یونیورسٹی

Marfat.com

میں ڈین ہیں) علم دوست اور فکر پرور اثاثہ ملت ہیں انہوں نے ایک جذبات بھری اور دانش وفکر سے معمور یاد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پر کشش محفل کا اہتمام کیا۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کو ایک عظیم توفیق بارگاہ خداوندی سے جو نصیب ہوئی ہے وہ جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء کی مودت کو نہایت متوازن تحقیق سے ثابت کر کے اسے ارمغان عقیدت کی شکل دینا ہے اسی سلسلے کی ایک کڑی تذکار اہل بیت کے ضمن میں اہل دانش کی محافل آراستہ کرنا بھی ہوتا ہے۔

ہمارا ستارہ سعادت چمکا جناب ڈاکٹر صاحب نے الفتوں سے منسوب اس مجلس میں بطور مہمان خصوصی مدعو فرمایا۔ جناب نصیر شاہ صاحب میر مجلس تھے نصیر الدین شاہ صاحب کی شخصیت اور صفات علمیہ واخلاقیہ کو دیکھ کر مجھے این میری شمل کی یہ بات یاد آئی جس میں انہوں نے اقبال کے بارے میں کہا تھا کہ اگرچہ مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کا مجھے احترام ہے لیکن مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ اقبال کو بھی پر جبرائیل نے ضرور چھوا ہے۔ راقم کے نزدیک اگر نصیر الدین قبیلہ ملائکہ سے ہوتے تو پر جبرائیل کے قریب ہو کر پرواز کیا کرتے۔

احقر کی گفتگو پر بہت محبت بھرے تحسین آمیز کلمات سے حوصلہ افزائی فرمائی تو میں نے عرض کیا کہ بندہ پرور آپ روشن چراغ علم اور یہ فقیر ایک طالب علم ہے۔ مجھ سے پوچھا کہ آپ نے میری کتب جدیدہ کا مطالعہ کیا ہے؟ چند کتابوں کا ذکر کیا تو بولے کہ "نہیں" اس کے بعد اور بھی کتابیں چھپی ہیں ان شاء اللہ الکریم آپ کو وہ سب بھجوا دوں گا۔

میرے عزیز شاگرد رفیق کار پیر سید نعیم الحق شاہ صاحب بھی میرے ہمراہ تھے۔ نصیر شاہ جی سے ان کی پرانی یاد اللہ ہے ملتان بار کے ممتاز قانون دان وسیم ممتاز بھی تھے۔ ممتاز کے علاوہ نیک دل پیر الماس شاہ صاحب بھی ساتھ تھے۔ یوں صاحبان محبت کا یہ مختصر سا حلقہ ایک محفل کا رنگ اختیار کر گیا۔ بہت مختصر مگر یادوں بھری اس محفل میں

Marfat.com

شاہ جی نے حضرت امیر خسرو کا ایک شعری تبرک بدستِ خود تحریر فرما کر عنائیت فرمایا۔قارئین آپ بھی شریک برکت ہوں۔

من بندہ آں روئے کہ دیدن نہ گذارند

دیوانہ زلفیکہ کشیدن نہ گذارند

صد چاک شدہ سینہ وصد پارہ شدہ دل

وایں بے خبراں جامہ دریدن نہ گذارند

یارب چہ عذابست براین مرغ گرفتار

بسمل نہ پسندندو پریدن نہ گذارند

پیر صاحب ایک صلح جو اور شرافت انداز مبلغ تھے۔دین کی تبلیغ کے لئے نفسیاتی انداز اور حکمت وموعظت کو پیش نظر رکھتے تھے۔اس میں بارے دوستوں سے مشاورت کو بہت اہمیت دیتے تھے۔اور جدید نشریاتی نظام کو بروئے کار لانے کے لئے بھی ایک بہت بڑا نصب العین ان کے پیش نظر تھا۔وہ اسلامی تصوف کی ترویج کے لئے ایک وسیع النظم چینل شروع کرنے والے تھے اور اپنے قریبی دوستوں سے بھرپور تعاون کے خواہاں تھے۔

شاہ جی نصیر الدین دھڑلے کے دوستدار پیر تھے۔امیر غریب کی پروا کئے بغیر ان کی دوستی کی اقلیم حدود وثغور سے آزاد تھی۔روٹھے ہوؤں کو منانا اور ان کی دل جوئی کرنا شاہ جی کا شاہانہ وصف تھا۔ان کے دو شعروں سے کیسا خوبصورت اظہار ہوتا ہے۔

آج مل کر بھی ان سے نہ کچھ بات کی

ہائے مجبوریاں میرے حالات کی

اے نصیر! ان کو اپنا بنالیں گے ہم

کوئی صورت تو نکلے ملاقات کی

Marfat.com

علم کی روشنی بانٹنے والی کتابِ مہ رخ نصیر الدین گولڑہ کی نور بداماں سرزمین میں محوِ خواب ہے۔

گہنا گیا وہ چاند مگر اس کے نور سے

دیوار و درِ وطن کے ہیں تاباں اسی طرح

☆☆☆☆☆

Marfat.com

ایک وضع دار سیدزادہ

ڈاکٹر سیّد قمر علی زیدی

سید نصیر الدین نصیر گولڑوی ایک خوشبو دار شخصیت کا نام ہے۔ پنجاب کی روایتی خانقاہ کا یہ پیرزادہ خانقاہی روایات کو ایک خوبصورت تاریخی موڑ دیکر تاریخ تصوف میں نامور ہو گیا ہے۔ نصیر الدین شاہ جی ایک کثیر الجہات وجود رکھتے تھے ان کی ذات میں جذب و کشش اس درجہ تھی کہ پہلی ہی ملاقات میں ملنے والا ان سے پیار کرنے لگتا تھا اور ان کی مجلس میں بیٹھنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا۔ ہر ذوق کا آدمی اپنی تسکین کا سامان پاتا تھا اور بھلی یادیں لے کر رخصت ہوتا تھا۔

وہ شاعر تھے، دانشور تھے، عالم تھے، محقق تھے اور سب سے بڑھ کر عزت بخش دوست تھے۔ خانقاہ کی روایات کو نہایت محتاط انداز سے نئی نسلوں کو منتقل کرتے تھے۔ قدیم علوم کے یہ صاحب مرتبت عالم دین جدید علوم سے استفادہ کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے یونیورسٹی اوری اینٹل کالج کے اساتذہ سے ان کے بہت وسیع تعلقات تھے۔

راقم کی پہلی ملاقات 1988ء میں لاہور میں ہوئی تھی۔ پھر ملاقاتوں کا ایک طویل سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا۔ اس عرصے میں ان کی شخصیت کو قریب سے دیکھنے کے بہت سے مواقع میسر آئے اور ان کی شخصیت کا جادو سر چڑھتا گیا اور مجھے عالم اسلام کا یہ رجل رشید معاشرے کا ایک خاموش مصلح نظر آنے لگا۔

جن دنوں میری پہلی ملاقات ہوئی تب ان کی شہرہ آفاق تحقیقی کتاب نام ونسب کا بہت چرچا تھا۔ مخالفت اور موافقت میں علماء کے درمیان معرکۃ الآرا بحثیں جاری تھیں۔ نصیر الدین شاہ صاحب اپنے موقف کی تائید میں علما اور اہل دانش سے رابطہ کر رہے تھے۔ اپنی خانقاہ سے انہیں مخالفت کا شدید سامنا تھا اور روایتی افکار سے بندھے

Marfat.com

غیر محقق علماء نے ان کے خلاف ایک جذباتی ماحول پیدا کر کے طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

شاہ صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں بہت مدلل اور نہایت شائستہ انداز میں گفتگو کی اور اسلام کی وسیع تر معاشرتی تعلیمات کے حوالے سے امت کو پیش آمدہ مسائل کے حل کا ذکر کیا۔ اپنے ہی گھر سے اٹھنے والی مخالفت کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ روایتی خانقاہی سادات کرام نے اس مسئلے کو بہت شدت سے اٹھایا ہے اور یہاں تک کہ میرے والد گرامی پر مختلف طریقوں سے دباؤ ڈال کر مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے موقف سے دستبردار ہو جاؤں۔ مجھے میرے والد نے وقت تہجد طلب فرمایا اور مجھے اپنے موقف سے شفقت پدری کا حوالہ دیتے ہوئے رجوع کرنے کا حکم دیا۔ میں ادب و حیرت کا امتزاج بنا اپنے والد کو دیکھتا رہا، معاً میرے تصور میں حضور رسالت پناہ ﷺ کا سبز گنبد ابھرا اور کائنات خیال میں ہم کلامی کا سلسلہ شروع ہوا تو میرے ضمیر نے معاونت کی اور میرے ذہن ولب

"لا یؤمن احد کم حتی اکون احبّ الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین"

کے الفاظ کی زد میں تھے اور آنکھوں سے غیرت ومحبت کے غماز آنسو بہتے ہوئے میرے والد سے مودبانہ انکار کر رہے تھے۔ یہ حکایت ایمان نواز دہراتے ہوئے شاہ جی کی آواز قدرے رندھ گئی تھی پھر شاہ جی نے اپنی کتاب کا ایک نسخہ ازرہ محبت عطا فرمایا اور بعد از مطالعہ اپنے خیالات سے آگاہی کے لئے ارشاد فرمایا۔ پھر فرمانے لگے یہ کیا ہوا میں تو اپنی ہی باتیں کرتا رہ گیا آپ سے آپ کے احوال تو پوچھنے سے قاصر رہا، معاف کیجئے گا۔ تفصیلی تعارف پر یونیورسٹی کے بارے میں پوچھتے رہے۔ چونکہ خود علوم عربیہ کے ایک ماہر شخص شمار کئے جاتے تھے۔ اس لئے پوچھا کہ شعبہ عربی میں کوئی پڑھا لکھا علوم قدیمہ و جدیدہ کا ماہر بھی ہے؟ استاد مکرم جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کا نام لیا تو چہکے اور فرمایا کہ وہی

Marfat.com

جنہوں نے معمر القذافی کی عربی تقریر کا اردو میں برجستہ اور نہایت رواں ترجمہ کیا تھا۔ عرض کیا کہ جی وہی صاحب ہیں تو فرمایا کہ یار اس سے ملاقات کا اہتمام جلد کرنا چاہیے۔

پیر صاحب، ڈاکٹر صاحب محترم سے ملنے کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے ڈاکٹر صاحب نے نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا اور دیر تک علمی گفتگو رہی بعد ازاں دونوں بلند مرتبت صاحبان علم ایک دوسرے کی عظمت علمی کا اعتراف نہایت انکساری سے فرماتے تھے۔

نصیر الدین شاہ جی حصول علم کے لئے کبھی بھی خاندانی عظمت اور اپنی علمی شہرت کو روکاوٹ نہیں بننے دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کے گھر تشریف لائے اور ابن عربی کی فتوحات مکیہ کی ایک عربی شرح ساتھ لائے اور اس کی عبارت و معانی پر ڈاکٹر صاحب سے علمی سوالات پوچھتے رہے اور ڈاکٹر صاحب کی گفتگو سے بہت مطمئن ہوئے اور آخر میں کچھ مابعد الطبعیاتی اور روحانی پہلوؤں سے گفتگو شروع کی تو حاضرین مجلس میں کچھ کم فہم اور کور ذوق لوگ بھی موجود تھے ڈاکٹر صاحب بہت محتاط گریز فرماتے ہوئے مسکرائے اور فرمایا کہ ''پیر جی ابن عربی بہت سی باتیں علم سے اوپر کی کرتے ہیں یعنی کیفیات و مشاہدے کی کائنات میں حرف و معنی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں''۔ شاہ جی دیر تک مسکراتے رہے اور فرمایا بالکل درست ہے ڈاکٹر صاحب پیر صاحب لاہور تشریف لاتے تو نارنگ منڈی کے قریب چک دھیدو میں معروف صوفی شاعر و دانشور حافظ افضل فقیر سے ملنے تشریف لے جاتے اور ان سے بھی علمی مشاورت رہتی تھی۔ ان سے اکثر عروض اور لغت پر گفتگو کرتے تھے۔ فارسی شاعری میں شاہ جی کے ممدوح بیدل عظیم آبادی تھے۔ اکثر ان کے اشعار پڑھتے اور شاعرانہ افکار کی تردید یا تائید میں بیدل کے اشعار سے استشہاد و استدلال فرماتے، اس وقت حافظ افضل فقیر سے اپنے استدلال کی تائید طلب کیا کرتے تھے۔ حافظ صاحب بات کو آگے

Marfat.com

بڑھاتے اور پیر صاحب کے نکات جدیدہ کی تحسین کیا کرتے تھے۔ اگر حافظ صاحب اختلاف کرتے تو پیر صاحب پوری توجہ سے سنتے اور اپنے تسامحات کا اعتراف کر لیا کرتے تھے۔

حفیظ تائب مرحوم اور پرنم الہٰ آبادی مرحوم بھی مشورہ سخن میں شریک رہتے تھے اور ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ اس احترام و اعترافات پر یاران سخن نے حاشیہ نگاری کی کہ نصیر الدین شاہ تو ادب میں مستقل معاون ساتھ رکھتے ہیں، حسد کا علاج کون کرے؟ نصیر الدین شاہ تو الفاظ و معانی کی دنیا کے قابل رشک تاجور تھے۔

نصیر الدین شاہ صاحب کی پوری زندگی ایک متحرک دانش ور اور خاموش مصلح کی آئینہ دار تھی۔ اہل علم سے مسلسل رابطہ اشاعت فکر و شعور کے لئے ایک کامیاب وسیلہ ہے۔ شاہ صاحب ہر رنگ میں رنگ نظام رکھتے تھے یعنی ان کے معمولاتِ حیات غیر منظم نہ تھے۔ شب بھر بیدار رہتے تھے تفکر و تدبر اور پھر اپنے معمولاتِ روحانیہ میں مستغرق رہتے تھے۔ نثر، نظم کے ذریعے سے دین کے بہت سے شعبہ جات کی منظم خدمات سرانجام دینے والا یہ شخص طبیعت کی تازگی سے اپنے داخلی اور خارجی ماحول کو حضور رسالت پناہ ﷺ کی محبت کو پروان چڑھاتا رہتا تھا۔ اسی نسبت عشق محمدی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کو اپنی قوت ذات کا جوہر سمجھتا تھا۔ نعت کا پورا دیوان ان کی محبت کا ارمغان عقیدت ہے۔

وہ اپنے ہر پہلو کو عطائے رسول ﷺ سے منسوب کرتے تھے۔

رنگتیں کتنی چڑھیں رنگ تمہارا لے کر
کیا سے کیا ہو گئے ہم نام تمہارا لے کر

اسی نسبتِ عشقیہ کے سبب وہ برصغیر کے عظیم محقق و نعت گو سچے عاشق رسول ﷺ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی شاعری سے بہت متاثر تھے اور اکثر ان کے دیوان کو زیر مطالعہ رکھتے، ان زمینوں کو اپنانے کی کوششیں فرماتے یا پھر ان کے کام سے

Marfat.com

متاثر ہو کر آگے بڑھانے کی کامیاب کوشش کرتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ میں نے اعلیٰ حضرت کی نعت

ع ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں

پر طرحی نعت کہنے کی کوشش کی اور میں سمجھتا تھا کہ شاید میں دو تین اچھے مطلع بہت جلد کہہ لوں گا لیکن ایک بھی مطلع درست نہ بیٹھ سکا آخر میں مجھے مولانا بریلوی کی بلند روحانیت اور تقرب بارگاہ نبوت علی صاحبھا الصلواۃ والسلام کا خیال آیا تو میں نے بارگاہ بے کس پناہ میں اعلیٰ حضرت کا وسیلہ پیش کر کے مطلع مانگا اور پھر میرے لئے راستے کھل گئے۔

راقم نے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علم و عمل اور جہد و عشق کے جامع تھے فرمایا کہ مجھے ان کی تالیفات دیکھنے کا کوئی زیادہ اتفاق نہیں ہوا۔ کچھ دیر اعلی حضرت بریلوی کی وسعت علمی کا تذکرہ رہا تو چمکتی ہوئی آنکھوں سے عالم استعجاب میں فرمایا کہ کچھ کتابوں کے نام بتاؤ۔ عرض کیا کہ ساٹھ سے زیادہ موضوعات پر 13 سو کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں ہیں لیکن فتاوی رضویہ ان میں بہت اہم ہے اور اسکا افتتاحی خطبہ عربی نثر کا ایک پر کشش شاہکار ہے۔ طے پایا کہ اگلے روز ہم اکٹھے بازار چلیں گے اور پھر اعلیٰ حضرت کی کتابیں خریدیں گے۔ گنج بخش روڈ پر واقع مختلف کتب خانوں سے اعلیٰ حضرت کی بہت سی کتابیں خریدیں۔ لاہور کے قیام کے دوران دو روز ہی میں شاہ جی نے سرعت رفتاری سے مطالعہ کیا اور تیسرے روز راقم کو طلب فرمایا اور نتائج مطالعہ پر گفتگو فرمائی اور فرمایا کہ مجھے اقبال کے بارے میں ایک عرصے تک غلط فہمی رہی تھی لیکن میرے رب نے دستگیری فرمائی اور مجھے اقبال شناسی کی درست راہیں نصیب ہو گئیں۔ پھر اسی طرح مولانا بریلوی کی بلند فکری اور عظمت علمی کے بارے میں نا آشنا تھا آج میرے احساسات نے پوری طرح کروٹ لی ہے۔

پھر متعدد ملاقاتوں میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں کے بارے میں تحسین بھری

Marfat.com

گفتگو فرماتے تھے۔ مشاہیر علماء اور اکابر صوفیاء کی اولاد سے برابر رابطے میں رہتے تھے۔ ہر شخص سے اس کے مزاج کے مطابق سلوک کی کوشش کرتے لیکن عمومی مجلس میں اس انصاف وتوازن کا برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے اس لئے بعض احباب کو شاہ جی سے شکوہ ہوتا تھا، خانقاہی نظام میں ترتیب مشائخ سے ان کی اولاد کا احترام بھی ایک دستوری عمل ہے لیکن اس دستوری عمل کی متانت روایت نے ایک پہلو سے بگاڑ کو جنم دیا ہے جس کے سبب ادب واحترام کی روایات نفاق کا جامہ اوڑھ کر خلوص کی دنیا کو بے رونق کرتی ہیں۔ اس لئے وہ مرکز حقیقت سے وابستہ ہر اضافت کو متوازن رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ صاحبان فہم احباب ان کی اس ادا سے بخوبی واقف ہیں۔

ان سے ملنے والوں میں اہل علم، زمرہ عشق کے دیوانے اور نسبتوں سے متصل فرزانے، آج ان کی مجلس سے محروم ساعتوں پر گریہ کناں ہوتے ہیں اور ان کی یادوں سے آباد دنیائے دل کو متاع گراں سمجھتے ہیں۔

بقدرِ ظرف مل جاتی ہے سب کو دولت مستی
درِ پیرِ مغاں سے کب کوئی ناکام جاتا ہے

قریبی پیرزادوں کو اکثر یاد دلاتے کہ تمہارے اجداد کا قرینہ حیات کیا تھا اور تم قربت شاہاں کو وجاہت سجادگی کا سبب جانتے ہو یہ ناشکری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وزیر اعظم نے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو شاہ جی نے انکار کیا وزیر اعظم گولڑہ شریف آ پہنچے تو شاہ جی نے اپنی کٹیا کا دروازہ بند کر لیا اور فرمایا ”ماں نوں وزیر اعظم نال کی غرض ہے؟“ اور نہیں ملے۔

ٹھیک بالکل ٹھیک اسی طرح حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جب بادشاہ وقت نے ملنے کی اجازت طلب فرمائی تو انہوں نے فرمایا تھا کہ خانقاہ کے دو دروازے ہیں ایک سے بادشاہ داخل ہوگا دوسرے سے فقیر نکل جائے گا۔

Marfat.com

شاہ جی اپنے مشائخ کے کردار کے محافظ تھے۔ پیر زادے اسی سبب سے ان کے مخالف تھے۔ شاہ جی لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ میرے دادا بابو جی رحمۃ اللہ علیہ نے گدڑی میں لعل رکھنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔ میری تربیت میں مجاہدہ و جانفشانی کو بہت دخل ہے خانقاہ میں اچھے اساتذہ کی فراہمی کچھ مسئلہ نہ تھی لیکن میرے دادا خانقاہ سے باہر پڑھنے کے لئے بھجواتے تھے۔ گولڑہ شریف سے باہر سواری مشکل سے میسر آتی تھی پھر بھی بابو جی اس مشقت کو جاری رکھنے پر مصر تھے۔ پھر اچھے اساتذہ کی خدمت میں باادب اور خلوص نیت سے حاضری کو حصول علم اور کمال علم کی ضمانت بتایا کرتے تھے۔

گولڑہ شریف حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور ہی سے علوم کا مرکز رہا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی جیسے نابغہ روزگار اور یگانہ فنون حضرات یہاں پر تدریس کی سعادتیں سمیٹ رہے تھے۔ حضرت نصیر الدین شاہ کا سلسلہ تلمذ بھی حضرت الہ آبادی کی نادر سند قرائت کے سبب صرف چند واسطوں سے حضور مہبط وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

فن قراءت پر گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ انہوں نے اپنی عمر کا ایک طویل حصہ قرائت کی تدریس و تعلیم میں گزارا ہے اور جب تلاوت فرماتے تو لہجات کے تنوع اور طویل سانس کے سبب ایک مشاق مقرئ معلوم ہوتے تھے۔ مصری لہجے میں اس خوبصورتی سے مستحکم ادائیگی فرماتے تو مصری نژاد ہونے کا کامل یقین ہونے لگتا تھا۔

شاہ جی پر تحصیل و استفادے کا شوق ہمیشہ ہی غالب رہتا تھا اور ساتھ ساتھ افادہ وعطا کا پہلو ہمرکاب ذوق رہا۔ اسی ذوق وشوق نے شاہ جی کو حفظ قرآن کی منزل سے گزار دیا تھا، غالباً **1998**ء کے دور میں قرآن پاک کا ایک نسخہ ہمہ وقت ساتھ ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ میں آجکل قرآن پاک حفظ کر رہا ہوں ان دنوں نماز کے لئے مسجد میں حاضری ہوتی تھی۔ غالباً چند طلبہ کو عربی زبان و قواعد بھی پڑھاتے تھے۔ خانقاہ کی روایات میں زندگی بسر کرنے والا جب ذوق مطالعہ سے آشنا ہوا اور احباب علم و دانش کا حلقہ بھی

Marfat.com

میسر ہو تو شخصیت میں ایک معتدل مزاج نظر آتا ہے اور فکری توازن کے لئے اعتدال مزاجی تو ایک بنیادی شرط ہے۔ شاہ جی اپنے مختلف مواقفِ علمیہ میں اعتدال کا راستہ اختیار کرتے تھے بسا اوقات غالی طبع علمی حضرات کو یہ روش اعتدال پسند نہیں آتی اور وہ اعتدال پسندی کو ناپسندیدگی سے دیکھتے ہیں اور اپنی رائے کو بذریعہ دھونس رائج کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر ماحول کی شفافیت باقی نہیں رہتی۔ بے مقصد اور ضرر رساں علمی مباحث جنم لیتے ہیں جو بالآخر افتراق پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب کو بھی چند ایسے ہی ناموزوں علمی مباحث میں الجھانے کی کوشش کی گئی لیکن مخاصمت کے ناخوشگوار ماحول میں بھی انہوں نے اپنے علمی موقف کو ترک نہ کیا۔ اختلاف اور مخاصمت کا سہارا لیکر ان کے علم و شعور کا قد ہرگز کم نہیں کیا جا سکتا۔

گولڑہ شریف کی خانقاہ سے پنجاب کے بڑے بڑے زمیندار و جاگیردار وابستہ ہیں جاگیردار حضرات کو دینی و دنیاوی ضروریات مختلف طرح کی ہوتی ہیں الیکشن کے دنوں میں حاجات کے زاویے اپنی اصل جگہ سے سرکتے ہوئے نظر آتے ہیں عموماً پیر کو تابع کرنے کی خواہش دامنگیر رہتی ہے اور وہ پیر کو زیر دام لانے کے لئے دام زر پھیلاتے ہیں اور پھر دیگر ہتھکنڈے بھی آزماتے ہیں نصیر الدین شاہ صاحب ایسے مواقع پر اپنے رویوں کو خشک متانت کے رنگ میں رنگ لیا کرتے تھے اور سیاسی دھڑے بندیوں سے پرہیز کرتے تھے۔ البتہ کسی ملی مفاد کے موقعہ پر خاموشی سے اجتناب فرمایا کرتے تھے۔ بہت سے لوگ ان کا نام استعمال کرتے تھے لیکن وہ از خود کبھی بھی کسی گروہ کا حصہ نہیں بنے۔

شاہ صاحب کو اپنے خاندانی بزرگوں اور اپنے نسبی اسلاف کی تاریخ سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ بیرونی اسفار کے دوران لوگوں سے ملاقات ہوتی اور اپنے اجداد کا تذکرہ سنتے تو بہت زیادہ تحقیق کرتے تھے۔ حضرت شاہ قمیص الاعظم ساڈھوروی آپ

Marfat.com

کے نسبی مورث اعلیٰ ہیں۔ان کی اولاد واخلاف جھنگ صدر میں آباد ہیں۔انکا تذکرہ ہوا تو تفصیلات معلوم کرتے رہے اوران حضرات سے ملاقات کے اشتیاق کا اظہار کیا۔اس کے علاوہ سادات کرام کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے۔ان حضرات کو حصول علم اور کسب کمال کی تلقین فرماتے تھے۔انساب کی تحقیق فرماتے لیکن بے اعتمادی اور بدگمانی و تشکیک کے وقت اجتناب ہی کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔اور یہ خوش نیتی اچھے نتائج پیدا کرتی ہے غیبی امداد ناموس کی حفاظت کرتی ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ شاہ جی درویش گھرانوں سے تعلقات ورابطہ کو اچھا جانتے تھے۔ اگر کسی گمنام خانوادے کا کوئی فرد بھی اپنی عالی نسبت اور بلند نسبی کا ذکر کرتا تو شاہ جی اسے غیر مصدقہ قرار نہ دیتے تھے۔لوگ جلدی سے آپ کی وسعت قلبی کے رویوں کو بھانپ جاتے تھے اور "شاہ جی" ہو جاتے تھے۔ظاہر ہے شریعت کے معیار اور روحانیت کے پیمانے اپنی اپنی اکائیاں رکھتے ہیں۔نصیر الدین شاہ صاحب ظاہر کا اعتبار کرتے اور ان کی نوازشات کا سلسلہ دراز ہوتا جاتا تھا۔

پنجاب کے ایک متسید خاندان میں شاہ جی نے اپنے ایک نہایت قریبی عزیز کی شادی کا پیغام بھجوایا پھر خود تشریف لے گئے۔دوران قیام زنان خانہ سے پیغام آیا کہ بزرگ خاتون خانہ (جو بہت ہی معمر تھیں) نصیر الدین شاہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتی ہیں۔وہ تشریف لائیں اور عرض کیا کہ سید زادے ہمارے گھرانے پر آپ کا اتنا کرم ہے کہ ہم اس احسان کا بدلہ چکانے سے قاصر ہیں۔یہ سب بچیاں آپ کی کنیز زادیاں ہیں لیکن ہم تو۔۔۔۔۔ ہچکچاتے ہوئے رندھی ہوئی آواز میں بولیں ''اسیں اسیں تے موچی جولاہے ہونے آں''۔

شاہ جی نے اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کیا اور اس خاندان سے پرانے تعلقات اس طرح برقرار رکھے کہ اس خانوادے کے پیرزادے اب بھی شاہ جی ہیں راقم

Marfat.com

سے یہ روایت ان معمر خاتون کے بھانجے نے بیان کی تھی۔

شاہ جی نصیر الدین شاہ احباب کی دلجوئی اور خاطر داری کے لئے بہت ہی وسعتِ قلبی کا مظاہرہ فرماتے تھے لیکن کسی بھی مہربان کی وسعتِ فریب کو اخلاقی حدوں تک محدود کرنے میں تامل نہ فرماتے تھے۔

پنجاب ہی کے ایک نامور ادیب و شاعر شیخ طریقت حضرت شاہ جی کے التفات خاص میں تھے۔ شاہ صاحب ان کا ہر طور بھرم رکھتے تھے بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت تو دین کی بارگاہِ اخلاق کا دروازہ ہے۔

وہ بابا جی سفید ریش بھی تو تھے ایک دن شاہ جی ان سے بہت ہی بے دھیانی میں ادبی گفتگو کر رہے تھے بزرگ عمر کو یہ خیال گزرا کہ شاہ جی بس شاعر ہیں اور گولڑہ شریف کے پیرزادے ہیں۔ انہیں یہ خیال ہرگز نہیں رہا کہ اس کے رگ و ریشے میں بوئے اسد اللھی پیر مہر علی شاہ کے واسطے سے منتقل ہوئی ہے۔

اس حجاب نے ان کے خیالات کو گدلا دیا اور نامناسب بات زبان پر آئی کہنے لگے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ نصیر الدین سے کہو کہ میری یعنی بزرگ عمر شاعر کی بیعت کر لے۔

شاہ جی نے سنی ان سنی کر دی تو پھر گویا ہوئے کہ آپ میری بیعت کر لیں۔ بس پھر کیا تھا شفاف شیشوں کے اس پار خشمگیں آنکھوں سے غیرت فقر کا غماز ایک طیش ساماں نظارہ سامنے آیا اور حسب حال زبان حال سے سب کچھ کہہ گیا جو ہزار رزجر و توبیخ پر بھاری تھا۔ شاعر صاحب گویا ہوئے اور جواب میں بس ایک جملہ تھا کہ ''حضور اسیں تے گلام آں'' (حضور ہم تو غلام ہیں) درویشی اخلاق کا ایک زرین ضابطہ ہے کہ کسی کو بے عزت کرنا تو کجا کسی کو شرمندہ بھی نہ کرو۔

شاہ جی کی تربیت میں یہ ضابطہ نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ راقم نے گولڑہ شریف

Marfat.com

حاضری کا ارادہ کیا ایک دوست کے صاحبزادے مصر ہوئے کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ اس کو بہتیرا ٹالنا چاہا لیکن وزن بر گردن ضعیف اس نے سواری گانٹھ لی راستے میں سمجھایا کہ مزار شریف تک حاضری میں ہم اکٹھے ہوں گے پھر نصیر الدین شاہ جی سے ملاقات میں آپ شامل نہیں ہوں گے۔ وعدہ تو کر لیا لیکن نبھاہ نہ کر سکے اور نصیر الدین شاہ جی سے ملاقات میں زبردستی آموجود ہوئے۔ پھر از خود اپنا تعارف بیان کیا کہ مجھے فقیری کا بہت شوق ہے اسلیئے سوچا آپ سے بھی مل لوں شاہ جی نے ٹھہری ہوئی نظروں کو استفسار کا وسیلہ بنا کر مجھ سے پوچھا کہ حضرت کیا ہیں؟ میری بے زبانی کا جواب تسلیم کر لیا دو ڈھائی گھنٹے کی نشست میں ان صاحب نے بہت ہی کور ذوقی کا مظاہرہ کیا اور الٹے سیدھے سوالات سے اپنے شوق فقیری کا اظہار کرتے رہے۔ شاہ جی کے چہرے پر نہ آثار خفگی اور نہ زبان پر حرف شکایت۔

خیال خاطر احباب چاہیئے ہر دم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

بہت برداشت کرتے تھے لیکن اگر کوئی شخص اس برداشت کو کچھ اور معنٰی دینا چاہتا تو شاہ جی اسے احساس دلاتے کہ ایسا کرنا مناسب نہیں اور وہ پھر بھی نہ سمجھ پاتا تو اس کو سرحد عقل تک پہنچاتے تھے۔ اور مناسب الفاظ میں اسے احساس دلانے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقعہ پر ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقات ایک طویل عرصے کے بعد ہوئی تھی۔ بہت محبت سے احوال دریافت فرماتے رہے کچھ دیر میں ایک اچھی خاصی محفل جم گئی ہے۔ گولڑہ شریف کے اس پیر زادے سے ملاقات کے لئے لوگ بہت ہی کوشش کرتے تھے۔ چہلم کی مجلس شروع ہوئی تو لوگ بھی آپ کے ساتھ پنڈال میں چلدیئے اور ان لوگوں میں آپ کے پرانے ہم نشیں بھی تھے اور وہ سٹیج کے قریب اور

Marfat.com

کچھ سٹیج کے پیچھے بیٹھ گئے۔ شاہ جی نے مرثیہ شروع کیا اور فرمایا کہ پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے میری عقیدت روایتی نہیں ہے بلکہ ان کی فضیلت علمی اور بلند روحانی مقام کے سبب ہے اور یہ مرثیہ رواجاً نہیں پڑھ رہا ہوں ذرا توجہ اور اطمینان سے سماعت فرمایئے سامعین نے اس تنبیہ کو روایتی تمہید سمجھا اور بے محل داد دینے لگے۔ شاہ صاحب پریشان ہوئے اور پھر یاد کروایا کہ آپ میرے الفاظ پر غور کریں ادائیگی سے پہلے داد نہ دیں۔ یہ جملہ بہت دھیمے اور نرم لہجے میں ادا کیا لیکن لوگ ان کے منشاء کو نہ سمجھ سکے بلکہ عامیانہ نہیں جاہلانہ انداز میں بالکل ہی بے محل داد دینے لگے۔ معلوم نہیں خوشامد تھی یا مزاحمت تھی بس اب شاہ صاحب کے تیور بدل گئے اور ایک سادہ جملے میں طوفان تھما دیا۔ ''اوئے میں پھوک نہ چاہنا'' (مجھے خوشامد برداشت نہیں ہوتی)۔ بعد میں بگڑے دل امیر زادے یہ کہتے سنے گئے کہ یار یہ پیر نصیر الدین بہت متکبر ہے۔ شاہ جی کا ملاقات و مجلس میں اخلاقی موقف یہ تھا۔

؎ خاکساروں سے خاکساری ہے

سربلندوں سے سربلندی ہے

نصیر الدین گولڑوی زبان و ثقافت کے لحاظ سے ہندوستان کی علاقائی تہذیبوں کا سنگم تھے۔ وقت کے اکابر و اعاظم علماء و اہل دانش کی صحبتیں اٹھائی تھیں۔ فقر و درویشی کے سلیقے تو وراثتاً نصیب ہوئے تھے۔ ان میں نزاکت کا قرینہ بھی اپنے دادا حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا تھا۔ یو پی، حیدر آباد دکن، دہلی و اجمیر میں گولڑہ شریف کے بہت متوسلین آباد ہیں۔ ان سے ربط و ضبط اور مجلس و ملاقات نے شاہ جی کے تکلم اور محاورے کو اتنا خوبصورت بنا دیا تھا کہ شاہ جی جو بولی بھی بولتے تو وہ بولی بولتی کہ میں ان کی اپنی بولی ہوں۔

ملاقاتیوں سے پوچھا کرتے تھے کہ جناب کہاں سے تشریف لائے ہیں اس کے جوابی جملے سے اندازہ کرلیا کرتے تھے پھر بالکل اسی لہجے میں محو کلام ہوا کرتے تھے

Marfat.com

ایک دفعہ ایک دوست کو فون فرما رہے تھے اور نہایت شائستہ وشستہ اردو میں لکھنوی لہجے کا اظہار ہو رہا تھا پانچ منٹ تک وہ دوست پہچان نہ سکا بس شیریں کلامی سے لطف اندوز ہوتا رہا اور پھر ہوش آیا تو بولا کہ حضور کو پہچان نہ سکا۔ تو جواب دیا کہ بھئی نصیر الدین گولڑوی ہوں۔ اس نے ماننے سے انکار کیا تو پوٹھوہاری میں فرمایا ''ماں نصیر الدین آں''۔

ہندوستان تشریف لے گئے۔ مشاعروں میں شرکت کا موقعہ ملا تو نقیب محفل نے تعارف کرواتے ہوئے جب یہ کہا کہ حضرت کا تعلق پنجاب سے ہے اہل دہلی اپنے لہجہ و زبان کے فخر سے کب دستبردار ہونے والے تھے۔ ایک بے سبب ہوٹنگ شروع ہوئی اس ہنگام بے ہنگم میں کچھ وقفہ ہوا تو شاہ جی نے پر سطوت، باوقار شیریں لہجے میں ابتدائے کلام فرمایا تو ہر طرف سناٹا تھا پھر کیا تھا تکلم کا یہ جادو گران کے دلوں میں اتر گیا اور کلام و نگاہ کے تصرف نے ناقدین کو رقص پر آمادہ کر دیا۔ غالباً اس کی فلمی رپورٹ موجود ہے۔

شاہ جی کی شاعری میں اردو کے مختلف لہجے اور بولیاں موجود ہیں۔ خوبصورت پوربی کے نمونے آپ کی باکمال دسترس اور کامل مشاقی کا اظہار ہیں۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اور ان کی ذات تو موضوعات کا ہمہ رنگ گلدستہ ہے۔ شہرت وخوشامد سے بے نیاز اپنے من میں ڈوب کر زندگی کو بلند اہداف کے حصول میں صرف کر گئے اور اب حیات طیبہ کے ذائقے سے آشنا ہو کر اہل محبت کے دلوں میں امر ہیں۔ کارگہ عشق میں حسن مفتوح ہو گیا۔ دیکھئے کس وارفتگی میں بے نیازی کا اظہار ہے۔

؎ تمام عمر حسینوں کو ٹوٹ کر چاہا
ہمارا نام کسی نے لیا لیا نہ لیا

Marfat.com

ہے کمی تو بس اسی چاند کی۔۔۔

سیّدہ ناہید کوثر

لفظ ہماری ذات کے ادراک کا بہترین اور مؤثر ترین ذریعہ ہے اور جو کچھ ہم محسوس کرتے ہیں اس کے اظہار کا وسیلہ بھی ہیں بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انسان کی اصل میراث الفاظ ہیں۔ تاریخ صرف ان لوگوں کی عظمت کو سلام کرتی ہے جو اپنے کردار کی عظمت سے تاریخ کو عظیم بناتے ہیں جبکہ انسانی سوچ ان ذہنوں کی چوکھٹ پر سجدے کرتی ہے جو اپنی سوچ، اپنی فکر سے انسانی ذہن کو معراج عطا کرتے ہیں۔

ایک خوش گفتار، خوش اخلاق، سادہ اور وجدانی شخصیت کے مالک کہ جن کے بارے میں لکھتے ہوئے لفظ انسان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور ویسے بھی وہ انسان جو اپنی ساری زندگی لفظوں سے کھیلتا رہا ہو اس کے بارے میں الفاظ کا چناؤ اور ترتیب بہت مشکل کام ہے، پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی صاحب کو براہِ راست سلام کرنے کا شرف تب حاصل ہوا جب ہم ایم فل کے تھیسز کے سلسلے میں ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کے پاس حاضر تھے (کہا جاتا ہے کہ اگر آپ لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھو گے تو کچھ ملے نہ ملے مگر آپ کے کپڑے ضرور خراب ہونگے اور جل بھی جائینگے اور اگر آپ عطر فروش کے پاس بیٹھو گے تو کچھ اور نہ بھی ملے مگر آپ کے کپڑوں میں عطر کی خوشبو ضرور آئے گی، یہ اچھے لوگوں کی صحبت کا فیضان ہے) یہ جمعہ کا روز تھا اور تقریباً ڈھائی بجے دوپہر کا وقت تھا ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مجھے پیر نصیر الدین نصیر شاہ صاحب نے فون کیا ہے وہ یہاں (یونیورسٹی آف فیصل آباد میں) تشریف لانے والے ہیں گیٹ پر جاؤ اور جیسے ہی آئیں مجھے بتا دینا ہم گیٹ پر گئے مگر تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر صاحب خود بھی تشریف لے آئے پیر صاحب کی گاڑی آکر رکی اور آپ باہر تشریف لائے، ڈاکٹر صاحب آپ کے استقبال کے لیے آگے بڑھے تو پیر صاحب یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے گھٹنوں کو

Marfat.com

ہاتھ لگانے کے لیے جھکے ''میں نے سوچا ڈاکٹر صاحب نے تو ٹائم دینا نہیں خود ہی جا کر ٹائم لے لیں'' (اس بات سے پیر صاحب کی علم اور اہلِ علم سے جو عقیدت تھی اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور یہ الفاظ انہوں نے خالص اپنی پنجابی زبان میں کہے تھے)۔ڈاکٹر صاحب نے انہیں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے اپنے گلے لگالیا۔اسی طرح پیر صاحب ہمارے سلام کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ ان کے آفس میں چلے گئے کافی دیر تک آپ کی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ گفتگو ہوتی رہی۔ڈاکٹر صاحب نے فیکلٹی ممبرز کے ساتھ آپ کا تعارف کروایا اور آپ نے سب کے لیے دعا بھی کی، جب آپ کو اسلامک گیلری کا وزٹ کرایا گیا تو آپ نے نیچے کارپٹ پر بیٹھ کر مثنوی مولانا روم کا مطالعہ شروع کر دیا اسی سے آپ کی علم دوستی اور منکسر المزاجی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ویسے بھی ایک اچھے اور صالح انسان کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ احساسِ غرور سے پاک ہو۔

دوسری مرتبہ آپ ڈاکٹر صاحب کی دعوت پر یونیورسٹی آف فیصل آباد میں مشاعرے میں شرکت کے لیے تشریف لائے چونکہ مشاعرے کی صدارت آپ ہی نے فرمانا تھی اس لیے آپ بالکل وقت پر تشریف لائے، وقت کی پابندی کی ان کے نزدیک کیا اہمیت تھی اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے آج کل کے "بڑے لوگوں" جیسا وطیرہ نہیں اپنایا) ان کی ایک خاص عادت کہ وہ گاڑی سے اترتے ہی بات شروع کر دیتے تھے چنانچہ اس مرتبہ بھی یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے لیے آگے بڑھے "دیکھئے ڈاکٹر صاحب میری طبعیت خراب تھی لیکن میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب سے وعدہ کیا ہے تو جانا ضرور ہے"

خوش قسمتی سے اس مشاعرے کی میزبانی کی سعادت بھی اسی ناچیز کے حصے میں آئی۔آپ مسندِ صدارت پر رونق افروز ہوئے اور آپ کی اجازت سے مشاعرہ

Marfat.com

شروع ہوااور جب پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی صاحب خطبۂ صدارت اور اپنا کلام سنانے کے لیے مائیک پر تشریف لائے تو اک سماں بندھ گیا جو کہ بیان سے باہر ہے لوگ ہمہ تن گوش تھے اور ہر طرف سے آپ کے کلام پر داد دی جا رہی تھی اور آپ کا انداز وہ تھا کہ کلام روح میں اتر رہا تھا پہلے آپ نے فارسی زبان میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کی منقبت پڑھی اور پھر اردو میں سیدنا امام حسین علیہ السلام اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مناقب بیان کیے۔ آپ سے پہلے غازی صاحب نے جو آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ " آپ کے کلام کو سن کر یہ محسوس ہوگا کہ کہیں کہیں پر جبریل آپ کو چھو گیا ہے " واقعی یہی محسوس ہوا۔ جب سلام پڑھا جا رہا تھا تو آپ نے صرف ایک شعر پڑھنے کی اجازت مانگی کہ اسی (امام احمد رضا خاں بریلوی کی) زمین میں میرا بھی ایک شعر ہے جو انہوں نے بہت ہی خوش الحانی، پر جوش، پر تاثیر، پر سوز انداز میں پڑھا جو یہ ہے:

جس کو پا کر حلیمہ غنی ہو گئی

آمنہ تیری دولت پہ لاکھوں سلام

اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی، جو لوگ اس وقت سلیم آڈیٹوریم میں موجود تھے انہیں یہ مشاعرہ مدتوں یاد رہے گا آپ نے اپنے اجداد کی منقبت کا حق ادا کرنے کی جو بہترین کوشش کی اللہ تعالی اسے شرفِ قبولیت بخشے۔

جیسا کہ آپ نے خود فرمایا:

حبِّ نبی و آلِ نبی از ازل نصیرؔ

فضلِ خدااست ذالك يوتيه من يشاء

بے پناہ علمیت اور پر تاثیر آواز و انداز، ان پر اللہ کا خاص فضل تھا۔ بلا شبہ یہ نسبتِ مصطفیٰ ﷺ کا فیض ہے اور فیضانِ نسبتِ مصطفیٰ ﷺ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اظہارِ خیال میں روانی اور پر تاثیر لہجہ کہ جو منجمد ذہنوں کو لفظوں کے سوز و ساز سے برف کی

Marfat.com

طرح پگھلادے، ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بقول اقبال:

مجھے معلوم یہ بھی ہے کہ صدیوں کے تفکر سے
کلیجہ پھونک کر کرتی ہے فطرت اک بشر پیدا

اور پھر علم و معرفت کا یہ چراغ گل ہوا مگر اس کی ضیاء جو نہ صرف "مہرِ منیر" بلکہ "باب العلم" کی ضیاء ہے سب کو فیض پہنچاتی رہے گی۔ آپ کے جانے سے علم و ادب کے میدان میں جو خلاء پیدا ہوا وہ ہمیشہ رہے گا اور آپ کی کمی سب کو محسوس ہوتی رہے گی۔ یہ اشعار جو آپ نے حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کہے تھے آپ کی ذات پر بھی ویسے ہی صادق آتے ہیں اور آپ کے اپنے الفاظ کے علاوہ شاید کچھ کہا بھی نہ جا سکے۔

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے، وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی چاند کی، جو تہہِ مزار چلا گیا
کہاں اب سخن میں وہ گرمیاں کہ نہیں رہا کوئی قدرداں
کہاں اب وہ شوق کی مستیاں، کہ وہ پُر وقار چلا گیا

Marfat.com

پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ - ایک ہمہ گیر شخصیت

ڈاکٹر اسحاق قریشی

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا اور یہ یکتائی اس کی ہر مخلوق میں ودیعت ہے، ہر انسان منفرد وجود رکھتا ہے کہ خالق کی وحدانیت کا پرتو ہر کہیں ہے ژرف نگاہ اہلِ علم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی پتہ دوسرے کسی پتے جیسا نہیں حتیٰ کہ بال، بال کے برابر نہیں، یہ یکتائی پوری کائنات میں یوں سمودی گئی کہ ہر مظہرِ تخلیق اس کا اعلان کر رہا ہے۔ ؎

ہر گیاہے کہ از زمیں روید وحدہٗ لاشریک، گوید

یہ تو مطالعہ کی سہولت اور استخراج کی ضرورت ہے جو مثل ڈھونڈتی ہے اور مہر تلاش کرتی ہے، عالمِ نباتات ایسے گروپوں کی تشکیل سے زیرِ مطالعہ آتا ہے کہ ہر مظہر کا الگ الگ مطالعہ انسانی بساط میں نہیں اسی طرح کسی شخصیت کی سیرت وکردار کا مطالعہ اجتماع کے تناظر میں کیا جاتا ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں، جزوی مشابہت گروپ بندی کی راہ دکھاتی ہے کہ انسانیت کی صلاحیت اسی کی متحمل ہوتی ہے، کسی کی سیرت کا جائزہ لینے کے لیے اس کے میلانات کو قریبی میلانات سے جوڑ دیا جاتا ہے یوں معاشرتی اکائیاں وجود میں آتی ہیں ایک سائنس دان کی زندگی کا مطالعہ دیگر ہم منصب سائنس دانوں کے جلو میں کیا جاتا ہے، اسی طرح ایک شاعر کی شعری صلاحیت کا جائزہ دیگر شعراء کے تناظر میں لیا جاتا ہے، یہ الگ بات کہ بعض انسان بیک وقت کئی معاشرتی دائروں میں نظر آتے ہیں کہ ان میں ہمہ گیریت کے بعض عناصر ہویدا ہوتے ہیں، ہمارے ممدوح ایسے ہی انسان تھے جو ایک وجود ہوتے ہوئے بھی کئی اکائیوں میں بٹے ہوئے تھے۔

پیر نصیر الدین نصیر ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو نسل در نسل اصلاحِ امت کے کارِ خیر کا امین تھا، باپ صاحب نسبت بزرگ تھے، دادا مرکزِ محبت وعقیدت تھے اور پردادا تو ایسے نادر بزرگ تھے کہ جن کا نام ہی ثقاہت کا حوالہ تھا، فیضِ مسلسل ایک

Marfat.com

جہان کو گرویدہ بنا چکا تھا، عقیدت مندوں کی قطاریں بچپن سے ہی ہالہ بنا رہی تھیں، اسی لیے ان کی سیرت کا قاری اس تسلسلِ صالحیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ محبت ان کو میراث سے ملی تھی اور عقیدت نسل در نسل ان کا امتیاز رہی تھی۔ ایسا وجود بعض صلاحیتیں فیضان کے طور پر ہی پا لیتا ہے اور یقیناً پیر نصیر الدین نصیؔر کے وجود میں ایسی صالاحیتیں ودیعت تھیں، وہ پیر تھے، صاحبزادے تھے، مرکزِ التفات تھے، اور محورِ عقیدت تھے، ایسا شرف بہت کم نصیب ہوتا ہے مگر پھر بھی ایسے شرف کے حامل تلاش کئے جا سکتے ہیں اور مل بھی جائیں گے، پیر صاحب کا امتیاز یہ تھا کہ انہوں نے اس شرف میں شخصی کمالات کی بناء پر اضافہ کیا تھا، کتنے اصحابِ سجادہ ہیں جو صرف ماضی کی نسبتوں پر جیتے ہیں اور کتنے گدی نشین ہیں جن کا شرف صرف گدی نشین ہونا ہے، روایتی عقیدت کیشی کے مظاہر تو بہت ہیں مگر کتنے ہیں جنہوں نے عقیدت کی رداء کو اپنی کاوشوں اور صلاحیتوں سے تقدیس کا مظہر بنا دیا تھا، پیر صاحب چاہتے تو باپ دادا کی کمائی پر تکبر کئے رہتے پھر بھی ہجومِ عاشقاں کم نہ ہوتا، کہ عقیدت کا خروش صدیوں تک قائم رہتا ہے، پیر صاحب کو یہ احساس تھا کہ ان کے آباؤ اجداد عظیم المرتبہ تھے، وہ نسل پر فخر کے سہارے ہی زندگی گزار سکتے تھے مگر ان کا مزاج خود انحصاری کا قائل تھا، باپ بڑا تھا، تو میں کیوں نہیں؟ دادا مرکزِ عقیدت تھا تو میں ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کے روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونے والے لاکھوں تھے تو کسی وجہ سے ایسا تھا کیا ان کی محنت و مشقت کا اس میں دخل تھا؟ اگر قریہ قریہ ان کا فیضان جاری ہے تو منبع فیض وجود کس طرح تیار ہوا تھا، یہ سوالات تھے جو ان کو محاسبہ نفس پر آمادہ کرتے تھے، آزاد بالگرامی کہتا تھا کہ میں معجزات شمار نہیں کرنا چاہتا، معجزے کا حصہ بننا چاہتا ہوں اگر کنکر شہادتین پکارتے ہیں تو میں ایسا کنکر کیوں نہیں؟ جس کے انگ انگ سے شہادت کی صدا آئے، پیر صاحب بھی اسی مزاج کے تھے، وہ تاریخ کے سہارے زندہ نہیں رہنا چاہتے تھے خود تاریخ بننا چاہتے تھے،

Marfat.com

وہ جانتے تھے کہ ایک صاحبِ سجادہ، زینتِ سجادہ ہوتا ہے اسی کا تذکرہ ہر کہیں ہوتا ہے باقی تو سب طفیلی ہوتے ہیں، پاکپتن کا قصبہ ایک ہی نام سے معروف ہے اگرچہ صدیاں بیت چکی ہیں، دوسرے لوگ تو صرف تحقیق نگاروں کے ایک دو جملوں کے لائق سمجھے گئے ہیں، یہ سلسلۂ فیض ہر کڑی پر تابناک کیوں نہیں ہے؟ یہ خیال ان کو تڑپاتا تھا، بے چین رکھتا تھا اور وہ اسلاف کے کارناموں کو پھر سے اجاگر کرنا چاہتے تھے، وہ ان کا پھر سے احیاء چاہتے تھے، بارہا ان کی محفلوں میں حاضری ہوئی، تنہائی میں بھی حاضری کا شرف رہا، خیالات کا مچلنا بھی دیکھا اور جذبات کا فشار بھی کئی مرتبہ مشاہدہ کیا، میں تو یہی محسوس کرتا رہا کہ ان کے اندر ایک کہرام ہے، ایک تناؤ ہے کہ ماضی حال کیسے بنے؟ وہ روحانی کیفیت پھر سے زندہ کیسے ہو؟ اسلام تو زندہ دین ہے، اسوۂ رسول ﷺ کو ہر گھڑی وجود درکار ہیں، سیرت کتابوں کی زینت ہی نہ رہے انسانی وجود پر نافذ ہو، سچی بات یہ ہے کہ پیر صاحب کی بسا اوقات تلخ کلامی اسی حسرت کا بروز تھی، وہ اردگرد مجاور دیکھتے تو کڑھنے لگتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ صاحبِ قبر قبر کے اندر سے ہی فیض تقسیم نہ کرے، باہر بھی اس صاحبِ قبر کے نقشے نظر آئیں، سعادت مندیوں کے درمیان قبر کے پتھر حائل نہ ہوں، اللہ اللہ، مدینہ منورہ میں ایک دفعہ حاضر تھے کہ ایک صاحبِ دل عرب سے ملاقات ہوئی کہنے لگا مجھے پاکستانیوں سے شکایت ہے، عرض کیا، کیوں؟، کہنے لگا جس سے پوچھو یہی کہتے ہیں کہ ہم روضۂ رسول ﷺ دیکھنے آئے ہیں، میں نے حیرت سے پوچھا اس میں خرابی کیا ہے؟ کہنے لگا خرابی تو نہیں مگر حقیقت یہ نہیں، یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ہیں؟ کیا وجود کو زندہ نہیں سمجھتے؟ بس یہی فرق ہے سوچ کا، رویہ کا۔ پیر صاحب کا یہی رویہ ان کو دوسروں سے ممتاز کرتا ہے کہ وہ ایک صاحبِ فکر انسان تھے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ پیر صاحب تصوف کے رموز جانتے تھے، صوفی کا میلانِ طبع کیا ہوتا ہے اور ایک صوفی کے معمولات کس طرح کے ہونے چاہئیں انہیں مکمل آگہی

Marfat.com

تھی، ایک روایتی صوفی کے تمام فضائل ان کے اندر موجود تھے اور مستزاد یہ کہ انہوں نے اپنی راست فکری اور پختہ نظری سے ان فضائل کو جلا بخش رکھی تھی، اصطلاحاتِ تصوف کا ذکر کرنے پہ آتے تو بے تکان گرہیں کھولتے چلے جاتے اور سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے، یوں کہہ سکتے ہیں کہ ان کے اندر روایت پرست صوفی اور تجدد پسند روحانی رہنما کے اوصاف اس طرح اکھٹے ہو گئے تھے کہ ایک اکائی بن گئے تھے۔

یہ تو پیر صاحب کی سیرت کی ایک جہت تھی کہ وہ ایک بلند مقام مسند سے تعلق رکھتے تھے مگر ان کے ہاں ایک دوسری جہت بھی بڑی نمایاں تھی، آپ ایک عالمِ دین بھی تھے، مدارسِ دینیہ کے مروجہ نصاب سے بہرہ مند تھے، تمام اسباق درساً درساً پڑھے تھے اور طالب علمی کا دور ایک سچے طالب علم کی حیثیت سے گزارا تھا، ورنہ عمومی مشاہدہ یہ ہے کہ پیرزادے جب مدارس میں داخل ہوتے ہیں تو صاحبزادگی کا فخر اور امتیاز بھی ساتھ ہی ہوتا ہے، اساتذہ بھی ایسے صاحب نسبت طلبہ کو طالب علم کے بجائے صاحبزادہ ہی گردانتے ہیں اور ان کی شرکت کو ہی غنیمت سمجھتے ہیں۔ ہم مکتب اور ہم درس طلبہ بھی ایسے بلند بام افراد کے سامنے جھکے رہتے ہیں، ان امتیازات کا اثر یہ ہوتا ہے کہ فراغت کی سند کے باوجود ان کا مبلغ علم کسی اعتماد کے قابل نہیں ہوتا، یہ ضرور نتیجہ نکلتا ہے کہ عُجبِ نفس تعمیرِ سیرت کی راہ کا سنگِ گراں بن جاتا ہے اور تمام عمر جہالتِ مرکب دامنگیر رہتی ہے، پیر نصیر الدین نصیر کے ہاں اعتماد تھا، اپنے مطالعہ پر قدرے فخر بھی تھا مگر یہ سچ ہے کہ ان کے اندر کا ایقان ہر مرحلے پر جلوہ گر تھا، میں نے کئی محفلوں میں ان کی گفتگو سنی ہے بلاشبہ شک وریب سے پاک ہوتی تھی بلکہ بعض اوقات ضرورت سے زیادہ اعتماد کا مظہر ہوتی تھی، نجی محفلوں میں بھی سنا اور تنہائی کی مجلسوں میں بھی گفتگو کا موقع ملا ان کا حرف حرف قبائے علم میں ملبوس ہوتا تھا، شیخ اکبر علیہ الرحمۃ پر ایک مضمون انہوں نے کہیں سے پڑھ لیا تھا، مدت کے بعد ملاقات ہوئی تو ابتدائی جملوں کے بعد اس مضمون کا ذکر چھیڑا، میں حیران ہوا کہ ان کے مطالعے کی وسعت کس قدر تھی، مضمون کی ثقاہت پر تبصرہ

Marfat.com

فرمایا کہ میں سنتارہ گیا خوشی ہوئی کہ ایک صاحبِ سجّادہ جو وحدت الوجود پر یقین رکھتا ہے اس نظریہ تصرف کے شیخ کے خیالات سے کتنا باخبر ہے، دورانِ گفتگو ترکیبِ جملہ کا ذکر ہوا تو نحوی موشگافیوں کی وہ جھلمل ہوئی کہ خیال گزرا کہ ایک نحوی کے سامنے یہ صلاحیت اور یہ اعتماد اس دورِ زوال میں بہت غنیمت تھا،

؎ اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

"نام ونسب" جب شائع ہوئی تو ایک نسخہ ارسال فرمایا یہ ان کی نوازش تھی میں نے ایک ایک لفظ پڑھا کہ اس پر ایک طوفان برپا ہو گیا تھا ان کی خواہش پر اس کتاب پر ایک تفصیلی تبصرہ بھی لکھا، میں کتاب کے مندرجات سے قدرے اختلاف کے باوجود اس کتاب کی اہمیت کا قائل رہا، یہ ضرور ہے کہ ان کی علمی وسعت اور رواں طبع موضوع کے گردونواح اس میں منہمک ہو گئے کہ بے پناہ پھیلاؤ آ گیا کہ جس پر ناقدین کو انگشت نمائی کا موقع بھی ملا مگر یہ حقیقت ہے کہ نام ونسب ایک علمی شاہکار ہے اور ایک مسند نشیں اور شاعرانہ مزاج کے حامل صاحبِ قلم کی وہ نگارش ہے جو علمی ثروت مندی پر دلالت کرتی ہے،

پیر صاحب کا ایک اور حوالہ جو ہر کہیں معروف ہے، شاعر ہونے کا ہے، شعر ایک موھبت ہے جو ذہنی توازن اور قلبی تناسب کا اثر ہے، عروضی مشق سے صلاحیتِ شعر میں نکھار آتا ہے مگر درحقیقت شاعر کا شعور خاص میلان کا حامل ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ شاعر وہ شعور پاتا ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتا، پیر صاحب کے ہاں شعری صلاحیت اس قدر پختہ تھی کہ میرا یقین ہے کہ اگر وہ عباسی دور کے مشہور شاعر ابولعتاہیہ کی طرح یہ دعویٰ کرتے کہ

"لو شئتُ اَنْ اَجعَلَ کَلامی کُلّه شِعراً لَفَعَلْتُ"

"کہ اگر میں چاہتا کہ اپنی ساری گفتگو کو شعر ہی بنا دوں تو میں ایسا کر سکتا تھا" شعر ان کی گفتگو کا نمایاں تر حصہ تھا، عروضی درویست، ردیف وقافیہ کی بندش، شعر کی ساخت اور اسلوب ان کے ہاں اسقدر پختہ ہے کہ ان کا شمار معاصرین میں ہی نہیں، شعراء کی عمومی

Marfat.com

صف میں بھی ممتاز ہے، صوفی افضل فقیر علیہ الرحمۃ جو عصرِ موجود کے باکمال شاعر بھی تھے اور قاری بلکہ عربی کے لائق اسناد عالم بھی تھے، نے جب پیر صاحب کی فارسی رباعیات کا مقدمہ لکھا تو اعتراف کیا کہ پیر صاحب کا ذوقِ شعری ان کی فطرت کا مظہر ہے، پیر صاحب اپنے اسلاف کی روایت پر مضبوطی سے قائم تھے، برصغیر پاک و ہند میں فارسی کی سطوت محمود غزنوی کے دور سے قائم تھی اس لیے کوئی علمی حوالہ مکمل نہ ہوتا تھا جب تک فارسی پر ماہرانہ دسترس نہ ہو، پیر صاحب اس خوشگوار روایت کے امین تھے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس روایت کے آخری نامور افراد میں سے تھے، جہاں تک اردو شاعری کا تعلق ہے پیر صاحب اساتذہ شعر میں شمار ہوتے تھے ہر شعری نشست کے صدر نشین ہونا تو گویا ان کا ایسا استحقاق تھا جو سب کو تسلیم تھا،، پیر صاحب نے اپنی شعری صلاحیت کو ایک جہت عطا کر دی تھی، ان کے ہاں نعت مرکزِ شعر تھی اور ظاہر ہے کہ نعت گوئی ایک شاعر سے اضافی صلاحیت کا تقاضا کرتی ہے، نعت صرف عروض و قوافی کی پاسداری کا نام نہیں، یہ دراصل پاکیزہ جذبوں اور پوتر خیالات کا حسین مرقع ہے جو سربسر پابندِ آداب ہے، یہ صرف مدح سرائی نہیں کہ ممدوح کے فضائل اور کمالات کو شعری پیراہن عطا کر دیا جائے، اس کے لیے ممدوح خارج کا وجود نہیں ہوتا، داخل کا مسند نشیں ہوتا ہے، نعت گو خصائل و شمائل کے مطالعے پر شعری اساس نہیں رکھتا، وہ پہلے ممدوح کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور پھر داخلی جذبات کی عکاسی کرتا ہے، اس لیے کہا جاتا ہے کہ نعت میں ممدوح کی تصویر کشی نہیں ہوتی اپنے اندر موجود ممدوح کا عکس ہوتا ہے، اس لیے نعتیہ شاعری زیادہ تر تصوف کے سایوں میں پلی ہے، ایک صاحبِ دل صوفی نعت کہنے کا قرینہ بہتر جانتا ہے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ ہوں یا امام بوصیری علیہ الرحمۃ، سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ ہوں یا مولانا روم علیہ الرحمۃ امیر مینائی ہوں امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ سب کے ہاں تصوف کی چاشنی موجود ہے پیر صاحب بھی ایک صوفی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ان کا اپنا مزاج بھی تصوف کے تقاضوں میں رچا بسا تھا اس لیے نعت ان کا طبعی میلان تھا، ایسا

Marfat.com

میلان جو منصبِ رسالت کی عظمت سے بھی آشنا ہے اور جو مدح نگاری کے قرینے بھی جانتا ہے یہی وجہ تھی کہ ان کی نعت مقبول ہوئی کہ ہر سامع نے اس کو اپنے دل کی آواز سمجھا،

نعت میں مدح کا عنصر اساسی ہے مگر اس کی اثر آفرینی استغاثوں سے عبارت ہے شاعر صرف شعر کہنے کا حق ہی ادا نہیں کرر ہا ہوتا وہ اظہارِ محبت کے پل صراط پر بھی چل رہا ہوتا ہے۔ داخل میں جذباتِ محبت کا خروش نہ ہو، آدابِ آشنائی کا قرینہ نہ ہو اور پیش کش کا مؤدبانہ سلیقہ نہ ہو تو نعت مدحیہ شاعری بن جاتی ہے، یہ جذبات و اظہار کی سچی تصویر تب بنتی ہے جب روح کا گداز اظہار کے عجز میں نمودار ہوتا ہے، پیر صاحب کا نعتیہ کلام اسی صداقت کا مظہر ہے، ان کی نعت کسی مجلسی یا عصری ضرورت کا نتیجہ نہیں ہوتی ان کی قلبی صداقتوں کا مرقع ہوتی ہے اس لیے "از دل خیزد بر دل ریزد" کا مصداق ہوتی ہے۔

پیر صاحب کی شخصیت اس قدر بوقلموں ہے کہ ہر زاویہ اظہار کا محرک ہے ایک بے پایاں وجود جو جہاں رہا باوقار رہا، عزت کا ہالہ ان کے وجود کا نشان تھا اور یہ نشان ان کے جنازے سے بھی ہویدا تھا، قطار در قطار مخلوق جس میں امیر و غریب، عالم و طالبِ علم، مسند نشیں اور متوسلین کندھے سے کندھا جوڑے کھڑے تھے اور جانے والے کی عظمت کی شہادت دے رہے تھے اللہ تعالیٰ پیر صاحب کی روح کو آسودہ رکھے اور پس ماندگان کو اس اجلی روایت کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللّٰھم صلّ وسلّم دائما ابداً   علی حبیبك خیر الخلقِ کلّھِم

Marfat.com

آہ! حضرت پیر نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

محمد افضل خاکسار۔ فیصل آباد

کہاں کہاں دلِ صد چاک اشکِ خوں روئے　　دبے ہیں سینکڑوں افلاک ان زمینوں میں

سب سے پہلے اپنے ممدوح حضرت پیر نصیر الدین گیلانی گولڑوی سے اپنی نسبت اور تعلق کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں تاکہ ناقدانہ نگاہ رکھنے والے قارئینِ کرام کے لیے میرے مندرجات کی تفہیم میں کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

قارئینِ محترم! آپ سے جو حضرات صاحبِ نسبت ہیں وہ یقیناً جانتے ہونگے کہ نسبتِ شیخ کس درجہ محبت اور عقیدت کی متقاضی ہوا کرتی ہے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت قبلہ پیر نصیر الدین نصیرؔ براہِ راست میرے شیخِ طریقت نہ تھے مگر بمنزلہ شیخِ طریقت ضرور تھے وہ اس لیے کہ آپ سیدی و مرشدی حضرت قبلہ بابو جی کے بڑے پوتے اور ان کی صوری و معنوی تصویر تھے۔ آپ قبلہ بابو جی کے خلیفۂ مجاز بھی تھے، سو اس حوالے سے آپ میرے شیخِ کریم کے نائب ٹھہرے، جب کہ نائب شیخ خود منوب کے درجہ پر ہوتا ہے۔ بقول عارفِ رومی:

نے غلط گفتم کہ نائب یا منوب　　گر دو پنداری قبیح آید، نہ خوب

پیر نصیر الدین نصیر ایک کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے ہفت زبان شاعر، بے مثل نثر نگار، بہترین نقاد، بے مثال قاری، لاجواب خطیب، قرآن و حدیث کے متبحر عالم، فقہی علوم کے ماہر، علمِ موسیقی کے نقطہ داں، دردمند دل رکھنے والے ایک روشن دماغ و عالی ظرف انسان۔

آپ کی دل آویز شخصیت جمال و رعنائی کا حسین مرقع تھی، آپ رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ جلال و پیکرِ جمال تھی، آپ کا جلال دلکش اور جمال جاں نواز تھا۔ میں جہاں آپ کو نصیر الملّت والدّین، شیخ العصر اور قیومِ دوراں ایسے القابات سے یاد کرتا ہوں، وہاں

Marfat.com

من موہن یار مٹھن، دلدار سجن ایسی ترکیباتِ شیریں بھی گا ہے بگا ہے میری بیخودی شوق کا مظہر قرار پاتی ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ خانقاہِ معلّٰی کے قطب الارشاد تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ عظمت کے ماہتاب اور سپہرِ عزیمت کے آفتاب تھے۔آپ اربابِ رخصت میں سے نہ تھے بلکہ اہلِ عزیمت کے فی زمانہ سرخیل تھے۔

میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے حالات اور واقعات اور سوانحی کوائف بہم پہنچانا دیگر اربابِ علم وتحقیق پر چھوڑتا ہوں۔ مجھے تو صرف اپنے مجنونانہ افکار اور پریشان خیالوں کو نظم وترتیب دینے کی سعیٔ لاحاصل کرنا ہے۔سوچوں کے ہیولوں کو نظم وترتیب میں لانے کی جہدِ رائیگاں کرنا ہے۔اُفق تا اُفق پھیلی شبِ ہجراں کے دبیز اندھیروں میں یادوں کے جگنو تلاش کرنا ہیں، کیونکہ اب یہی میرا مقدر ہے۔

بیٹھے تھے گھنی چھاؤں میں اس کی نہ خبر تھی
بڑھ جائے گی دھوپ اور یہ سایہ نہ رہے گا

پیر جی قبلہ کی حسیں قربتوں کی جمیل یادیں ہی اب میرا ورثۂ جاں ہیں، اثاثۂ زیست اور توشۂ آخرت ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے وقت وفاتِ حسرت آیات کو مشیّتِ ایزدی سمجھتے ہوئے صبر سے کام لینا ہی موجبِ فلاحِ دارین ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

عجب دستِ اجل کو کام سونپا ہے مشیّت نے
چمن سے پھول چننا اور ویرانے میں رکھ دینا

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کا ایک پہلو جو سب سے زیادہ توانا، غیر مبہم اور قابلِ اتّباع ہے، وہ استقامت فی الدّین اور استقلال فی الشّریعہ ہے، وہ اوامر ونواہی اور حلت وحرمت کے معاملات میں کسی قسم کی رُو رعایت کے قائل نہ تھے۔اس سلسلہ میں انہیں سخت مصائب وشدائد کا سامنا بھی کرنا پڑا مگر ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی۔

Marfat.com

11 نومبر 1949ء کو خانوادۂ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ میں پیدا ہونے والا یہ بطلِ جلیل آخر 13 فروری 2009ء کو بروز جمعۃ المبارک بوقتِ نمازِ جمعہ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہر طرف ایک کہرام بپا تھا۔ لاکھوں مشتاقانِ جمال کا ایک ہجوم بے پناہ سیلابِ اشک و آہ میں بہا جا رہا تھا۔ دل زدگاں فرطِ غم سے نڈھال تھے۔ چار جانب آہ و بکا اور نالہ و شیون کا شورِ بے اماں تھا۔ شاعر نے شاید ایسے ہی کسی موقع کے لیے کہا تھا:

وہ جا رہا ہے کوئی جی بھر کے اس کو رو لو

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسدِ نازنیں کو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کی شرقی جانب حضرت قبلہ لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی طرف سپردِ خاک کیا گیا۔

اندر بھی زمیں کے روشنی ہو
مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے

☆☆☆☆☆

Marfat.com

ایک مفکر، مصنف اور صاحبِ طرز ادیب

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

حضرت پیر سید نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ عصرِ حاضر کی ایک عہد ساز شخصیت تھے، آپ علم و فضل، تصنیف و تالیف، شاعری، اور فکر و نظر کی دنیا میں اپنی مثال آپ تھے، ایک شخص بیک وقت قرآن و حدیث کا فہم، منطق و فلسفہ کا گہرا ادراک اور تحقیق و جستجو کی لگن رکھتا ہو اور پھر رومی و جامی، حافظ و سعدی اور خسرو کے سوز و گداز کی چاشنی سے بھی آگاہ ہو یہ بات یقیناً اُس شخصیت پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے خاص فضل و کرم اور اُس کی قدرت کا مظہر ہے۔

یونیورسٹی آف فیصل آباد کی ایک خوبصورت روایت ہے کہ چیئر مین بورڈ آف گورنرز الحاج میاں محمد حنیف صاحب کی خصوصی ہدایت پر یونیورسٹی میں فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین استادِ محترم پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کی سرپرستی میں وقتاً فوقتاً دینی، روحانی اور علمی مجالس اور سیمینارز کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم طلبہ و طالبات علم و آگہی کا نور حاصل کرتے ہوئے اخلاقی اور روحانی اقدار سے بھی آشنا ہوں اور مستقبل میں معاشرے کے اعتدال پسند اور اچھے فرد بنیں، مورخہ ۲۵ فروری ۲۰۰۹ء کو ''مناقبِ اہلِ بیت'' کے عنوان سے منعقد ہونے والا مشاعرہ اِسی سلسلے کی ایک کڑی تھا، جس کی مسندِ صدارت کو حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زینت بخشی، اور جب حضرت پیر صاحب نے مائیک سنبھالا تو سامعین پر ایک عجب سرمستی کی کیفیت طاری تھی، آپ کے کلام میں قرآنِ کریم سے اقتباسات، الفاظ کی بندشوں، تشبیہات و کنایات اور روحانیت کے زیرِ اثر سامعین کے علاوہ در و دیوار پر بھی وجدانی کیفیت محسوس ہو رہی تھی، اُس وقت مجھے فارسی کا یہ شعر یاد آ رہا تھا:

باز گو از نجد و از یارانِ نجد   تا در و دیوار را آری بوجد

Marfat.com

اِس مجلس کے حاضرین وسامعین حضرت پیر صاحب کے کلام میں موجود سوز وگداز کی تپش اپنے سینوں میں محسوس کرر ہے تھے، بلکہ کئی لوگوں کو تو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا: ''زندگی میں مشاعرے بہت سنے ہیں لیکن ایسی روحانیت اور چاشنی کہیں نصیب نہیں ہوئی نیز یہ مشاعرہ عمر بھر یادرہے گا۔''

حضرت پیر صاحب کی ہفت زبان شاعری اپنے دامن میں سوز وگداز کی حرارت ،افکار وخیالات کی ندرت اور علمیت کی واضح چھاپ کے علاوہ عربی ، فارسی ، اردو، پوربی ، پنجابی ،سرائیکی اور پوٹھواری زبان میں تشکیل دیئے گئے صوفی ادب کی مہک لئے ہوئے ہے،آپ نے مذکورہ بالا تمام زبانوں میں اپنے محسوسات کو خوبصورت انداز میں تعبیر کیا۔اور یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ آپ اِن سب زبانوں میں نعت اور منقبت کے قادراور کلام شاعر تھے۔

حضرت پیر صاحب کے شعری مجموعہ جات میں ''کہیں سوز وساز رومی، کہیں پیچ وتابِ رازی۔'' کی دل کش جھلک دیکھائی دیتی ہے،آپ کے شعری موضوعات میں نعت کونمایاں مقام حاصل ہے،آپ نے ماہنامہ سوئے حجاز کے لئے ہمارے فاضل دوست جناب ملک محبوب الرسول صاحب کوانٹرویو دیتے ہوئے نعت کے حوالے سے فرمایا: ''دراصل نعت ایک ذوق اور محبت کے اظہار کا نام ہے، الحمد للہ میرا بھی یہی مدعا اور مقصود ہوتا ہے، بہر حال آج تو ایک رواج بن گیا ہے اور صورت بالکل مختلف ہوگئی ہے،اصل تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے وہ اصل نعت ہے، ویسے ذوق وشوق کے لئے نعت کہنی چاہیے اور یہ صحابہ کی سنت ہے اور محبت سے نعت کہی جائے تو عین عبادت ہے۔''

اللہ تبارک وتعالی آپ کی اور تمام نعت گوشعراء کی شعری کاوشوں کو اپنی پاک اور مقدس بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اِن سب حضرات کے درجات بلند فرمائے۔

Marfat.com

نعت گوشاعر کی حیثیت سے شہرت حاصل کرنے والے حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر اصناف سخن میں بھی عمدہ شاعری کی بالخصوص فنِ غزل میں بھی آپ نے گوناگوں صلاحیتوں کے جوہر دکھائے لیکن آپ کی نعت گوئی سے متاثر لوگ آپ کی نعتیہ شاعری میں یوں ڈوب گئے کہ آپ کو غزل کا نہیں بلکہ فقط نعت کا شاعر دیکھنا چاہتے تھے، شاید اِن لوگوں کی دانست میں غزل گوئی دینی تشخص رکھنے والوں کا شیوہ نہیں، لیکن یہ حضرات یا تو صوفی شعراء کی پاکیزہ غزل سے ناواقف ہیں یا پھر صوفی غزل کے استعارات وکنایات کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور اُسے مجاز تک محدود سمجھتے ہیں، حالاں کہ صوفیائے کرام نے اپنی پاکیزہ اور پرسوز غزل میں اُس محبت کے احوال مجازی رنگ میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

والذین آمنو اشد حبا للّٰہ (سورہ البقرہ:١٦٥)

اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی سب سے اعلیٰ وارفع محبت کے حوالے سے رب کریم کی بارگاہ میں یوں التجا فرماتے ہیں:

اللّٰھم انی اسالك حبك وحب من یحبك و حب عمل یقربنی الی حبك۔

اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں، اور تجھ سے اُس کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اور ایسے عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے قریب کردے۔

ہمارے ممدوح حضرت پیر صاحب غزل لکھتے ہوئے اپنے پیشرو صوفی شعراء کے نقشِ قدم پر چلتے نظر آتے تھے، عرب شعراء میں شیخِ اکبر محی الدین بن عربی، حضرت عمر بن الفارض، رابعہ عدویہ رحمھم اللہ تعالیٰ کے راستے پر گامزن

Marfat.com

دکھائی دیتے ہیں، جبکہ فارسی شعراء میں سے حافظ شیرازی، امیر خسرو، بیدل اور دیگر صوفی شعراء کے لہجے میں سماعتوں کو نوازتے تھے، ہمارے ہاں صوفی غزل پر کچھ زیادہ کام نہیں ہوا لیکن مصری یونیورسٹیز میں بالعموم اور الازھر یونیورسٹی میں بالخصوص اِس حوالے سے نہ صرف مقالہ جات لکھے گئے بلکہ چار سالہ بی اے (عربی زبان وادب) اور ایم اے (عربی زبان وادب) کے نصاب میں بھی صوفی شعراء کا کلام شامل ہے، بلکہ مصر کے ادبی حلقوں میں ''الادب الصوفی'' کے نام سے ایک شعری صنف رائج اور معروف ہے جسے برِصغیر کے اردو شعراء میں سے حضرت پیر صاحب کی شاعری میں دیکھا جاسکتا ہے، آپ کی شاعری میں پائے جانے والے فلسفیانہ افکار، شعری نزاکتوں اور سوز وگداز کا یہ حسین سنگم برِصغیر کی اردو شاعری میں بہت کم دکھائی دیتا ہے، اِن تمام خداداد صفات اور صلاحیتوں کے باعث حضرت پیر صاحب کی شاعری اردو ادب میں ایک مستقل مکتبِ شعر کی حیثیت رکھتی ہے جو آنے والے وقتوں میں نوآموز شعراء کے لئے مشعلِ راہ بنے گی۔

حضرت پیر صاحب فقط ایک شاعر ہی نہیں بلکہ ایک صاحبِ رائے محقق اور مصنف بھی تھے وہ جس بات کو انتہائی غور وخوص کے بعد درست سمجھتے اُسکا برملا اظہار فرمادیا کرتے تھے۔ آپ نے علمی وتحقیقی کتب اور شعری دواوین کی ایک بڑی تعداد یادگار چھوڑی ہے، یہ کتب اور شعری مجموعے آپ کے علمی وادبی مرتبہ ومقام کو ظاہر کرتی ہیں، خوشی کی بات ہے کہ آپ کی اولاد بھی ذی علم ہے لہذا بجا طور پر اُمید کی جاسکتی ہے کہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات وتالیفات معیاری طباعت کاغذ اور بائنڈنگ کے ساتھ اہلِ علم تک پہنچتی رہیں گی اور اِن شاء اللہ اُن کا علمی وروحانی فیض جاری رہے گا۔

Marfat.com

سیّد نصیر گیلانی کا آخری یادگار مشاعرہ

مدخل

(اپنی وفات سے چند ہفتے پہلے پیر سیّد نصیر الدین نصیرؔ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے یونیورسٹی آف فیصل آباد کے ایک یادگار مشاعرے کی صدارت فرمائی تھی یہ مشاعرہ چونکہ مناقبِ اہلِ بیت سلام اللہ علیہم کے عنوان سے تھا اس لیے حضرت پیر صاحب اس میں بڑے جذبۂ ایمان اور جوش وخروش کے ساتھ تشریف فرما ہوئے تھے اس کی مکمل CD بھی یونیورسٹی میں موجود ہے، تمام شعراءِ کرام سے دلی معذرت اور انتہائی ادب واحترام کے بعد اس مشاعرے کی مکمل کاروائی "نذرِ نصیر گیلانی" میں شامل کی جارہی ہے جو اس مجموعہ کے لئے مسک الختام کی حیثیت رکھتی ہے)

Marfat.com

Marfat.com

مناقبِ اہل بیت علیہم السلام

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مناقب، منقبۃ کی جمع ہے جس کے معنی فضیلت کے ہیں اصطلاح میں منقبت سے مراد ہے کہ کسی شخص کے کردار کو اچھی طرح جاننے کے بعد اس کے اخلاقِ حسنہ اور فضائلِ حمیدہ کو نظم یا نثر میں بیان کرنا۔ مناقب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے خود اپنے پیارے حبیب ﷺ کے مناقب بیان فرمائے کان خلقه القرآن کے مصداق سارا قرآن آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کا بیان ہے اور انك لعلى خلق عظيم کہہ کر اللہ رب العزت نے فضیلتِ مصطفیٰ ﷺ کو عروج واوج کی ان بلندیوں تک پہنچا دیا جہاں کسی اور فردِ بشر کی رسائی ممکن نہیں۔

اللہ رب العزت سے قرآن پاک میں اہلِ ایمان کے مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله و رضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون

(القرآن 7/59)

یعنی ان مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کرنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول ﷺ کی منقبت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

محمد رسول الله والذين معه اشدآ ء على الكفار رحمآء بينهم ....الخ

(القرآن 29/48)

Marfat.com

نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ نے خود سیدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کی منقبت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سماعت فرمائی اور اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

گویا کسی کے فضائل ومناقب بیان کرنا ایسا عمل ہے جسے اللہ رب العزت اور سید البشر وخیر البشر سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی تائید کا شرف حاصل ہے

نظم کی صورت میں مناقب نفیس مضامین اور عمدہ خیالات پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان کا پیرایۂ بیان بھی نثر کی نسبت زیادہ دلکش ہوتا ہے اس لیے یہ براہِ راست روحانی پاکیزگی اور اخلاقی فروغ کا باعث بنتے ہیں ویسے تو مناقب بیان کرنا ایک مستحسن عمل ہے اور اگر یہ مناقب خانوادۂ رسول ﷺ کے ہوں تو یہ کارِ ثواب اور نجاتِ اخروی کا ذریعہ بھی ہیں کیونکہ اہلِ بیتِ کرام علیہم السلام کے بارے میں حضور ختمی مرتبت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اہلِ بیت علیہم السلام کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کے سفینہ کی طرح ہے جو ان کے ساتھ ہوا وہ مراد پا گیا اور جو ان کی معیت سے محروم رہا وہ خائب وخاسر ہوا۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ احبوالله لما یغذو کم به من نعمة واحبو نی لحب الله واحبوا اهلَ بیتی لِحبی

یعنی حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا نعمتوں سے رزق دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہلِ بیت علیہم السلام سے محبت رکھو (مشکوۃ/ باب مناقب اہل بیت)

اخرج ابو یعلی عن سلمة بن الاکوع ان النبی ﷺ قال النجوم امان لاهل السمآء واهل بیتی امان لامتی

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ستارے آسمان والوں کے لیے علامتِ امان ہیں اور میرے اہلِ بیت علیہم السلام میری امت کے لیے باعثِ امان وسلامتی ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم میرے اہلِ بیت علیہم السلام کو اپنے نزدیک وہی حیثیت دو جو جسم میں سر کو اور سر میں دو آنکھوں کو ہوتی ہے اور سر ہدایت نہیں پاتا مگر دو آنکھوں سے۔

(بخاری/ باب قرابۃ رسول اللہ)

اسی جذبے کے پیشِ نظر یونیورسٹی آف فیصل آباد کے شعبہ عربی وعلومِ اسلامیہ کے زیرِ اہتمام ۲۱۔ جنوری ۲۰۰۹ء کو محرم الحرام اور خاص طور پر واقعۂ کربلا کے حوالے سے ایک عظیم الشان محفلِ مشاعرہ کا انعقاد ہوا جس میں ملک بھر کے عظیم اور نامور شعرائے کرام نے اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کی شہادتِ عظمیٰ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ یہ مشاعرہ تمام شعرائے کرام اور بالخصوص پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کے حوالے سے ایک یادگار ہے جس میں پیر صاحب اپنے انداز اور آہنگ کے لحاظ سے فن کی بلندیوں پر تھے ان کا ایک ایک لفظ تاثیر لیے ہوئے تھا اور جن لوگوں نے اس محفل میں شرکت کی وہ شاید اسے زندگی بھر نہ بھلا سکیں، پیر صاحب کی زندگی کا یہ آخری مشاعرہ تھا کیونکہ اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اس مشاعرہ میں جن شعرائے کرام نے شرکت کی ان کا کلام ان تمام قارئین کی نذر ہے جن کے دلوں میں اہلِ بیت اطہار سے محبت کی شمع روشن ہے۔

" گر قبول افتد زہے عزوشرف "

(سیّدہ ناہید کوثر)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ استقبالیہ

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

الحمدللّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ اصطفیٰ خصوصا علی سیدنا ومولانا ورسولنا ونبینا مصطفی ﷺ وعلی آلہ الطاہرین وعلی اصحابہ الطیبین ومن تبعھم الی یوم الدین۔

میرا یہ خوشگوار فریضہ ہے کہ میں آپ سب مہمانانِ گرامی خواتین وحضرات کو اس انتہائی پاکیزہ محفلِ مشاعرہ میں خوش آمدید کہوں۔ خصوصیت کے ساتھ عالم، ادیب، شاعر، مفکر اور مبلغ جو اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک صبح وشام، اسلام اور اہلِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی خدمات اور دفاع کے لیے سرگرم رہتے ہیں جناب سید پیر نصیرالدین نصیر شاہ گیلانی، سجادہ نشین آستانۂ عالیہ گولڑہ شریف۔ آپ کی مصروفیات جیسا کہ میں نے عرض کیا اتنی مصروفیات میں سے اور پھر اس مرحلے میں کہ جس میں آدمی کے لیے سفر کرنا بہت ہی دشوار ہوتا ہے اور وقت بھی بڑا قیمتی ہوتا ہے آپ نے اپنے اس انتہائی قیمتی وقت میں سے چند لمحات ہمارے لیے جو وقف فرمائے ہیں میں اس کے لیے آپ کا بے حد شکر گزار۔ آپ کی تشریف آوری سے ہماری حوصلہ افزائی ہوئی اور آپ کی خدمت میں یہ عرض کر دینا میرا خیال ہے کہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ یہ آپ کا ورثہ ہے آپ آلِ رسول ہیں اور آپ کا جو مقام ومرتبہ ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم آپ کے انتہائی شکر گزار ہوں اور یہ جو آپ نے ہمیں چند لمحات دیئے ہیں آپ کے بہت قیمتی لمحات ہیں جو ہمارے کام آئیں گے۔ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔ اس کے ساتھ ہی خصوصی شکریے کے مستحق ہیں میرے مکرم ومحترم دوست اور ساتھی جناب نذیر احمد غازی صاحب، سابق ڈپٹی ایڈووکیٹ جنرل پنجاب اور سپریم کورٹ کے انتہائی Senior وکیلوں میں ہیں آپ کا قانون دانی کا جو ایک میدان ہے وہ بھی اسلام اور اہلِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے دفاع

Marfat.com

کے لیے وقف ہے اور صبح اور شام جب ہم ان کو ملتے اور سنتے رہتے ہیں ان کی خبریں تو ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ کہیں بھی ایسا موقع ہو کہ جہاں نبی پاک ﷺ کی شان کے حوالے سے کوئی بھی مسئلہ اٹھا ہو یہ اسلام کے حوالے سے اپنے آپ کو وقف سمجھتے ہیں اور پھر جو ان کی مصروفیات ہیں بحیثیت ایک وکیل کے وہ بے انتہا ہیں انہوں نے بھی ہمارے لیے وقت نکالا میں ان کا بھی انتہائی شکر گزار ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہی اپنے نہایت ہی معزز اور محترم شعرائے کرام جو فیصل آباد کے باہر سے تشریف لائے ہیں اور فیصل آباد کے رہنے والے ہیں جو اس مجلس میں تشریف لائے ہیں اور فیصل آباد کے رہنے ہیں جو اس مجلس میں تشریف لائے ہیں اور اس محفل میں ثوابِ دارین حاصل کرنے کے لیے اور ہماری حوصلہ افزائی کے لیے اور ہمیں یہ شرف بخشا ہے میں ان سب حضرات کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

خواتین و حضرات یہ جو مجلس ہے جیسا کہ بچی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا یہ مناقبِ اہلِ بیت علیہم السلام کے فضائل اور مناقب کے حوالے سے ہے اور اس میں خصوصیت کے ساتھ سیدنا امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہلِ بیت علیہم السلام کا جو ایک مرتبہ اور مقام ہے اور انہوں نے اس میدان میں جو عظیم شہادت حاصل کی ہے اور اسلام کی خاطر اور امت کی خاطر جو قربانیاں دی ہیں اس کی قدردانی کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس کی تحسین اور ان کو خراجِ عقیدت پیش کرتے رہیں۔

حضراتِ گرامی! ہم نے یہ پروگرام چونکہ سیدنا امام حسین علیہ السلام تک محدود نہیں رکھا۔ گزشتہ مرتبہ ہمارا یہ پروگرام صرف مناقب سیدنا امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے تھا، اب کے الحاج میاں محمد حنیف صاحب جو کہ اس یونیورسٹی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین ہیں ان کی یہ تجویز تھی کہ اب کے تمام اہلِ بیتِ کرام علیہم السلام کی شان میں مناقب کے لیے شعرائے کرام کو دعوت دی جائے۔

نذیر صاحب! آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت تک سیدنا امام حسین علیہ السلام

Marfat.com

پر جتنی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، عربی میں، فارسی میں، اردو میں اور دوسری زبانوں میں، ان میں ایک بڑی عظیم کتاب ہے جس کا نام ہے " ابوالشہداء الحسین" یہ مصر کے عظیم محقق عباس محمود العقاد کی کتاب ہے اور اس کا مطلب ہے "شہیدوں کا باپ حسین علیہ السلام" "صرف اپنی شہادت ہی نہیں بلکہ ان کی اولاد میں سے شہداء اٹھتے رہے اور انہوں نے امت کی خاطر قربانیاں دی ہیں، جناب یہ بڑی حیرت کی بات ہے اور بڑی خوشی کی بات بھی ہے کہ ساداتِ کرام نے جہاں بھی کوئی نیکی کا کام کیا یا کرنا چاہا تو حکومتِ وقت اس کے راستے میں رکاوٹ بنتی رہی اور وہ شہادت پاتے رہے یہاں تک کہ ابوالفرج الاصفہانی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے" مقاتل الطالبیین" یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم علیہ السلام کی اولاد میں سے جن جن لوگوں نے شہادت پائی ہے ان کے تذکرے، تو امام حسین علیہ السلام کی قربانی کے حوالے سے میں اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں یہ موقف اختیار کرنا کہ میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا آپ کے الفاظ تھے "لا ابایع یزید" یہ "نہیں" ایسی نہیں تھی جس نے تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے بعد کسی حاکمِ وقت نے کسی خلیفہ نے اس چیز کے بارے میں کسی سے براہِ راست مطالبہ نہیں کیا کہ وہ میری بیعت کریں اس لیے کہ ان سب کو یہ اندیشہ تھا کہ ان کے اندر سے کہیں حسین علیہ السلام نہ نکل آئے تو اس حوالے سے امام حسین علیہ السلام کی قربانی بہت بڑی ہے:

اب کوئی کسی سے بیعت طلب نہیں کرتا
کہ اہلِ تخت کے ذہنوں میں ڈر حسین کا ہے

یہ حقیقت ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے تاریخ کا دھارا بدل کر رکھ دیا اور یہ صرف ان کی ہی شان نہیں بلکہ اہلِ بیت علیہم السلام جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد ہیں انہوں نے جو اس وقت قربانیاں دیں اور جو بعد میں دیتے رہے وہ یقیناً امت کے لیے قابلِ تحسین ہیں میں صرف ایک ہستی کا ذکر کروں گا اور ایک

Marfat.com

شعر پیر صاحب کی اجازت سے، یہ فرزدق کا شعر ہے۔امام زین العابدین علی ابنِ حسین علیہ السلام ابنِ علی علیہ السلام حج کے لیے تشریف لائے ، اس وقت بنی امیہ کا ولی عہد ہشام بن عبدالملک تھا (جس سے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بیچارہ بھینگا تھا) آکر کھڑا ہو گیا کہ کب لوگ اسے راستہ دیتے ہیں تا کہ وہ طواف کر سکے۔اتنے میں زین العابدین ابنِ حسین علیہ السلام ابنِ علی علیہ السلام نمودار ہوئے ،سب لوگ دست بستہ کھڑے ہو گئے اور سب نے راستہ دے دیا اور جب انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دینا چاہا تو تمام لوگ پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور آپ علیہ السلام کو جگہ دے دی ،تو ہشام نے بڑے ہی تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا"من سیکون ھذا؟" یار یہ کون ہو سکتا ہے؟ تو فرزدق بھی وہیں موجود تھا اس نے ایک قصیدہ کہا جو بڑا ہی خوبصورت ہے اس کا ایک شعر ہے:

هذالذی تعرف البطحاء وطأته

والبیت یعرفه والحل والحرم

یہ وہ ہے کہ وادئ بطحاء کی خاک ان کے قدموں کا بوسہ لینے کے لیے بیقرار رہتی ہے اور بیت اللہ بھی ان کو جانتا ہے اور حرم کے لوگ بھی ان کو جانتے ہیں اور ارد گرد دنیائے اسلام کے لوگ بھی ان کو جانتے ہیں کہ یہ حسین علیہ السلام کا بیٹا ہے اور علی علیہ السلام کا پوتا ہے اور دنیا حسین علیہ السلام کو جانتی ہے۔

یہ ہستی ہے جن کے بارے میں ہم نے شعرائے کرام کو دعوت دی ہے۔میرا یہ ایمان ہے اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارا یہ عمل اور ہماری یہ مجلس بڑی مقدس اور نہایت ہی پاکیزہ درجے کی ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے میں ان الفاظ کے ساتھ آپ خواتین وحضرات سب کو اور جناب غازی صاحب کو اور پیر صاحب کو اور اپنے تمام شعرائے کرام کو ایک دفعہ پھر اپنے دل کی انتہائی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتا ہوں۔

بہت بہت شکریہ۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطاب مہمانِ خصوصی

جناب نذیر احمد غازی

جسٹس (ر) لاہور ہائی کورٹ

صدر ذی احتشام جناب پیر صاحب گولڑہ شریف فیصل آباد یونیورسٹی کے استاد محترم جناب ظہور احمد اظہر صاحب بلکہ میں یوں کہوں کہ استادِ عرب وعجم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب قابلِ صد احترام دوستو بزرگو! اصحابِ فکر اربابِ فکر! ابھی میں بیٹھا ہوا تھا اور صفدر سلیم صاحب اپنے مقطع کے قریب پہنچے تو پر صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا آپ بھی کوئی کلام سنائیں گے؟ میں نے کہا کہ مشہور انگریزی فلاسفر سے کسی نے پوچھا کہ آپ بھی نظم وغیرہ پڑھیں گے تو اس نے کہا

I am a good listener (میں ایک اچھا سامع ہوں) تو میں نے کہا میں ایک اچھا سامع ہوں، میرا شمار سامعین میں ہوتا ہے اور آپ کے سامنے شعر پڑھنے کی جسارت کر رہا ہوں، غالب نے کہا تھا:

ہائے کس وقت ہوئیں دونوں مرادیں پوری
یار بالیں پہ جو آیا تو قضا بھی آئی

گھڑی کی طرف میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں گفتگو کرنے کا وقت ہی اتنا مختصر ہو چکا ہے لیکن ایک اور انداز سے ایک بات کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں چند دنوں سے میرے ذہن میں کھٹک رہی تھی اور آج شاید وہ اپنی آخری منزل پر پہنچ گئی، رات ہم یہاں پہ حاضر ہوئے تھے، ڈاکٹر صاحب کی مجلس میں ہی، میرے ساتھ پیر سید الماس شاہ صاحب بخاری اور سید نعیم شاہ صاحب بھی تھے۔

ہم بات کر رہے تھے وہ یہ تھی کہ ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ ناموں کی برکت

Marfat.com

بھی ہوتی ہے تو وہاں سے خیال آیا کہ 1954 تک جس ملک کے ہر ادارے کے باہر اور کلبوں کے باہر اور مخصوص جو ایئر کنڈیشنڈ بسیں ہوتی ہیں ان کے باہر لکھا ہوتا تھا Blacks & dogs are not allowed (کالے اور کتے اس کلب کے اندنہیں آسکتے)، کیا عجب کے حسین نام کا جو لاحقہ مل گیا اس کی برکت سے کالا امریکہ کا صدر بن گیا، دنیا کا طاقتور ترین انسان بن گیا، کیا عجب ہے اس کے نام کے آخر میں حسین کا لفظ آتا ہے اور یہ پہلو ہے سوچنے کا اور ہم تو عقیدت والے لوگ ہیں، محبت والے لوگ ہیں تو یہ میرے ذہن میں ایک بات تھی، اوبامہ حسین نے جو پہلی تقریر کی تو اس میں اس نے ذکر کیا، مارٹن کنگ لوتھر کا، اسے بڑا خراجِ تحسین پیش کیا کہ اس کی جو تحریک تھی، اس کی جو لڑائی تھی کالوں کے حقوق کے لیے وہ آج نقطۂ عروج کو پہنچ گئی کہ شاید اس کے علم میں تو خطبۂ حجۃ الوداع نہیں تھا اگر خطبۂ حجۃ الوداع اس کے ذہن میں ہوتا تو اس کو پتہ چلتا کہ کالوں کو جو مقام محمد عربی ﷺ نے دیا یہ اسی کی برکات ہیں کہ آج ایک کالا امریکہ کا صدر بن گیا اور وہ جو اہل، بیتِ اطہار علیہم السلام نے قربانیاں دی تھیں۔ حق و باطل کے معرکہ میں حق کی خاطر اسی نے تو ناتوں لوگوں کو اٹھا کے دنیا کا طاقتور ترین انسان بنا دیا اور وہ اس بات کو بھول گیا ہمارے ہاں تو لوگوں کو معلوم نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ملکم میکس جو مسلمان تھا اور جس نے کنگ لوتھر کی تحریک کو نقطۂ عروج تک پہنچایا تھا اس کو یہودیوں نے شہید کر دیا اور اس پر بڑی مشہور فلم بھی ہے جو نوجوان ہیں شاید ان کو معلوم بھی ہو اور ان کی زندگی کے بارے میں ایک کتاب بھی ہے، اس کو مارنے کی دو وجوہات تھیں ایک تو علی جاہ محمد تھا، ایک تحریک کالوں نے شروع کی تھی اس نے بعد میں پیغمبری کا دعوی کر دیا تھا اور جب یہ ملکم میکس آیا سعودی عریبیہ حج کرنے تو اس کو پتہ چلا کہ محمد عربی ﷺ کے بعد تو اسلام میں کوئی اور نبی آ ہی نہیں سکتا تو واپس جا کر اس نے بغاوت کر دی، اس وقت یہودیوں نے feel کیا کہ ہم نے جو ایک سازش تیار

Marfat.com

کی تھی وہ ناکام ہوگئی۔

پیر صاحب! اس میں آپ کے خانوادے کا بڑا تعلق ہے حضور پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اتنا بڑا جہاد کیا تھا اس کا شاید ہم لوگوں کو ادراک نہیں کہ کتنا بڑا جہاد تھا کہ انگریز کی حکومت ہو، انگریز کا خود ساختہ پودا ہو اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہو جانا، جو علی جاہ محمد کے خلاف ملکم میکس نے وہاں لڑائی لڑی اس نے کہا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا تو پھر یہودیوں نے کہا کہ یہ کیا بات ہوگئی؟ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی جانوں اور نگاہوں کا مرکز و محور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ رہیں، کسی طرح سے یہ محبت بٹے۔ یہ پھر ملکم میکس ہے جو لوگوں کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اکٹھا کردے گا تو اسے یہودیوں نے شہید کروا دیا اب اس سے ایک اور خوبصورت بات یاد آئی اب پیر صاحب بھی یہاں بیٹھے ہیں تو 80-1979 میں ہماری بڑی محفلیں ہوئیں پیر صاحب کے ساتھ، لاہور میں تشریف لائے تھے ہم ان کو Invite کرتے، ہمارے ججز اور افسر شاہی کے لوگ اور وکلاء برادری بھی وہاں آتے اور ہم ان کی نعتیں سنتے تھے اور اب چونکہ انکی باری بعد میں آنے والی ہے اور میں پہلے Pre-empt کرلوں، جیسے امریکہ کہتا ہے کہ ہمیں جہاں شک بھی پڑ جائے ہم وہاں حملہ کر دیتے ہیں "این میری شمل" مشہور مستشرقہ تھی اس نے ایک بڑی خوبصورت بات کہی تھی اقبال کے حوالے سے، اس نے کہا کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب جبریل زمین پر نہیں اترتا، اب کوئی وحی نازل نہیں ہوگی وہ کہتیں ہیں کہ جب میں اقبال کے کلام کو پڑھتی ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ جبریل تو بے شک اقبال پہ نہیں اترا لیکن کہیں گزرتے ہوئے جبریل کا کوئی پَر اقبال سے ضرور مَس ہوگیا۔ تو آپ آج دیکھیں گے اور پیر نصیر الدین شاہ صاحب کو سنیں گے تو آپ کو لگے گا کہ "پَرِ جبریل" کہیں نہ کہیں پیر صاحب سے مَس کرکے ضرور گزرا ہے۔ اسی کیفیت کے اندر اب گزارش یہ

Marfat.com

ہے کہ بے شمار موضوعات کے بارے میں بات ہو سکتی تھی بس آخری بات یہ ہے کہ حضور سید العالمین ﷺ نے جو خطبہ حجۃ الوداع میں فرما دیا تھا کہ میں تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور ایک میرے اہلِ بیت علیہم السلام اگر ان سے تمہارا تعلق رہے گا تو تم قیامت تک گمراہ نہیں ہو سکو گے، میں سمجھتا ہوں کہ اہلِ بیتِ علیہم السلام اطہار کی جو قربانیاں تھیں انہیں میں اختصار کے ایک فقرے میں پرو رہا ہوں، ان قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ اس امت نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پیدا کیا جو بادشاہِ وقت کے سامنے کھڑا ہوئے اور جن کی داڑھی کے بال نوچ دیئے گئے تھے، اس امت نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پیدا کیا جنہوں نے کوڑے کھائے اور جیل میں گئے لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی، اس امت نے پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا کیا جنہوں نے جیل میں شہادت قبول کی لیکن سر نہیں جھکایا، اس امت نے پھر مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا کیا جنہوں نے بادشاہِ وقت کو للکارا لیکن اپنی گردن نہیں جھکائی پھر اس امت میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے جنہوں نے انگریز کے لگائے ہوئے خود کاشتہ پودے کا اثر اس برصغیر اور عالمِ اسلام سے ختم کیا آج بھی انہی کا غانوادہ یہاں پر آیا ہوا ہے۔ میں اور آپ چاہیں گے کہ ہم ان کو سنیں، میں اسی پر اختتام کرتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ صدارت

پیر سیّد نصیر الدین نصیر

جس خوبصورت انداز میں اس محفل کے تقاضوں کو پورا کیا میرے نہایت ہی محترم استاذ الاساتذہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے پھر غازی صاحب، نے اور شعرائے کرام نے جس خوبصورتی سے نزاکتِ فکر کے حوالے سے بارگاہِ حسینیہ میں نذرانہ ہائے عقیدت پیش کیے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور یہ یونیورسٹی جس انداز سے چل رہی ہے اور اس کے بانی جس انداز سے خدمت کر رہے ہیں ان کی خدمت کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ میں جو کچھ بھی ہوں یہ کرم اللہ تعالیٰ کی ذات کا اور میرے خانوادے کے جو اکابرین ہیں ان کا خصوصی فیضان ہے مجھ پر۔ میرے لیے بہت بڑے الفاظ استعمال فرما گئے غازی صاحب اور لوگ بھی بہت محبت کرتے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ میں ان الفاظ کا اہل بنوں اور آپ کی جو تمنائیں ہیں وہ میں پوری کرسکوں۔ میں ڈاکٹر ظہور اظہر صاحب کی خدمت میں اکثر گزارش کیا کرتا ہوں کہ عربی زبان قرآن وسنت کے حوالے سے اور اسلامی نقطۂ نظر سے ایک بہت بڑا حوالہ ہے اور ہم اس کے بغیر نہیں چل سکتے لیکن اس کے ساتھ فارسی زبان کو بھی ایک مقام حاصل ہے کہ علومِ اسلامیہ کی ترویج اور تشریح کے لیے صوفیائے کرام اور عجمی علماء نے قرآن کی جس طرح تشریح کی، احادیثِ نبویہ کی تشریح کی وہ حصہ ہے فارسی زبان کا اور ہمارے اساتذہ کرام نے جس خوبصورتی سے فکر اور نادر فکر (نادر صاحب بھی تشریف فرما ہیں) پیش کی ہمارے شعرائے کرام نے آپ کو تعجب ہوگا کہ میں ایک بہت بڑے عربی دان استاد کے سامنے بیٹھا ہوں اور میں بڑی جرأت کے ساتھ یہ عرض کروں گا کہ وہ ندرتِ فکر عربی زبان کے حصے میں

Marfat.com

بھی نہیں آئی، زبان کی وسعت، الفاظ کی وسعت وہ اپنی جگہ ہے، تو ہم نے اس زبان کو چھوڑ دیا ہے۔اس زبان کے لیے میں گزارش کروں گا ایک طالب علم کی حیثیت سے کہ اس یونیورسٹی میں اس زبان کا بھی اہتمام کریں تا کہ ہمارا تعلق صوفیاء سے بھی رہے ہم صرف لفاظی نہ کریں ہمارے ساتھ آنسو بھی ہوں اور آنسو اس وقت ہوتے ہیں جب خسرو کا یہ شعر ہو:

صد پارہ شدہ سینہ وصد چاک شدہ دل
ایں بے خبراں جامہ دریدن نہ گزارند

یہ خسرو کا شعر جو ہے یہ رلاتا ہے، یہ رلاتا ہے کہ دل بڑا ہے لیکن رلانے والی چیز جو ہے کہ سینہ میرا چاک ہو چکا ہے، دل کے سوٹکڑے ہو گئے ہیں، ان بے خبروں کو دیکھو یہ مجھے کپڑے بھی نہیں پھاڑنے دیتے:

من بندۂ آں روئے کہ دیدن نہ گزارن
دیوانۂ زلفِ کہ کشیدن نہ گزارند

تو یہ درد رکھنے کے لیے میں ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ خدارا فارسی کا ذوق بھی یہاں رکھیں تا کہ آپ کے طلبہ وطالبات یہ ذوق اور کچھ آنسو بھی لے کر اس یونیورسٹی سے فارغ ہوں۔

Marfat.com

1۔ ## منقبت سیدنا امام حسین علیہ السلام

عارف بود کسے کہ دلش نسبتِ ولا
دارد بہ مصطفیٰ ﷺ و بہ اولادِ مصطفیٰ ﷺ

باشد نثارِ خواجۂ کونین ﷺ و بو ترابؓ
سرشارِ مہرِ حضرتِ زہرا رضی اللہ عنہا وآلہا

مصداقِ فضلِ آیۂ تطہیر بالخصوص
زہرا رضی اللہ عنہا و حیدرؓ وحسنینؓ اند و مجتبیٰؓ

اے ہمنشیں ادب! کہ ترا از صمیمِ دل
رانم سخن بہ مدحتِ شبیرؓ بر ملا

آں تشنہ لب کہ آبِ رخِ دیں زخونِ اوست
آں میرِ کاروانِ شہیدانِ پارسا

آں منتسب بہ کوکبۂ صولتِ علیؓ
آں منتخب بہ منصبِ ابلاغ واہتدا

آں از پئے تحفّظِ "اِلاّ" حصارِ حق
آں سر برندۂ صفِ باطل بہ تیغِ "لا"

Marfat.com

اوجِ شرف نگر کہ پیمبر ﷺ زراہِ لطف
ارشاد کرد لحمک لحمی بمرتضیٰ علیہ السلام

یعنی کہ ہست جسمک جسمی بفرع واصل
گویا کہ منم تو و تو منی جان و جسم را

گر خاتمِ رسالت و وَحیَم من اے علی علیہ السلام!
ہستی ولایتِ ازلی را تو منتہٰی

نورِ احد، فروغِ صمد، مشعلِ ابد
مشکوٰۃِ لطف، شمعِ کرم، نیّرِ سخا

برہانِ صدق، حجتِ آخر، دلیلِ حق
منشورِ آدمیّت و دستورِ ارتقاء

شانِ وجود، رنگِ شہود، آبروئے جود
سلطانِ فضل، شوکتِ دیں، نازشِ گدا

حق ناز و حق طراز و حق آغاز و حق مآل
حق شان و حق نشان و حق اعلان و حق ادا

حق اصل و حق جبلّت و حق دار و حق مدار
حق مست و حق پرست و حق آراء و حق نما

بنیادِ صبر، قصرِ تحمّل، اساسِ ضبط
مقدامِ رزم، بابِ ظفر، ضیغمِ وغا

میزانِ فکر، گنجِ معارف، ریاضِ انس
مرقاتِ فہم، عرشِ خرد، سالکِ رسا

Marfat.com

اکسیرِ فیض ، نسخۂ رہبر ، بقائے فرد
عنوانِ عشق ، عنصرِ دانش ، ادب قبا

موسیٰ علیہ السلام ہمم ، خلیل علیہ السلام حشَم ، مرتضیٰ علیہ السلام کرم
یوسف علیہ السلام لقا ، مسیح علیہ السلام ادا ، احسن القضا

تفصیلِ مجد ، مُہرِ نجابت ، مطافِ عقل
میقاتِ عزم ، طورِ یقیں ، مَشعرِ ہدیٰ

مفہومِ فقر ، قامعِ جبر ، آسمانِ صبر
طغرائے حسن ، رونقِ ہوش ، ارفع اللّواء

فردوسِ ناز "قرۃ عینی و سیّدی"
یعنی حسین علیہ السلام وارثِ فیضانِ ھل اتیٰ

ختم الرسل ﷺ ، حسین علیہ السلام و حسن علیہ السلام ، حیدر علیہ السلام و بتول رضی اللہ عنہا
نازم کہ نسبت است بہ ایں پنجتن مرا

اے نورِ چشمِ حیدرِ کرّار علیہ السلام ! یک نظر
افتادہ ام بخاکِ تو ، روحی لك الفدا

پس خوردۂ سگانِ درِ تست رزقِ من
حاشا اگر نگاہ کنم سوئے اغنیا

حبِّ نبی ﷺ و آلِ نبی ﷺ از ازل نصیرؔ
فضلِ خدا است ذٰلك یوتیه من یشاء

Marfat.com

2۔ منقبت بحضور سیدنا امام حسین علیہ السلام

جس کی جرأت پر جہانِ رنگ و بو سجدے میں ہے

آج وہ رمز آشنائے سرِّ ھُو سجدے میں ہے

بانیازِ بندگی اللہ کا اک عبدِ خاص

حسبِ حکمِ فاعبدوہ واسجدوا سجدے میں ہے

ہر نفس میں انشراحِ صدر کی خوشبو لیے

منزلِ حق کی مجسم جستجو سجدے میں ہے

جانبِ کعبہ جھکا مولودِ کعبہ کا پسر

قبلہ رو ہو کر حسین علیہ السلام قبلہ رو سجدے میں ہے

کیسا عابد ہے یہ مقتل کے مصلّٰی پر کھڑا

کیا نمازی ہے کہ بے خوفِ عدو سجدے میں ہے

اے حسین علیہ السلام ابنِ علی علیہ السلام تجھ کو مبارک یہ عروج

آج تُو اپنے خدا کے روبرو سجدے میں ہے

ابنِ زہرا رضی اللہ عنہا! اس تری شانِ عبادت پر سلام

سر پہ قاتل آچکا ہے اور تُو سجدے میں ہے

Marfat.com

اللہ اللہ تیرا سجدہ اے شبیہِ مصطفیٰ ﷺ

جیسے خود ذاتِ پیمبر ﷺ ہو بہو سجدے میں ہے

تھا عمل پیرا جو کلّا لا تُطِعہ پر وہ آج

بن کے "وَاسجُد وَاقتَرِب" کی آبرو سجدے میں ہے

یہ شرف کس کو ملا تیرے علاوہ بعدِ قتل

سر ہے نیزے کی بلندی پر، لہو سجدے میں ہے

محوِ حیرت ہیں ملائک دم بخود ہے کائنات

آج مقتل میں علی علیہ السلام کا ماہ رو سجدے میں ہے

سر کو سجدے میں کٹا کر کہہ گیا زہرا رضی اللہ عنہا کا لال

کچھ اگر ہے تو بشر کی آبرو سجدے میں ہے

کون جانے، کون سمجھے، کون سمجھائے نصیرؔ

عابد و معبود کی جو گفتگو سجدے میں ہے

Marfat.com

3۔ منقبت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

ہو نہیں سکتی رقم بنتِ شہِ بطحا کی شان
کیا بیاں ہو قطرۂ ناچیز سے دریا کی شان

ایک ذرّہ کیا احاطہ کر سکے خورشید کا
ایک ادنیٰ کیا سمجھ سکتا ہے ایک اعلیٰ کی شان

ہے مرے پیشِ نظر اس ذات کا ذکرِ بلند
پست ہو جاتی ہے جس کے سامنے دنیا کی شان

جس کی آمد پر کھڑے ہوں خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دیکھئے چشمِ نبوّت میں ذرا زہرا رضی اللہ عنہا کی شان

چال میں حسنِ خرامِ احمدی کی تمکنت
والضّحیٰ سے ملتی جلتی چہرۂ زیبا کی شان

اہلِ محشر جس کی آمد پر رکھیں نیچی نظر
کس قدر اونچی ہے اس شہزادیٔ والا کی شان

عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ جا کر رتبۂ اُمّ الحسن
پوچھ صدیق رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے لا فتیٰ الاّ کی شان

یہ خواتینِ جہانِ نو بھلا سمجھیں گی کیا
مریم رضی اللہ عنہا و حوا سے پوچھو زینب رضی اللہ عنہا کبریٰ کی شان

Marfat.com

ذہن محوِ یادِ حق، دل جورِ اعداء سے غنی
دیدنی تھی کربلا میں ثانئ زہراؑ کی شان

تیری اس بیٹی کا وہ خطبہ، وہ دربارِ دمشق
علم نانا کا، خطابت سے عیاں بابا کی شان

مرتبہ حیدرؑ کا بتلائیں تو بتلائیں حسینؑ
اک تقی پہچان سکتا ہے کسی اتقیٰ کی شان

ہے جہاں میں بے عدیل و بے مثال و بے مثیل
ضرب حیدرؑ کی، محمدﷺ کی سخا، زہراؑ کی شان

جب بنی بنتِ محمدﷺ والدہ سبطینؑ کی
چشمِ دنیا میں دوبالا ہو گئی ممتا کی شان

مرحبا زہراؑ ترا زوجِ گرامی بو ترابؑ
خاک میں جس نے ملا دی قیصر و کسریٰ کی شان

پڑ گئے تھے آبلے ہاتھوں میں چکّی پیستے
بھوک کی شدّت سے پتّھر پیٹ پر، مولا کی شان

اولیا و اصفیا کے روپ میں ظاہر ہوئی
سیّدہ زہراؑ ترے ایک ایک نقشِ پا کی شان

باقرؑ و شبیرؑ و شبرؑ، زینبؑ و زینؑ العباد
مرحبا کیا اوج پر ہے عترتِ زہراؑ کی شان

وہ تو تیرے ماہ پاروں نے لگائے چار چاند
ورنہ کیا کربل کے اک تپتے ہوئے صحرا کی شان

Marfat.com

سجدۂ حیرت میں ہے اب تک جہانِ ساجدیں
دیکھ کر تیرے پسر کے سجدۂ اولیٰ کی شان

جب سوا نیزے پہ آجائے گا سورج منکرو!
اس گھڑی تم پر کھلے گی چادرِ زہرا رضی اللہ عنہا کی شان

فاطمہ رضی اللہ عنہا ماں ہے اسی مردِ جری کی اے نصیرؔ
لشکرِ جرّار پر حاوی تھی جس تنہا کی شان

(پیر سید نصیر الدین نصیرؔ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۔ گولڑہ شریف)

Marfat.com

حضرت الشیخ السیّد عبدالقادرالجیلانی
الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ

مورے جگ اجیارے غوث پیا
تورا قائم سدا بغداد رہے

زھرا رضی اللہ عنہا کی آنکھ کا تارا ہے — حسنین علیہ السلام کا راج دلارا ہے
یہ شہر تورا آباد رہے — تورا قائم سدا بغداد رہے
اے ابن علی لج پال ہے تو — محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل ہے تو
کچھ روحانی امداد رہے — تورا قائم سدا بغداد رہے
جو کچھ ہوں بری ہوں بھلی ہوں میں — تیرے ٹکڑوں ہی سے پلی ہوں میں
تو شاد رہے، آباد رہے — تورا قائم سدا بغداد رہے
سو جان سے میں تجھ پر واری — ہونٹوں پہ دعا ہے یہ جاری
دکھ درد سے دل آزاد رہے — تورا قائم سدا بغداد رہے
دل تورے نگر کا دیوانہ — للہ کرم کچھ فرمانا
کیوں رنج رہے، فریاد رہے — تورا قائم سدا بغداد رہے
جیسے ہر دکھ میں پاس ہے تو — ہر ٹوٹے دل کی آس ہے تو
مجھ دکھیاری کی یاد رہے — تورا قائم سدا بغداد رہے
کچھ بھیک عطا ہو روحانی — میں ہوں مہر علی کی دیوانی
تیرا کوچہ یونہی آباد رہے — تورا قائم سدا بغداد رہے
ترے ہجر میں تھے مجبور سے ہم — تورے دوارے آئے ہیں دور سے ہم
آنکھیں ٹھنڈی، دل شاد رہے — تورا قائم سدا بغداد رہے

Marfat.com

کچھ فکر نہ ہو وسواس نہ ہو رکھنے کو کچھ بھی پاس نہ ہو
بس دل میں تمہاری یاد رہے تورا قائم سدا بغداد رہے
ترے کارن جینا مرنا ہے رونا ہے، آہیں بھرنا ہے
برباد ہے دل، برباد رہے تورا قائم سدا بغداد رہے
بیشک پیران پیر ہے تو دکھ درد میں سب کا نصیرؔ ہے تو
دکھیاری یہ کیوں نا شاد رہے
تورا قائم سدا بغداد رہے

(پیر سید نصیر الدین نصیرؔ)

Marfat.com

نذرِ نصیر گیلانی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

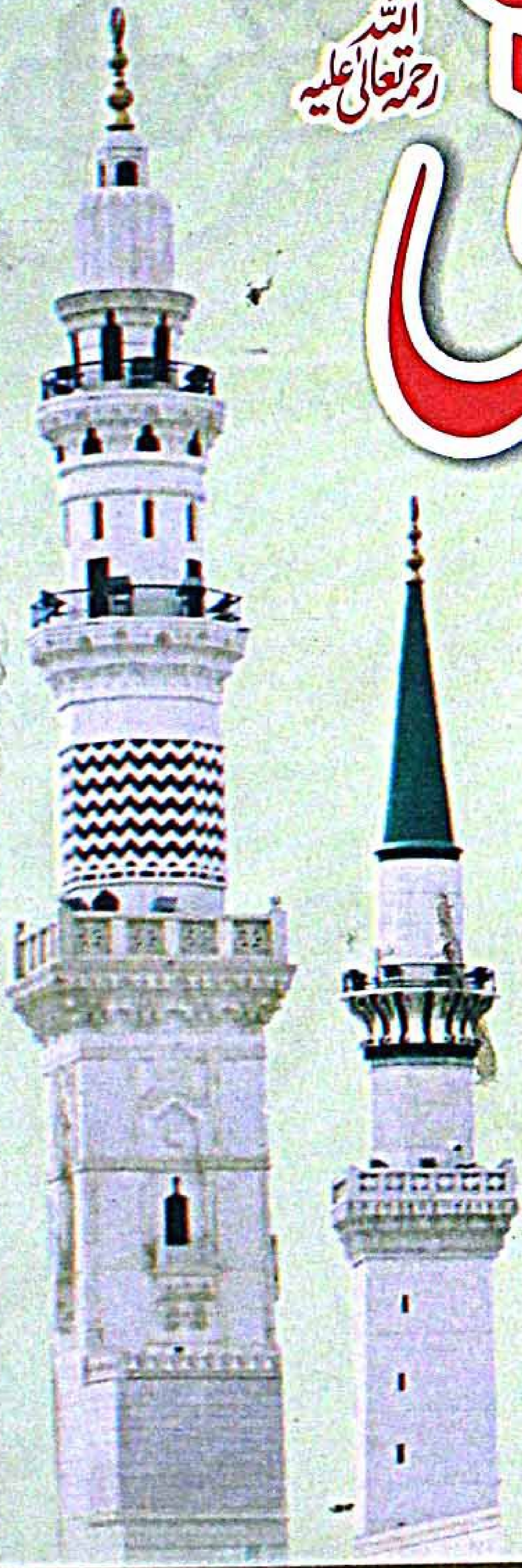

ترتیب و تقدیم
ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

نوادرات پبلشرز، لاہور، فیصل آباد

Marfat.com